

گناہوں کی دلدل میں ڈوبنے والوں کے 100 عبرتناک واقعات

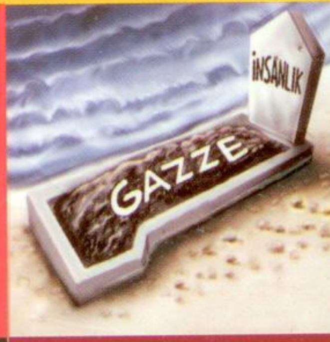
گناہگارو

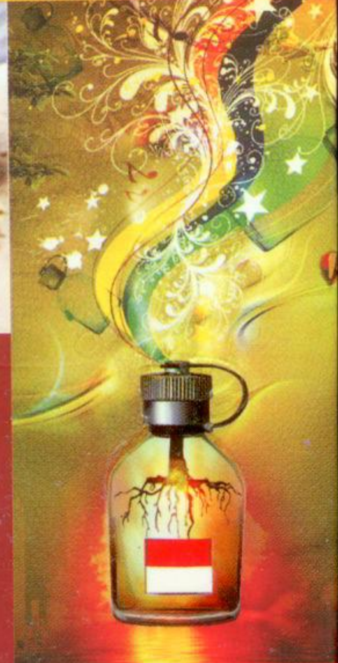
اللہ سے ڈرو



مؤلف
مولانا ارسلان بن اختر میمن













معاون
مولانا محبوب الرحمٰن

نام کتاب .... گناہ گاروں اللہ سے ڈرو

اشاعت اوّل .... نومبر 2013ء

مؤلف .... مولانا ارسلان بن اختر میمن

معاون .... مولانا محبوب الرحمٰن صاحب

خط وکتابت کا پتہ: مکتبہ ارسلان قرآن محل مارکیٹ، دکان نمبر 13 اردو بازار: 0333-2103655



عرض مؤلف

گناہ وہ عمل ہے جو انسان کو خالق سے دور کر دیتا ہے لہٰذا جو بندہ اپنے پالنے والے سے دور ہو گیا سمجھ لیں وہ آسمان سے زمین پر گر گیا اور جو اللہ سے دور ہو جاتا ہے کائنات کی کوئی چیز اسے سکون نہیں دے سکتی۔ زیر نظر کتاب میں گناہ گاروں کے عبرت ناک انجام کے واقعات کو خوبصورت تصاویر کے ساتھ بہترین انداز میں چھاپنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد آپ کو احساس ہوگا کہ درحقیقت گناہ کتنی منحوس چیز ہے جس کو کرنے پر انسان جو سکون کے دریا میں ہوتا ہے، وہ پریشانیوں اور مصیبتوں کے سمندر میں گر جاتا ہے کیونکہ قرآن کا فیصلہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ○

”آخر کار ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ میں پکڑا۔ پھر ان میں سے کسی پر ہم نے پتھراؤ کرنے والی ہوا بھیجی اور کسی کو ایک زبردست دھماکے نے آلیا اور کسی کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور کسی کو غرق کر دیا۔ اللہ اُن پر ظلم کرنے والا نہ تھا مگر وہ خود ہی اپنے اُوپر ظلم کر رہے تھے۔“

اسی وجہ سے بزرگوں نے لکھا ہے کہ جب بھی کوئی پریشانی آئے اور وہ پریشانی آپ کو

خالق سے دور کر دے تو سمجھ لو کہ تمہارا پالنے والا تم سے ناراض ہے گویا کہ یہ پریشانی تمہارے گناہوں کی نحوست کی وجہ سے آئی ہے اور اس کے برخلاف جو لوگ گناہوں سے بچتے ہیں قرآن میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ میں ان کو پریشانیوں سے نکال دونگا اور ان کے کاموں کو آسان کر دونگا۔

معلوم ہوا کہ پریشانیاں ہمارے گناہوں کی وجہ سے آتی ہیں۔ مجھے امید ہے کہ یہ کتاب گناہوں کی دلدل میں دھنسے ہوئے لوگوں کے لئے ایک نایاب تحفہ ہے جو ان کی زندگیوں میں مثبت اور حقیقی تبدیلی کا ذریعہ بنے گی اور ان کے لئے گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا۔

آخر میں میری درخواست ہے کہ اگر آپ کو یہ کتاب پسند آئے تو اس سلسلہ کی دوسری کتاب ''گناہوں کی دلدل سے نکلنے والے'' نامی کتاب کا ضرور مطالعہ کریں اور اپنے دوستوں کو یہ کتابیں تحفہ میں دینے کی کوشش کریں۔ یہ عمل آپ کے لئے عظیم صدقہ جاریہ ثابت ہوگا۔

العارض

مولانا ارسلان بن اختر میمن

باب نمبر 1

گناہ کیا ہے؟

ہر وہ کام جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے تعلق رکھتا ہو، ''گناہ'' کہلاتا ہے۔ گناہ کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اس دنیا کی زندگی میں انسان کا امتحان لینے کے لئے اس کی ساخت ہی اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسی بنائی ہے کہ وہ کبھی خواہشِ نفس یا شیطان سے مغلوب ہو کر، کبھی مالی ضروریات اور گھریلو مسائل سے مجبور ہو کر، کبھی بیماری اور مصیبت وغیرہ سے پریشان ہو کر اللہ کی نافرمانی (گناہ) کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے...... کبھی اس کا گناہ چھوٹا ہوتا ہے ......اور کبھی بڑا......اور کبھی بہت بڑا۔

اگر انسان گناہ ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ سے سچی توبہ کر لے تو اس کا گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں اور اگر انسان توبہ نہ کرے بلکہ گناہ پر گناہ کرتا چلا جائے......، پھر گناہوں پر خوشی کا اظہار بھی کرے......اور گناہوں کو معمولی چیز سمجھے......تو اسے آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی ان گناہوں کی سزا مل جایا کرتی ہے......!

قرآن وحدیث میں گناہوں کے بے شمار نقصانات بیان کئے گئے ہیں جن میں سے چند نقصانات یہ ہیں۔



1 گناہوں کی وجہ سے امن وسکون تباہ ہو جاتا ہے

اس دنیوی زندگی میں امن وسکون اور اطمینان قلبی ایک بہت بڑی دولت ہے۔ اگر کسی شخص کے پاس دنیا جہاں کی ساری دولتیں اور خزانے اکٹھے ہو جائیں مگر اسے زندگی میں چین اور راحت کی دولت میسر نہ آئے تو اس کی زندگی بدمزہ ہو جاتی ہے حتیٰ کہ وہ خود اپنے آپ سے بھی نفرت کرنے لگتا ہے۔ یہ امن، چین، راحت اور سکون اللہ کی یاد اور اس کی فرمانبرداری سے حاصل ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد: ۲۸)

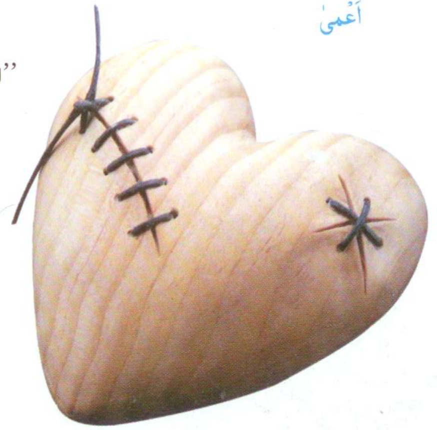
"آگاہ رہو! اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔"

اس کے برعکس اگر انسان اللہ کی یاد سے غافل ہو جائے، اس کی فرمانبرداری سے منہ موڑ لے، اس کے احکام کی پرواہ نہ کرے تو ایسے گناہ گار شخص کی زندگی سے سکھ چین کی دولت ختم ہو جاتی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكاً وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ

(سورة طٰه: 124)

"اور (ہاں) جو میری یاد سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں رہے گی اور ہم اسے قیامت کے روز اندھا کر کے اٹھائیں گے۔"



2 گناہوں کی وجہ سے رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے

گناہوں کے نقصانات میں سے ایک نقصان یہ بھی ہے کہ انسان بابرکت رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے، چنانچہ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيبُهُ

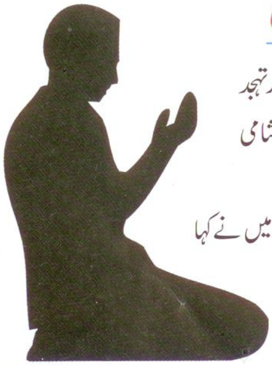
"یقیناً گناہ کے سبب آدمی رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔"

دراصل رزق کی وسعتیں اس کے وافر مقدار میں ہونے کی وجہ سے نہیں ہیں بلکہ وسعت رزق تو یہ ہے کہ اس میں برکت پیدا ہو۔

دوسری بات یہ کہ گناہ اور نافرمانی کے سبب برکات رزق ختم ہو جاتی ہیں بلکہ سلب ہو جاتی ہیں، وہ اس لیے کہ گناہ اور گناہ گار دونوں پر شیطان کا تسلط ہو جاتا ہے اور اس طرح وہ ان پر حکومت قائم کر بیٹھتا ہے اور یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ شیطان کی قربت جس شخص کو بھی حاصل ہوگی، اس سے برکت سلب کر لی جائے گی



3 گناہوں کی وجہ سے تہجد سے محرومی



بعض اوقات گناہوں کی وجہ سے بندہ روزے اور تہجد وغیرہ سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے چنانچہ حضرت مکحول شامی فرماتے ہیں کہ

میں نے ایک آدمی کو دیکھا جو اپنی نماز میں رو رہا تھا، میں نے کہا کہ یہ ریا کر رہا ہے تو ایک سال تک مجھے رونے سے محروم کر دیا گیا۔ حوالہ: (حلیہ اولیاء 182/5)

4 گناہوں کی وجہ سے اللہ کی مخلوق لعنت کرتی ہے

جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس گناہ کی نحوست اور سوزش اس کے گرد و پیش کے افراد اور چوپایوں پر بھی پڑتی ہے اور جلن کا احسان انہیں بھی ہوتا ہے۔ اس طرح ظلم و زیادتی اور معصیت کی نحوست دوسروں پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ظالم کے ظلم سے سرخاب پرندے بھی اپنے گھونسلوں میں دم توڑ دیتے ہیں۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، چوپائے اور جانور گناہ گار آدمیوں پر لعنت کرتے ہیں۔ چنانچہ جب بھی قحط کا دور دورہ ہوتا ہے اور بارش تھم جاتی ہے تو مویشی اور چوپائے زبان حال سے کہتے ہیں کہ یہ قحط سالی گناہ گار آدمیوں کی نحوست کا نتیجہ ہے۔ حوالہ: (العقوبات 271)



حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: زمین کے کیڑے مکوڑے یہاں تک کہ گبریلے اور بچھو بھی کہتے ہیں کہ ابن آدم کے گناہوں کی بدولت بارش کی بوندوں سے ہم محروم ہوئے۔ غور کا مقام ہے کہ گناہ گاروں کے گناہوں کی اس سے بڑی سزا کیا ہوگی کہ خود بے گناہ بھی انہیں لعنت ملامت کریں۔

حوالہ: (الداء والدواء 21)

5 گناہوں کی وجہ سے اولاد کا نافرمان ہونا

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جب تم اپنی اولاد میں ایسا عمل دیکھو جو تمہیں پسند نہ آئے تو تم اپنے رب کے سامنے حاضر ہو، گڑگڑاؤ اور معافی مانگو کیونکہ یہ ایسا عمل ہے جس سے تم خود مقصود ہو۔

حوالہ: (مسند احمد: 330/5)

6 گناہوں کی وجہ سے زمینی اور سماوی آفتوں کا نزول

جب معاشرے میں برائیوں کا چلن عام ہو جائے اور گناہوں کا تناسب حد سے بڑھ جائے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمینی اور سماوی آفتوں کا نزول بطور سزا شروع ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَكُونُ فِي أُمَّتِي قَذْفٌ وَمَسْخٌ وَخَسْفٌ قِيلَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَتٰى ذَاكَ؟ قَالَ : اِذَا ظَهَرَتِ الْمَعَازِفُ وَكَثُرَتِ الْقِيَانُ وَشُرِبَتِ الْخُمُورُ

"میری امت میں پتھروں کی بارش، صورتیں مسخ ہونے اور زمین میں دھنسنے کے واقعات رونما ہونگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایسا کب ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب باجوں اور گانے والی عورتوں کا عام رواج ہو جائے گا اور کثرت سے شراب پی جائے گی۔" اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ

لَيُمْسَخَنَّ قَوْمٌ وَهُمْ عَلٰى اَرِيْكَتِهِمْ قِرَدَةً وَخَنَازِيْرَ لِشُرْبِهِمُ الْخَمْرَ وَضَرْبِهِمْ بِالْبَرَاطِ وَالْقِيَانِ

"لوگ اپنے بستروں پر ہوں گے اور ان کے چہرے مسخ ہو جائیں گے، انہیں بندروں اور خنزیروں کی شکل میں بدل دیا جائے گا۔ اس کا سبب ان کا شراب پینا اور گانے باجے بجانا ہوگا۔"



7 بیماریوں کی کثرت اور صحت وعافیت سے محرومی

گناہوں کی کثرت کا ایک معاشرتی نقصان یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے گناہ گار معاشرے میں وبائی امراض کی کثرت ہوجاتی ہے اور ایسے ایسے مہلک امراض پیدا ہونے لگتے ہیں جن کا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔ یہ بیماریاں دراصل اللہ کی طرف سے ایک عذاب ہوتا ہے جو گناہوں کی پاداش میں نازل کیا جاتا ہے، جیسا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:



اِنَّ هٰذَا الْوَجَعَ اَوِالسَّقَمَ رِجْزٌ عُذِّبَ بِهٖ بَعْضُ الْاُمَمِ قَبْلَكُمْ ثُمَّ بَقِيَ بَعْدُ بِالْاَرْضِ فَيَذْهَبُ الْمَرَّةَ وَيَاْتِي الْاُخْرٰى

(1) ترمذی : کتاب الفتن : باب ماجاء فی علامة المسخ والخسف (ح2212)

(2) ذم الملاهی ، تاریخ دمشق (ج 12 ص 582) بحواله تحریم آلات الطرب ، ازالبانیؒ)

”یہ تکلیفیں اور بیماریاں درحقیقت وہ عذاب ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے تم سے پہلی قوموں کو سزا دی تھی۔ (عذاب الٰہی کی یہ شکل) اب بھی زمین پر باقی ہے، کبھی چلی جاتی ہے اور کبھی واپس آجاتی ہے۔“

حوالہ: (مسلم كتاب السلام حديث 2218)

8 9 گناہ کے اثرات اللہ والوں پر ظاہر ہوجاتے ہیں

حضرت خطاب عابد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کہ آدمی کوئی ایسا گناہ کرتا ہے جو اس کے اور اللہ کے درمیان مخفی ہوتا ہے اور کسی کو معلوم نہیں ہوتا پھر اس کے بھائی اس کے پاس آتے ہیں تو اس گناہ کا اثر اس پر دیکھتے ہیں۔



9 گناہ اور پریشانیاں

گناہوں کی وجہ سے پریشانیاں بڑھتی چلی جاتی ہیں چنانچہ حضرت معتمر بن سلیمان رحمہ اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔

کہ آدمی چھپ کر گناہ کرتا ہے پھر جب صبح ہوتی ہے تو اس گناہ کی ذلت اس پر باقی ہوتی ہے۔ حوالہ: (حلیه الاولیاء جلد 31/3)

حضرت حمید بن ھلال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

جب حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں نافرمانی عام ہوئی تو انسانوں پر مخلوقات غضبناک ہوگئیں حتیٰ کہ چیونٹیوں نے کہا، اے رب ہمیں ان پر مسلط کردے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ تم ان کا کیا کروگی؟ کیا بگاڑوگی؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم ان کے کانوں میں گھس جائیں گی۔

حوالہ: (العقوبات 59)

10 گناہ گار عزت سے نکل کر ذلت میں چلا جاتا ہے

حضرت ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جب بنی اسرائیل نے گناہ کیے تو ان پر روم کو مسلط کیا تو انہوں نے ان کی عورتوں کو لونڈیاں بنایا اس پر حضرت عزیر علیہ السلام رو دیئے اور فرمایا: یہ آپ کے دوست حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور حضرت ہارون علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اولاد ہیں پھر بھی تیرے نافرمان لوگوں کے غلام بن چکے ہیں۔

حضرت امام اعمش رحمہ اللہ ہانڈیاں بنانے والوں کے پاس سے گزرے تو فرمایا: انبیاء علیہم السلام کی اولاد کی طرف دیکھو گناہوں نے ان کو کس انجام تک پہنچا دیا ہے۔

حوالہ: (العقوبات: 54)

انسان گناہ کیوں کرتا ہے؟ 6 وجوہات

1 علماء نے لکھا ہے کہ گناہوں کی بنیادی وجہ ایمان کی کمزوری ہے۔ جتنا ایمان کمزور ہوتا ہے اتنا ہی انسان گناہوں کی دلدل میں دھنستا چلا جاتا ہے۔ ایمان کو مضبوط بنانے کا اہم ذریعہ علماء کی صحبت میں بیٹھنا یا تبلیغی بھائیوں کے ہمراہ اللہ کے راستے میں نکلنا ہے۔

2 گناہوں کے ارتکاب کی ایک وجہ یہ ہے کہ انسان گناہ کرتے ہوئے یہ بھول جاتا ہے کہ اس کا خالق اسے دیکھ رہا ہے اور دنیا میں اس گناہ کی سزا وہ اسے کسی بھی وقت دے سکتا ہے۔

3 گناہوں کی ایک وجہ انسان کا آخرت کو بھول جانا ہے کیونکہ بعض لوگ دنیا میں آ کر زندگی کی رنگینیوں میں اتنے مشغول ہو جاتے ہیں کہ وہ موت اور آخرت کو بھول جاتے ہیں۔

4 گناہوں کے ارتکاب کی ایک وجہ نفس کی اطاعت کرنا ہے۔ جو لوگ اللہ والوں کی صحبت میں نہیں بیٹھتے وہ نفس کو جانوروں کی طرح آزاد چھوڑ دیتے ہیں اور جو لوگ اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھنے کا اہتمام کرتے ہیں وہ نفس پر قابو پانے کے گُر سیکھ لیتے ہیں اور اس کی برکت سے ان کے لئے گناہوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔

5 گناہوں کی دلدل میں دھنسنے کا ایک ذریعہ دنیا بھی ہے کیونکہ آخر کار گناہ کی کثرت دنیا کی محبت ہی سے وابستہ ہے۔ عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ جو جتنا مالدار ہوتا ہے وہ اتنا ہی گناہوں کی دلدل میں دھنسا ہوتا ہے۔ دنیا سے بے رغبتی پیدا کرنے کے لئے ہمیں چاہئے کہ دنیا سے بے رغبتی کے موضوع پر لکھی گئی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

6 گناہوں کے ارتکاب کی ایک وجہ نظر کو جانوروں کی طرح آزاد چھوڑنا ہے کیونکہ جو جتنا نظر کو آزاد چھوڑتا ہے اتنا ہی وہ گناہوں میں دھنستا چلا جاتا ہے، اسی وجہ سے قرآن میں فتنے کے موضوع سے بیان کیا گیا ہے کہ جتنا اس سے بچ سکتے ہو بچو۔ حضور ﷺ نے بدنظری کرنے والے کے لئے لعنت اور جہنم کی وعید سنائی ہے اور علماء نے لکھا ہے کہ بدنظری زنا کی پہلی سیڑھی ہے۔ جو لوگ نظر کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں، انہیں چاہئے کہ احقر کی کتاب ''حفاظت نظر کے 50 انعامات'' کا مطالعہ کریں۔

گناہ ہو جانے کے بعد کیا کرے؟

1 گناہ سرزد ہو جانے کے بعد بندہ جلد از جلد توبہ کی طرف لپکے، اس لئے کہ توبہ کرنے میں تاخیر بذاتِ خود ایک جرم ہے جس پر علیحدہ سے توبہ کرنا ضروری ہے۔

2 توبہ کر لینے کے بعد بھی کوتاہی اور تقصیر کا احساس دل میں زندہ رہے، کہیں اس خوش فہمی کا شکار نہ ہو جائے کہ میری توبہ تو قبول ہو چکی ہے۔ اس طرح وہ نفس امارہ کی چالوں میں پھنس جائے گا، نتیجتاً اللہ تعالیٰ کے خوف سے محروم ہو جائے گا۔

3 اگر ممکن ہو تو جو حقوق اللہ اس کے ذمے رہ گئے ہوں انہیں ادا کر دے، مثلاً اگر اس نے سابقہ کئی سالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کی تو فوراً زکوٰۃ ادا کر دے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حق کے ساتھ ساتھ اس میں غریبوں، فقیروں اور محتاجوں کا حق بھی جمع ہے۔

4 اگر اسے یہ اندیشہ ہو کہ اگر میں اسی مقام پر رہائش پذیر رہا تو دوبارہ گناہوں میں ملوث ہونے کا خطرہ ہے تو وہ ایسا علاقہ چھوڑ کر کہیں اور جا بسے۔

5 ایسے دوستوں کی محفل سے کنارہ کشی اختیار کرے جو گناہ کا سبب بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ o

''وہ دن آئے گا (قیامت کا دن) تو متقیوں کو چھوڑ کر باقی سب لوگ ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔'' (الزُّخرف: 67)

قیامت کے روز برے دوست آپس میں ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے۔

سچی توبہ کے طلب گار ساتھی! ایسے برے دوستوں کو چھوڑ دو، ان سے تعلقات توڑ لو اور ان سے بچ کر رہو۔

6 جتنی بھی حرام قسم کی چیزیں اس کے پاس موجود ہوں انہیں ضائع کر دے۔ مثلاً نشہ آور اشیاء، گانے بجانے کے آلات، تصویریں، گندی فلمیں، فحش ناول اور مجسمے قسم کی چیزیں وغیرہ، ان سب کو توڑ پھوڑ کر جلا دے۔

7 اپنے لئے نئے اور نیک دوست تلاش کرے، جو اس کی پرانی محفل کا بدل بن جائیں اور برائی کی طرف دوبارہ پلٹنے میں رکاوٹ ثابت ہوں اور تلاوت و ذکر کی محفلوں میں بیٹھے، علم کی محفلوں میں حاضر ہو، اپنے وقت اور صلاحیتوں کو مفید کاموں میں خرچ کرے، اپنے آپ کو اتنا مصروف کر لے کہ شیطان اسے اس کا ماضی یاد دلا ہی نہ سکے۔

8 اپنے جسم کی طرف توجہ دے۔ اب تک جو جسم حرام پر پلتا رہا ہے اس کی ساری توانائیوں کو اب نیکی اور اچھائی میں خرچ کرے، حلال کمائے تا کہ یہ جسم حلال رزق کھا کر پروان چڑھے۔

گناہوں کی وجہ سے ظالم حکمران مسلط کر دیئے جاتے ہیں

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی کی طرف وحی فرمائی: جو شخص مجھے جانتا ہے اور پھر میری نافرمانی کرتا ہے میں اس پر ایسے شخص کو مسلط کر دوں گا جو مجھے نہیں جانتا۔

حوالہ: (العقوبات: 37)



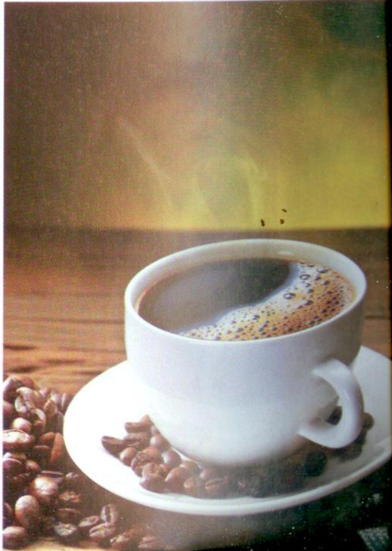


زنا کر کے ایڈز کے مرض میں مبتلا ہونے والا بدنصیب نوجوان

1 میں ایک دن سعودی عرب کے مشہور شہر ریاض کے تجارتی سینٹر میں واقع ایک ہوٹل میں بیٹھا چائے پی رہا تھا اور ساتھ ہی اخبار کے مطالعے کا سلسلہ بھی جاری تھا اتنے میں میرے قریب سے ایک انتہائی حسین وجمیل عورت گزری جو مٹک مٹک کر نخرے والے انداز سے چل رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ رک گئی اور کافی دیر تک مجھ پر نظریں جمائے رکھی۔ یہ کوئی حیرت کی بات نہیں، میں اپنے خاندان بھر میں انتہائی خوبصورت اور مضبوط جسامت کا مالک ہوں، جو مجھے دیکھتا ہے دیکھتا ہی رہ جاتا ہے۔

اس لیے میں نے اس عورت کو نظر انداز کر دیا اور دوسری بات یہ بھی تھی کہ آج کل ریاض کے مشہور ریسٹورینٹس اور مصروف مقامات پر پولیس کا گشت بڑھ گیا تھا، وہ ذرا سی مشکوک حرکت کو فوراً نوٹ کر لیتے، اس لیے میں نے اس کی جانب ذرا سی بھی توجہ نہیں دی۔

تھوڑی دیر بعد وہ قریب ہی گفٹ شاپنگ سینٹر سے کچھ چیزیں خریدنے لگی، اتنے میں، میں چائے پی کر فارغ ہوا اور اس سینٹر سے باہر نکلنے ہی لگا تھا کہ اس عورت نے مڑ کر دیکھا میں اس کے پاس سے گزر رہا تھا۔



اس نے مجھے اشارے سے اپنی طرف بلایا میں تو لباس اس کا زیور اور دیگر جواہرات پہنے دیکھ کر حیران ہوگیا، شاید کوئی بہت ہی امیر کبیر خاندان عورت ہے، مجھے بغیر کسی تمہید کے

کہنے لگی اگر آپ برا نہ مانیں تو اپنا موبائل نمبر دے سکتے ہیں، میں نے بلا تامل اپنا نمبر دہرایا جو اس نے اپنے موبائل میں محفوظ کر لیا۔ میں سوچ میں پڑ گیا کہ آخر اس عورت نے بغیر کسی شناسائی اور بغیر کسی مقصد کے میرا فون نمبر کیوں لے لیا ہے۔ دن بھر میں یہی سوچتا رہا۔

رات کے گیارہ بجے ہوں گے کہ ایک نامعلوم نمبر سے کال آئی جب میں نے اسے ریسیو کیا تو وہی عورت تھی جو دن کو شاپنگ سینٹر میں ملی تھی، بڑے میٹھے اور پیار بھرے انداز میں باتیں کرنے لگی اور کہنے لگی کہ:

إِنَّهَا مُطَلَّقَةٌ سَيِّدَةُ أَعْمَالٍ وَتَمْلِكُ أَمْوَالاً، وَتَبْلُغُ مِنَ الْعُمْرِ (٣١) وَإِذَا رَأَيْتُهَا كَأَنَّهَا فَتَاةٌ بِعُمْرٍ لَهُ (١٨) رَبِيعاً

"میرا تعلق ایک امیر خاندان سے ہے۔ خاوند سے نبھا نہ ہو سکا اس نے مجھے طلاق دے دی ہے، میں نے اس سے اس کی عمر پوچھی تو اس نے بتایا کہ 31 سال ہے، بظاہر وہ 20 سال کی نظر آ رہی تھی"

اس نے اپنا نام باعمہ بتایا، کافی دیر تک ہماری گفتگو کا سلسلہ جاری رہا، پھر اس نے اگلی رات فون کرنے کا کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا، میں دن بھر اس کے بارے میں سوچ سوچ کر بے چین بلکہ آسمان پر اڑتا ہوا خود کو محسوس کر رہا تھا اور اپنی قسمت پر نازاں تھا، کیونکہ میری عمر تو ابھی صرف 28 سال تھی، میں نے شادی بھی نہیں کی تھی۔



اگلی رات میں نے خود ہی اسے فون کر دیا میں نے محسوس کیا گویا وہ اسی انتظار میں تھی، آج کھل کے باتیں کرنے لگے، کافی دیر بعد وہ کہنے لگی کہ کل چھٹی کا دن ہے آؤ ہم فلاں ہوٹل پر اکٹھے کھانا کھائیں گے، اندھا کیا مانگے دو آنکھیں، میں نے نہ صرف حامی بھر لی بلکہ اس کے لیے انتہائی خوبصورت تحفہ خریدنے کا پروگرام بنانے لگا، میری تو اس وقت خوشی اور حیرانی کی انتہا نہ رہی، جب اگلے دن ملاقات پر اس نے بھی ایک قیمتی تحفہ پیش کر دیا اور یوں ہماری ملاقاتوں کا سلسلہ چل نکلا۔

ایک دن اس کا اچانک مجھے فون آیا اور کہنے لگی کہ آپ سے ضروری کام ہے کیا آپ فلاں ہوٹل میں مجھ سے مل سکتے ہیں؟ میں نے کہا میں سو بار حاضر ہوں اور ایک گھنٹے میں اس کے بتائے ہوئے ہوٹل میں پہنچ چکا تھا۔

وہاں کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد اس نے اپنے پرس سے مصر کے دارالخلافہ قاہرہ کا ہوائی جہاز کا ٹکٹ جو میرے نام پر تھا اس کے علاوہ تین دن قاہرہ کے مشہور فائیو اسٹار ہوٹل سمیر امیس میں قیام کی لیے میرے نام ریزرویشن کے علاوہ دس ہزار ریال کا کراسڈ چیک میرے حوالے کرتے ہوئے کہنے لگی کہ آپ کمپنی سے چھٹی لے کر کل قاہرہ چلے جائیں، آپ کی سمیر امیس ہوٹل میں تین دن کی بکنگ ہو چکی ہے۔

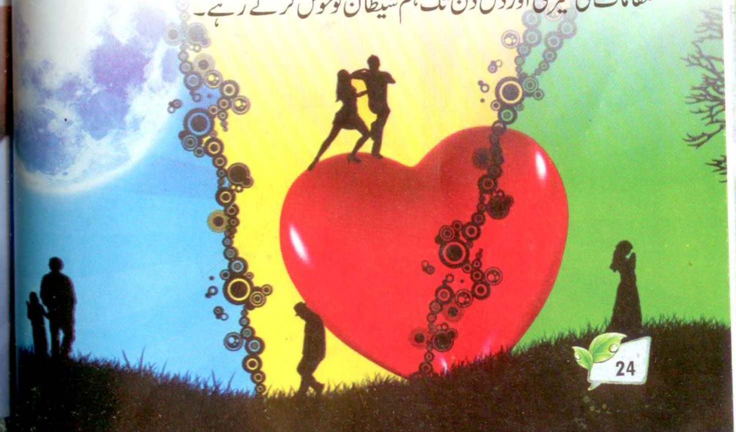


وہاں فلاں شخص سے اس فون نمبر پر رابطہ کرنا جو آپ کو ایک مشہور کمپنی کے ہیڈ آفس لے جائے گا، وہاں سے میرے لیے نئے ماڈل کے کچھ نئے سوٹ خرید کر لے آئیں اور یہ میری طرف سے اتھارٹی لیٹر بھی ہے مجھے امید ہے کہ یہ میرا کام دو گے۔

میں بے ساختہ بول اٹھا کہ آپ کے لیے جان بھی حاضر ہے۔ اگلے دن میں نے کمپنی سے چھٹی لے لی جو کہ بڑی مشکل سے ملی، میں پروگرام کے مطابق قاہرہ پہنچ گیا اور دیئے گئے نمبر پر جب رابطہ کیا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی، وہ کوئی اور نہیں بلکہ یہی عورت تھی میں تو ہکا بکا رہ گیا، اس پر وہ کہنے لگی کہ میں آپ کو سرپرائز دینا چاہتی تھی۔

اب آپ فلاں کمرہ نمبر میں آ جائیں، میں چند منٹ میں اس کمرے میں پہنچ گیا، دیکھا تو وہاں یہی عورت میری دوست ناعمہ تھی جو واقعی انتہائی قیمتی اور عمدہ و اعلیٰ لباس میں ایک شہزادی نظر آ رہی تھی، جسے دیکھ کر شیطان نہ صرف خوش بلکہ حیران ہوتا ہوگا اور کوئی بھی آدمی گناہ سے بمشکل بچ پاتا۔

وہاں وہ مجھ سے کھیلنے اور اٹھکیلیاں کرنے لگ گئی اور پھر ہم تمام حدود پار کر گئے، میں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرامین کو یکسر بھلا دیا۔ وہیں سے میں نے اپنی چھٹی میں اضافے کی درخواست کمپنی کو بھیج دی اور پھر دس دن ہم نے خوب مصر کے تمام قابل ذکر مقامات کی سیر کی اور دس دن تک ہم شیطان کو خوش کرتے رہے۔

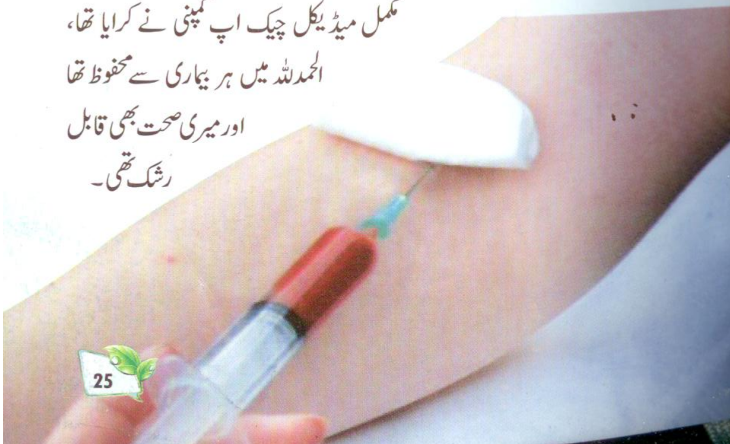


دس دن بعد ہم ایک ہی فلائٹ سے ریاض واپس آ گئے، یہ ہمارا ایک تاریخی اور تصوراتی سفر تھا، اس کے بعد تو ہمارے تعلقات میں ہر گزرتے دن کے ساتھ ساتھ اضافہ ہی ہوتا جا رہا تھا، میرے ان تعلقات کا میرے بڑے بھائی کو علم ہوا، انہیں سن کر کافی دھچکہ لگا، انہوں نے مجھے بہت سمجھایا مگر میں نے سوچا کہ ہر آدمی اپنے بارے میں دوسرے سے زیادہ بہتر فیصلہ کر سکتا ہے۔

اس دوران میرے والد بھی فوت ہو گئے، مگر مجھ پر کوئی خاص اثر نہ پڑا، ہم نے ان دو برسوں میں سعودی عرب کے تمام قابل ذکر مقامات کی اکٹھی سیر کر لی تھی کسی کو بھی معلوم نہیں تھا کہ ہمارا آپس میں کیا تعلق ہے۔

ایک دن میں اپنے بڑے بھائی کے ہمراہ کار میں کہیں جا رہا تھا کہ اچانک گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا، مجھے تو خاص چوٹ نہ آئی مگر میرے بھائی شدید زخمی ہو گئے، ان کا کافی خون بہہ گیا تھا۔ انہیں فوراً قریبی اسپتال پہنچایا، ڈاکٹروں نے ان کے لیے خون مانگا چونکہ میرا اور بھائی کے خون کا گروپ یکساں تھا، اس لیے میں اپنا خون دینے کے لیے تیار ہو گیا۔

ڈاکٹر نے میرا خون لینے سے پہلے معمولی مقدار ٹیسٹ کرنے کے لیے نکالی تا کہ چیک کیا جائے کہ مجھے کوئی بیماری تو نہیں، میں تو اپنی جگہ بڑا مطمئن تھا کیونکہ تین سال قبل میرا مکمل میڈیکل چیک اپ کمپنی نے کرایا تھا،
الحمدللہ میں ہر بیماری سے محفوظ تھا
اور میری صحت بھی قابل
رشک تھی۔



تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر صاحب میرے خون کی ٹیسٹ رپورٹ لے کر میرے پاس آئے ان کا چہرہ کچھ پریشان سا تھا، میں نے پوچھا کہ کیا میرے بھائی کی حالت خطرے سے تو باہر ہے نا۔ ڈاکٹر صاحب کہنے لگے ابھی اس کا تو ہمیں پتہ نہیں البتہ آپ کی حالت ضرور خطرے سے باہر نہیں، بلکہ خطرے کے اندر ہے، میں تو حیران رہ گیا اور پوچھا کہ کیا مطلب۔

فَقَالَ لِیَ الطَّبِیْبُ اِنَّ دَمَکَ مُلَوَّثٌ بِمَرَضِ الْاَیْدِزِ الْخَبِیْثِ

"ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ آپ کے خون میں ایڈز کے جراثیم سرایت کر چکے ہیں"



یہ سن کر تو مجھ پر بجلی گر گئی، ہائے کاش میں اسی وقت مرجاتا۔ ہائے کاش زمین اسی وقت پھٹ جاتی اور میں اس میں دفن ہو جاتا اور میں بے ہوش ہو کر گر پڑا، جب کافی دیر بعد مجھے ہوش آیا تو میرا جسم تھر تھر کانپ رہا تھا کہ کیا میں واقعی اس بھیانک ترین مرض کا شکار ہو چکا ہوں، جس کا دنیا بھر میں کوئی علاج نہیں، اس کا مریض سسک سسک کر دم توڑ جاتا ہے، ایسے مریض کی اولاد، بیوی اور متعلقین کو بھی یہ مرض سرایت کر جاتا ہے۔

میں نے ڈاکٹر سے پوچھا کہ یہ مرض کب سے اور کتنا شدید ہے۔

وَقَالَ لِیَ الطَّبِیْبُ اَنْتَ غَیْرُ مُصَابٍ وَلٰکِنَّکَ حَامِلٌ لِّلْمَرَضِ فَقَطْ وَسَوْفَ یَسْتَمِرُّ مَعَکَ اِلٰی مَدَی الْحَیَاةِ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ

"ڈاکٹر نے بتایا کہ یہ مرض آپ کو کسی دوسرے سے لگا ہے، آپ میں از خود پیدا نہیں ہوا اور اس کا کوئی علاج نہیں یہ آپ کی آخری سانس تک آپ کے ساتھ رہے گا"



دو دن بعد اس کار حادثہ کی وجہ سے میرے بھائی فوت ہو گئے۔

مجھے اس پر بہت دکھ ہوا، کیونکہ وہ صرف میرا بھائی ہی نہیں بلکہ میرے دوست اور ہمدرد، خیر خواہ تھے، انہوں نے کئی بار مجھے اس عورت کی دوستی سے منع کیا تھا مگر میں باز نہ آتا تھا، آج اس جرم کی سزا مجھے ساری زندگی بھگتنی پڑے گی۔

بھائی کی وفات کے دس دن بعد ناعمہ کا فون آیا، کہنے لگی میری جان تم کہاں ہو، کافی دن گزر گئے، ملاقات نہیں ہوئی میں تو اس کی آواز ہی سن کر جل بھن اٹھا اور کہنے لگا کیا بھونکنا چاہتی ہو، وہ تو حیران رہ گئی، اسے میرے ایسے انداز تکلم کی قطعاً کوئی امید نہ تھی، پھر بھی کہنے لگی، آپ سے کب ملاقات ہو سکتی ہے، میں نے کہا اب زندگی بھر نہیں ہو سکے گی، وہ پوچھنے لگی کہ آخر کیا ہوا، میں نے اس کو صاف صاف بتا دیا کہ تجھ سے محبت تو بہت ہے، مگر تم میں سے ملاقات نہیں کر سکتا، کہنے لگی کیوں کیا ہوا میں نے اسے سارا قصہ سنا ڈالا۔

وہ پوچھنے لگی کہ کیا آپ کی کسی اور لڑکی سے بھی دوستی ہے، میں نے کہا نہیں صرف تم سے دوستی کی تھی، جس کی سزا اب موت تک بھگتنی پڑے گی، پھر اس نے پوچھا کہ کبھی تم نے کسی کا خون خود کو لگوایا ہے، میں نے بتایا کہ نہیں بلکہ دوسروں کو میں نے کئی بار خون دیا ہے مگر خود کبھی خون نہیں لگوایا۔ . .





یہ سن کر وہ ہنستے ہوئے کہنے لگی پھر تو میرا مقصد پورا ہو گیا، مجھے تو سخت طیش آ گیا اور
پوچھا کہ کونسا مقصد تمہارا پورا ہوا۔

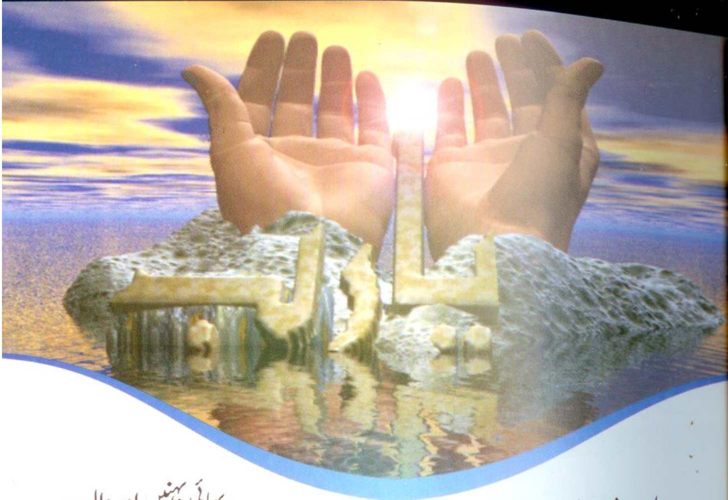
فَقَالَتْ: أُرِيْدُ أَنْ أَنْتَقِمَ مِنْ جَمِيْعِ الشَّبَابِ الَّذِيْنَ كَانُوْا السَّبَبَ فِيْ نَقْلِ الْمَرَضِ لِيْ وَسَيَرَوْنَ ذٰلِكَ وَأَنْتَ أَوَّلُهُمْ

''وہ کہنے لگی کہ میں تو ان تمام نوجوان سے انتقام لینا چاہتی ہوں جن کے سبب مجھے ایڈز لاحق ہوا اب میں اس کا بدلہ دوسروں کو اس مرض میں مبتلا کر کے لینا چاہتی ہوں اور تم میرا پہلا شکار ہو''

باقی کئی نوجوان اس وقت پراسس میں ہیں، انہیں بھی اس وقت پتہ چلے گا جب ان کا بھی کام پورا ہو چکا ہوگا۔ اس کے بعد اس نے مجھے ایک بہت غلیظ سی گالی دی اور فون زور سے بند کر دیا۔



اس کے بعد سے میں ایک زندہ لاش جیسی زندگی گزار رہا ہوں، میری عمر 32 سال ہو چکی ہے، ابھی تک میں نے شادی نہیں کی یہ مرض 29 سال کی عمر میں لگ گیا تھا، اس وقت اگر اس عورت سے واقفیت نہ ہوتی تو رشتے کی بات چل رہی تھی، جلد ہی شادی ہو جاتی، مگر اس عورت کے چکر میں پڑ کر اس لڑکی سے رشتہ کی بات ہی ختم کر دی تھی۔



اب میرے بھائی بہنیں اور والدہ شادی پر پُرزور اصرار کر رہے ہیں مگر میں یہ بیماری دوسروں میں منتقل نہیں کرنا چاہتا اور نہ ہی اپنی اولاد کو پہلے ہی دن سے ایڈز کا مریض دیکھنا چاہتا ہوں، میری کمپنی کے تمام دوست احباب بھی مجھے شادی پر مجبور کر رہے ہیں، مگر میں کسی کو بتا نہیں رہا کہ شادی نہ کرنے کی کیا وجہ ہے اور اب میرا وزن 68 کلو سے کم ہو کر صرف 55 کلو رہ گیا، میرا چہرہ زرد پیلا اور جسم لاغر ہاتھوں میں رعشہ اور چلتے وقت ٹانگیں کانپنے اور سانس پھولنے لگ جاتا ہے۔

اب مجھے پتہ نہیں کہ کب مروں گا، مگر چند ہی برسوں میں یعنی تین یا چار برسوں کے اندر اندر مر جاؤں گا، اب میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ کر توبہ کر چکا ہوں، نماز پانچ وقت باجماعت پڑھنا شروع کر دی ہے، بلکہ قرآن حفظ کرنا بھی شروع کر دیا ہے۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ کس شام میری زندگی کا چراغ گل ہو جائے اور میرا مقدر قبر کی تاریکی بن جائے۔

اس لیے تمام مسلمانوں اور دنیا بھر کے انسانوں تک اپنا آخری پیغام اس تحریر کی صورت میں پہنچانا چاہتا ہوں، خدا کے لیے اپنی جان پر رحم کریں اور غلط کام کر کے خود کو زندہ در گور نہ کریں۔

حوالہ: (قصص أبكتني 29 تا 32)

جب ایک عرب داعی عالم دین کو شراب پلائی گئی

2 اگرچہ ہمارے علاقے میں کافی مسلمان رہتے تھے ان میں زیادہ تر تعداد عرب ممالک سے حصول علم کے لئے آئے ہوئے طالب علموں کی تھی مگر وہ بھی یورپ کے چونکہ آزاد اور آوارہ ماحول کے ہاتھوں رنگ گئے، دینی تعلیمات پر عمل کرنا تو دور کی بات جمعہ کی نماز بھی نہیں پڑھتے تھے، شاید چند ہی ایسے لوگ تھے جو اپنے گھر یا کمرے میں تنہا نماز پڑھ لیتے تھے، اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ یہاں کوئی مسجد نہیں تھی اور نہ ہی کوئی نماز پڑھانے والا امام۔

اسی دوران ایک عربی عالم ہمارے علاقے میں آگئے، انہوں نے نوجوانوں کو دین کی طرف راغب کرنے کے لیے اپنے گھر میں درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا، نوجوان کو نماز کی تلقین کی، نوجوانوں نے مسجد اور امام کا بہانہ بنایا، اس عربی عالم نے ایک خالی جگہ پر نماز خود پڑھانا شروع کردی کچھ ہی عرصے میں نمازیوں کی تعداد کافی ہوگئی۔

یہ عربی عالم ہر سال یکم رمضان کو علاقے کے تمام مسلمانوں کی دعوت کرتا انہیں کھانا کھلانے کے بعد رمضان کے فضائل بیان کرتا اور دینی مسائل سکھاتا، ایک دفعہ رمضان ہی میں ایک عرب نوجوان نے اس عربی عالم کی اپنے فلیٹ پر دعوت کی جو اس نے بخوشی قبول کرلی، یہ نوجوان بہت بڑا خوش طبع مزاحیہ اور بعض اوقات حد سے زیادہ مذاق کرتا تھا۔



اس نے دعوت میں اپنے کچھ دوستوں کو بھی بلا رکھا تھا، جب مغرب کی اذان ہوئی تو عرب عالم نے کھجوروں سے روزہ کھولا حالانکہ دسترخوان پر عمدہ سے عمدہ چیزیں رکھی گئی تھیں، اس کے بعد میزبان نے ایک گلاس شربت عرب عالم کو دیا۔



نوجوان کہنے لگا جی ہاں اس کا عجیب ذائقہ ہے، جوس کی ایک نئی کمپنی نے اپنی مشہوری کے لیے ایک نئی پراڈکٹ متعارف کروائی ہے اور انہوں نے بتایا ہے کہ اس کا ذائقہ دوسرے تمام مشروبات سے زیادہ مختلف اور اچھا ہے۔

عربی عالم نے نوجوان کی بات کو درست اور سچ سمجھتے ہوئے پورا گلاس پی لیا، پھر شیخ اٹھے اور مغرب کی نماز باجماعت پڑھائی اس کے بعد پھر کھانے پر آکر بیٹھ گئے جب کہ اکثر مہمانوں نے جو کہ نوجوان ہی تھے، نماز نہیں پڑھی اور وہ باہر خوب ہنسے اور تالیاں بجا کر خوشی کا اظہار کیا، گویا انہوں نے کوئی معرکہ سر کرلیا ہو، نوجوان میزبان نے نماز کے بعد ایک اور مشروب کا گلاس عالم کو تھما دیا وہ اسے بھی پی گئے۔

جب دوسرا گلاس پی کر فارغ ہوئے تو وہ نوجوان بولا:

أَهْلًا بِكَ يَا شَيْخُ ... لَقَدْ شَارَكْتَنَا الإِفْطَارَ عَلَى الْخَمرِ

''مبارک ہو شیخ صاحب، آج تو آپ نے روزہ شراب سے افطار کیا ہے''

ہم نے اس مشروب میں وہسکی شراب ملائی تھی، تب ہی اس کا ذائقہ تبدیل تھا اور پھ
کھلکھلا کر ہنسنے لگا، جسے دیکھ کر اس کے دوست بھی ہنسنے لگے، مگر یہ بات سن کر عربی عالم
ایک قسم کی کپکپی اور لرزہ سا طاری ہو گیا، ان کا جوڑ جوڑ کانپ رہا تھا، ان کا رنگ بدل چکا تھا
اتنے میں انہوں نے اپنے منہ میں انگلی ڈالی اور جو کچھ کھایا پیا تھا اسی کے فلیٹ میں
تمام حاضرین کی موجودگی میں اسی قیمتی قالین پر قے کر دی اور پھر دھاڑیں مار مار کر رو
لگ گئے، آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور ہچکی بندھ گئی اور پھر اس نوجوان کو مخاطب کر کے
کہنے لگے کیا:

أَلَا تَخَافُ اللّٰه يَا رَجُلُ أَنَا صَائِمٌ وَفِيْ أَيَّامِ رَمَضَانَ الْمُبَارَكَةِ...
وَتَدْعُوْنِيْ إِلٰى بَيْتِكَ لِتَضْحَكَ عَلَيَّ... أَعَلَى الْخَمْرِ أُفْطِرُ

''تجھے خدا کا خوف نہیں ہے، میں نے رمضان کا روزہ رکھا اور تو نے مجھے شراب پلا دی تو نے مجھ پر ہنسنے کے لیے ہی اپنے گھر دعوت دی تھی''

تو نے میرے ساتھ جو کیا یہ مہمان نوازی کے اصول کے خلاف ہے اس کا احساس تو کافروں کو بھی ہوتا ہے وہ اس چیز کا خیال رکھتے ہیں، تمہارے ان ہی بداعمالیوں اور بدکرداری کی وجہ سے فلسطین تباہ ہو رہا ہے۔



میں دعوے سے کہتا ہوں کہ یورپی اور مغربی کافر بھی تجھ سے اچھے ہیں وہ مجھے پہلے آگاہ کر دیتے ہیں کہ فلاں چیز میں شراب یا دوسری کوئی حرام چیز ملی ہے۔ تو صرف نام کا مسلمان ہے تو نے مجھے دھوکہ دیا، تو نے یہ صرف اس لیے کیا کہ دوسرے نوجوانوں کے سامنے میرا انداق بنے اور یہ تمسخر اڑائیں، اللہ تجھ پر اپنی پکڑ ڈالے، عالم نے بددعا دی۔ یہ سن کر اس نوجوان کے ہاتھوں سے طوطے ہی اڑ گئے، تمام مہمانوں کی نگاہیں اس کی جانب دیکھ رہیں تھیں۔

عربی شیخ کے منہ سے غصے میں جھاگ نکل رہے تھے۔ اس پر اس نوجوان نے اپنا سر جھکا لیا اور اس کے چہرے پر ندامت اور شرمندگی نظر آنے لگی اور پھر کہنے لگا سوری مجھے معاف کر دو میں آپ کا احترام کرتا ہوں یہ میں نے بس ویسے ہی مذاق کر لیا تھا، غلطی ہو گئی اور پھر کچھ دیر خاموش رہ کر کہنے لگا، آپ کرسی پر بیٹھیں میں خود قالین دھوتا ہوں اور آپ کے لیے کھانا لاتا ہوں مہربانی فرما کر اب رونا بند کریں، میں اپنا جرم اور غلطی تسلیم کرتا ہوں جس پر میں سخت نادم اور شرمندہ ہوں۔

اس کے بعد محفل پر سناٹا چھا گیا، وقفہ وقفہ سے عربی عالم کی ہچکی اور رونے کی آواز سکوت توڑ جاتی تھی، شیخ کہنے لگے میں تجھے کیسے معاف کر دوں، تو نے جان بوجھ کر مجھے شراب پلا دی ہے، تجھے معلوم بھی ہے کہ یہ حرام ہے، اس وقت تو سارے حاضرین حیران رہ گئے، جب عربی عالم اسی محفل میں سجدے میں گر گئے اور کہنے لگے:



رَبَّاهُ إِنَكَ تعلَمُ أَنَّنِيْ لَمْ أَشْرَبْ حرَاماً طِيْلَةَ حَيَاتِيْ... رَبَّاهُ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنَّنِيْ قَضَيْتُ فِيْ هٰذَا الْبَلَدِ خَمْسَ سَنَوَاتٍ... لَمْ أَقْرَبْ فِيْهَا لَحْماً... لِأَنَّ هُنَاكَ شُبْهَةٌ فِيْ ذِبْحِهٖ... رَبَّاهُ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنَّ مَا شَرِبْتُهُ الْيَومَ لَمْ يَكُنْ بِعِلْمٍ مِّنِّيْ... اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ.. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ... اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْهُ نَاراً فِيْ جَوْفِيْ... اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ النَّارَ تَصِلُ إِلٰى جَوْفِيْ بِسَبَبِ خَمْرَةٍ شَرِبْتُهَا وَلَمْ أَدْرِ مَا هِيَ"... رَبِّ أَطْلُبُ مِنْكَ الْغُفْرَانُ... فَاغْفِرْلِيْ يَا رَبِّ

"اے میرے مالک اے میرے خالق اے میرے خدا تو جانتا ہے میں نے پوری زندگی شراب کو ہاتھ نہیں لگایا اے اللہ تُو جانتا ہے میں نے اس یورپی شہر میں پانچ برس گزار دیئے ہیں مگر میں نے یہاں کا گوشت محض اس لیے نہیں کھایا کہ مجھے ان کے ذبح کے طریقے میں شک ہے۔

اے اللہ تجھے معلوم ہے کہ آج مجھے میری مرضی کے خلاف اور دھوکے سے شراب پلا دی گئی ہے، اے اللہ مجھے معاف فرما دے، اے اللہ مجھے معاف فرما دے، اے اللہ میرے پیٹ کو اس شراب پینے پر جہنم کا ایندھن نہ بنانا۔ اے اللہ مجھے معاف فرما مجھ سے درگزر فرما، ابھی شیخ سجدے میں تھے کہ اس نوجوان کا ایک انگریز دوست اٹھا اور آ کر عربی عالم کے پاس کھڑا ہوگیا، اس کا نام جیمز تھا۔



اتنے میں شیخ بھی سجدے سے اٹھے اور اپنی آنکھوں سے آنسو صاف کرنے لگے تھے کہ جیمز کہنے لگا، مسٹر شیخ آپ گواہ رہنا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا للّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ یہ اس زوردار انداز سے اس انگریز نے پڑھا کہ نہ صرف حاضرین بلکہ کمرے سے باہر بیٹھے نوجوان بھی سن کر حیران رہ گئے، وہ بھی کمرے میں آئے۔

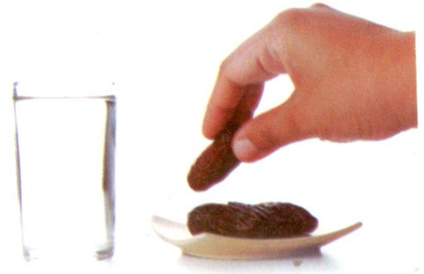
جیمز کہنے لگا: لَقَدْ أَسْلَمْتُ عَلٰى يَدَيْكَ يَا شَيْخُ فِيْ هٰذِهِ اللَّحْظَةِ ...

"شیخ ہاتھ بڑھائیں میں ابھی ابھی آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرتا ہوں۔

مین آپ کا اسلامی بھائی بننا چاہتا ہوں، میرا اسلامی نام رکھیں" میں آپ کے ساتھ ہوں یہ کہہ کر جیمز رونے لگا، اسے دیکھ کر شیخ بھی رونے لگ گئے اور ان دونوں کو دیکھ کر فلیٹ کا نوجوان میزبان اور اس کے تمام مہمان دوست بھی آبدیدہ ہوگئے، پورا ماحول سوگوار ہوگیا۔

جب جیمز کا رونا تھما تو وہ پرسکون ہو کر بیٹھا پھر تمام نوجوان دوستوں کو مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ تم یہاں سب اپنے اپنے شغل میں لگے ہوئے تھے، تم گپے لگا رہے تھے، ہنس رہے مگر میں یہاں کسی اور سوچ میں منہمک تھا۔





جب مجھے یہاں پہنچ کر پتہ چلا کہ دعو
میں ایک عربی شیخ بھی آئیں گے میں
سوچنے لگا کہ اس کا اپنا آبائی وطن
ہزاروں کلومیٹر دور ہے، یہاں کا ماحول
اس کے اپنے ماحول سے یکسر مختلف ہے
مگر اس کے باوجود وہ روزہ رکھے ہوئے تھے، میں خود سے پوچھنے لگا کہ آخر یہ کیوں روز
رکھے ہوئے ہے کیوں اس نے کھانا پینا بند کر دیا ہے کیوں بھوک پیاس کی شدت پورا دن
برداشت کر رہا ہے۔

اور افطاری کے وقت جب انہیں انواع واقسام کے فروٹ سے تلاش کر کے کھجو
نکال کر کھاتے دیکھا تو مجھے حیرت ہونے لگی۔ کیونکہ یہ ان کے نبی ﷺ کی سنت ہے
حالانکہ کھجور گرم خطے کی پیداوار ہے اور یہاں نایاب ہے، اس کے بعد میں نے دیکھا کہ
انہوں نے کھانا نہیں کھایا اور نماز شروع کر دی۔

تمام حاضرین کو دستر خوان پر بیٹھے چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر انتہائی آرام اور
سکون سے نماز پڑھی، میں ان کی ایک ایک حرکات کا گہری نظر سے جائزہ لیتا رہا، ان کے
ساتھ صرف چند ہی لوگوں نے نماز پڑھی باقی تمام کھانے اور اس کے بعد کھیل کود اور مذاق
میں لگ گئے۔ انہوں نے نماز کے بعد بڑے ہی آرام سے دعا مانگی اور کچھ دیر خدا کو بیٹھے یاد
کرتے رہے۔ پھر جب ان کو شراب پلائے جانے کا علم ہوا تو:

وَالْأَعْجَبُ مِنْ كُلِّ مَا تَقَدَّمَ... أَنَّهُ يَضَعُ إِصْبَعَهُ فِي فَمِهِ لِيَتَقَيَّأَ
الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ الَّذِي بِهِ خَمْرٌ... غَيْرَ مُبَالٍ أَوْ مُهْتَمٍّ بِأَنَّهُ يَتَقَيَّأُ
أَمَامَ نَاسٍ وَفِي غُرْفَةٍ!!... وَعَلَى سَجَّادَةٍ فَاخِرَةٍ نَظِيفَةٍ

”مجھے سب سے زیادہ اس پر تعجب ہوا کہ انہوں نے فوراً اپنے منہ میں انگلی ڈال کر
قے کر دی اور سب کچھ کھایا ہوا اگل دیا، انہیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں تھی کہ
سارے لوگ موجود ہیں اور نیچے انتہائی قیمتی قالین بچھی ہے“

ان کا یہ ردعمل فطرتی تھا، کیونکہ جب انہیں شراب پلائے جانے کا علم ہوا تو وہ ایک
سانپ کے ڈسے ہوئے شخص کی طرح فوراً تڑپنے لگے، رونگٹھے کھڑے ہوگئے، آنکھوں سے
آنسو جاری ہوگئے، اس اسٹیج پر آدمی اس وقت پہنچتا ہے جب آدمی خود کو اپنی محفل اور اپنے
ساتھ بیٹھنے والوں کو بھول جائے اور اسے صرف اور صرف اس کا رب ہی نظر آرہا ہو۔

تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ میں نے اسلام کا وسیع مطالعہ کیا ہے اور جب سے تم سے
دوستی ہے اسلام سے کافی واقفیت ہوگئی ہے، مگر میں ہمیشہ اصل مسلمان کو تلاش کرتا رہا تم
سب اسلام اور دینی باتیں تو خوب کرتے ہو مگر اس کے باوجود بھی تم میری ہی طرح بے
دین ہو، شراب پیتے ہو، جوا کھیلتے ہو جو کام ہم عیسائی کرتے ہیں وہ سب تم بھی کرتے ہو تم
میں اور عیسائی میں ذرا برابر بھی کوئی فرق نہیں۔

مگر آج میں نے ایک حقیقی مسلمان کو دیکھا ہے تو
مجھے اپنے جذبات پر قابو نہ رہا، میں نے آج
صحیح معنوں میں ایک مسلمان دیکھا ہے، آج
مجھے پتہ چلا ہے کہ محمد ﷺ سے سچی محبت
کیا ہوتی ہے، آج میں نے باتوں کے
بجائے عمل اور کردار کو دیکھا ہے۔



یہ کہہ کر جیمز کچھ دیر خاموش ہوا اس کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگ چکا تھا اور پھر عربی عالم سے کہنے لگا آپ مجھے نماز سکھا دیجئے آج سے میں آپ کا بھائی ہوں، اللہ کا شکر ہے جس نے آج مجھے حقیقی مسلمان دکھا دیا۔

سارے حاضرین حیران اور ہکا بکا کھڑے جیمز کی باتیں سن رہے تھے، اس کے بعد شیخ نے اسے گلے لگا کر اسے دوبارہ کلمہ پڑھایا اور اس کا اسلامی نام محمد رکھ دیا۔

عربی شیخ اپنے میزبان سے کہنے لگے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اسْتَجَابَ دُعَائِيْ... وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدٰى مُسْلِماً عَلٰى يَدَيَّ وَلَأَنْ يَهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلاً وَّاحِداً خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا

"خدا کا شکر ہے اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمالی اور میرے ہاتھ پر ایک کافر مسلمان ہو گیا، کیونکہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ: اگر تمہاری وجہ سے ایک بھی کافر کو ہدایت مل جائے تو یہ تمہارے لیے دنیا و مافیہا سے بہتر ہے"

بیٹے جو کچھ میں نے کہا مجھے معاف کر دینا، اللہ تجھے معاف کر دے میں نے تجھے معاف کر دیا یہ سن کر وہ نوجوان اب زار و قطار رونے لگ گیا اور کہنے لگا کہ میں آج ہی آپ سے وعدہ کرتا ہوں میں کوئی بھی نماز قضاء نہیں کروں گا اور نہ شراب پیوں گا اور میں نے آپ کی جو گستاخی کی ہے اس کے کفارے کے لیے میں اس سال حج کروں گا یہ سن کر عالم نے اسے بھی گلے لگایا اور خوش ہو گئے اور کھانا کھانے بیٹھ گئے۔ حوالہ: (قصص ابکتنی 143 تا 147)



جلد بازی پر موت تک وہ افسوس کرتا رہا

3 ایک لڑکے نے میٹرک کا امتحان بورڈ میں نمایاں نمبروں سے پاس کیا اور پہلی پوزیشن حاصل کی، باپ اسے کہنے لگا کہ میں تمہیں منہ مانگا انعام دوں گا کیا چاہتے ہو، بیٹا بولا مجھے گاڑی چاہئے، باپ نے کہا:

وَاللّٰهِ لَأُحْضِرُ لَكَ شَيْئاً أَغْلٰى مِنَ السَّيَّارَةِ.. فَفَرِحَ الْوَلَدُ وَلٰكِنَّ الْأَبَ قَالَ عَلٰى شَرْطِ أَنْ تَتَخَرَّجَ بِنَسْبَةٍ تُمَاثِلُهَا أَوْ تَكُونَ أَعْلٰى مِنْهَا

"ٹھیک ہے گاڑی کے لیے یہ شرط ہے کہ تم ایف اے میں بھی اعلیٰ نمبر حاصل کرو تو میں تمہیں گاڑی بھی خرید کر دوں گا"

اس لڑکے نے خوب محنت کی ایف اے میں بھی اس نے پورے بورڈ میں پہلی پوزیشن حاصل کی، رزلٹ سن کر وہ خوشی خوشی گھر آیا مگر ابھی تک اس کے والد دفتر سے نہیں آئے تھے، والدہ کو اپنا نتیجہ بتایا اور والد کا انتظار کرنے لگا۔ والد کو بھی فون پر اطلاع اس کی ماں نے دے دی تھی۔

جب اس کا والد آیا اسے مبارک باد دی اور اسے خوبصورتی سے پیک کیا گیا، قرآن کریم کا تحفہ دینے لگا، بیٹے نے کہا کہ اتنی محنت کا یہ انعام مجھے قرآن دیتے ہیں اس نے وہ والد کو واپس کر دیا اور کہنے لگا کہ اب میں واپس نہیں آؤں گا، یہ کہہ کر وہ گھر سے بھاگ گیا۔



اس دوران اس کے والد بیمار ہو کر فوت ہو گئے، اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ میرے بیٹے نے میری بات ہی نہیں سنی، مگر نہ جانے وہ اب کہاں چلا گیا۔ والد کے انتقال چھ ماہ بعد لڑکا خود ہی واپس آ گیا۔

اس کو اپنے والد کی وفات کا بہت دکھ تھا ایک دن اس نے قرآن کریم کی تلاوت کرنے کے لیے قرآن تلاش کیا مگر اس کے کمرے میں قرآن نہ تھا، اسی دوران اسے والد کی طرف سے دیا جانے والا قرآن کا پیک تحفہ اسی حالت میں کمرے میں پڑا نظر آیا، جب اسے پڑھنے کے لیے کھولا تو:

فَإِذَا بِهٖ يُفَاجَأُ أَنَّ الْمُصْحَفَ مَا هُوَ إِلَّا عُلْبَةً وَدَاخِلَهُ مِفْتَاحُ السَّيَّارَةِ

''وہ حیران رہ گیا وہ تو صرف بند ڈبہ تھا جس میں گاڑی کی چابی گاڑی کے کاغذات سمیت خوبصورتی سے سجا کر رکھی گئی تھی اس پر قرآن کا کور صرف خوبصورتی کے لیے تھا''



حوالہ: (قصص ابکتنی 170 تا 171)



جیسی کرنی ویسی بھرنی

4 میں بیرون ملک سے واپس آنے والی پرواز کے مسافروں کے سامان کی چیکنگ کیا کرتا تھا میرا انچارج ایک عیسائی تھا ایک دفعہ پتہ چلا کہ ایک تاجر کے سامان سے حشیش برآمد ہوئی ہے جس پر اس انچارج نے اس خاندان کے دیگر افراد گرفتار کر لیا اور:

وَخُصُوصاً الزَّوْجَةَ الَّتِي تَبَوَّلَتْ مِنْ هَوْلِ الْمُفَاجَأَةِ وَالْبَغْتَةِ، فَسَخِرَ مِنْهَا الضَّابِطُ وَاعْتَدَىٰ عَلَيْهَا بِالضَّرْبِ

''تاجر کی بیوی جو اس کے ہمراہ تھی کو اس قدر مارا کہ پیشاب خطا ہو گیا۔ جسے دیکھ کر وہ ہنسنے لگا اور پھر دوسرے لوگوں کو بلا کر دکھانے لگا جس پر یہ عورت بہت شرمندہ ہوئی''

اس تاجر کا کیس عدالت میں بھیج دیا گیا۔

اس کے بعد میں نے یہ ملازمت چھوڑ دی، کافی عرصے بعد ایک بار میں عمرہ کرنے مکہ گیا، عمرے سے فارغ ہو کر میں خانہ کعبہ میں بیٹھا تھا کہ دیکھا کہ میرے قریب ایک شخص زار و قطار روتا جا رہا ہے، مجھے اس کی آواز کچھ مانوس سی لگی میں اس کے قریب چلا گیا مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ شاید اسے میں نے کہیں دیکھا ہو، مگر مجھے یاد نہیں آ رہا تھا۔

جب وہ دعا سے فارغ ہوا تو میں نے اس سے اس کا نام پوچھا تو کہنے لگا آپ کو
ہوگیا ہے، اتنا جلدی بھول گئے ہو اور پھر مجھے میرا نام لے کر مخاطب ہوا اور کہنے لگا میرا
یہ تھا میں تمہارا فلاں کمپنی میں انچارج تھا میرا تو اس کے بارے میں وہم خیال نہیں تھا کیونکہ
وہ تو عیسائی تھا میں اس کی بات سن کر حیران ہوا اور پوچھا کہ تم مسلمان کب ہوئے اور
کہاں ہو کیسے ہو۔ کہنے لگا کہ میں اپنے گناہ کی معافی مانگنے آیا ہوں، مجھے کہیں بھی چین نہیں
مل رہا۔

میں نے وجہ پوچھی تو کہنے لگا کہ تمہیں یاد ہوگا کہ ایک تاجر کے سامان سے حشیش برآمد
ہوئی تھی اور میں نے اس کی بیوی کو مارا تھا جس نے کپڑوں میں ہی پیشاب کر دیا تھا مجھے
سارا واقعہ یاد آ گیا وہ کہنے لگا اس تاجر کے سامان میں حشیش نہیں تھی۔

وہ ایک نیک آدمی تھا میں نے کسی کے کہنے پر اس کے سامان میں حشیش ڈال دی
تا کہ اس کو جیل میں ڈالا جا سکے، مگر وہ عدالت سے باعزت بری ہو گیا پھر اس کے بعد مجھ
پر مصیبتوں اور آفتوں کے پہاڑ ٹوٹتے گئے، پہلے تو میری ملازمت چھوٹ گئی اس کے بعد
مجھے کوئی بھی مناسب کام نہیں ملا، بس انتہائی کسمپرسی سے زندگی گزر بسر کرنے لگا۔



اس کے بعد سے مجھے میرے گناہوں کی مسلسل سزا مل رہی ہے۔

حَيْثُ أَنْجَبْتُ طِفْلَتَيْنِ تَوْأَمَيْنِ بَعْدَ هٰذِهِ الْوَاقِعَةِ مُبَاشِرَةً مُصَابَتَيْنِ بِالتَّبَوُّلِ اللَّاإِرَادِي

”میرا ایک بیٹا اور ایک بیٹی جو جڑواں پیدا ہوئے تھے مگر یہ دونوں بستر پر پیشاب کر دیتے تھے“

میں نے ان کا علاج نہ صرف یہاں بلکہ انگلینڈ، فرانس اور امریکہ سے بھی کروا چکا ہوں، لاکھوں روپے خرچ کروا چکا ہوں، مگر بالکل افاقہ نہیں ہوا، اب یہ دونوں بیٹا بیٹی یونیورسٹی میں پڑھتے ہیں۔ مگر آج بھی دونوں بستر پر پیشاب کر دیتے ہیں۔

جب ان کے بارے میں خاندان کو پتہ چلا تو سب نے رشتے سے انکار کر دیا، اب میں سخت عذاب میں مبتلا ہوں، میں نے ہر طرف سے مایوس ہو کر بالآخر اسلام قبول کر لیا اور اللہ کے گھر آ کر معافی مانگ رہا ہوں، تا کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دے، اب میں اپنے گھر سے باہر نہیں نکلتا، نہ ہی کسی کا سامنا کر سکتا ہوں، سب لوگ میرے بیٹے اور بیٹی کے بارے میں سن کر ہنستے ہیں۔

حوالہ: (قصص ابکتبی 181 تا 181)



ہیروئن کی لت نے زندگی برباد کردی! سچا واقعہ

5 ذیشان میٹرک کا امتحان دے چکا تھا اب اسے رزلٹ کا انتظار تھا ایک دن اپنے والد سے کہنے لگا کہ اگر میں اعلیٰ نمبروں میں کامیاب ہوگیا تو آپ کیا انعام دیں گے۔ اس کا والد جمال بولا، تمہیں گرمیوں کی چھٹیوں میں ماموں کے پاس حبشہ بھیج دوں گا، وہاں ساری چھٹیاں گزار کر واپس آجانا، ذیشان اپنے والدین کا سب سے لائق ترین بیٹا تھا جوان کی شادی کے کافی عرصے بعد پیدا ہوا تھا اس لیے نہ صرف ماں باپ کا بلکہ پورے خاندان کا چہیتا تھا اس کی ذہانت کی وجہ سے اس کے ماموں بھی اور ان کے بیٹے بھی اس سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے۔



جب نتیجہ آیا تو ذیشان کی پورے بورڈ میں دوسری پوزیشن آئی تھی اس کی اور اس کے والدین کی خوشی کا تو کوئی ٹھکانہ نہ تھا اور پھر وعدے کے مطابق والد اپنے بیٹے کو اس کے ماموں کے پاس حبشہ بھیجنے کا پروگرام بنانے لگے۔

ذیشان کی خوشی کا تو کوئی ٹھکانہ نہ تھا، آخر وہ دن آگیا جب ذیشان حبشہ کی فلائٹ میں سوار ہوگیا، ایئرپورٹ پر اسے اس کے والدین نے الوداع کیا، ذیشان نے پہلی بار ہوائی جہاز کا سفر کیا، جو اسے بڑا ہی دلچسپ محسوس ہوا، یہ سفر اس نے خوشی اور خوف کے ملے جلے جذبات میں طے کیا کیونکہ اسے جہاز کے ہچکولوں سے ڈر بھی لگنے لگا تھا۔

حبشہ ایئرپورٹ پر اس کے ماموں اور ماموں زاد بھائیوں نے استقبال کیا اور انہوں نے تقریباً تمام اہم مقامات کی سیر کروائی اور ذیشان کو ایک نئے جہاں سے روشناس کروایا۔ مگر ذیشان نے نوٹ کیا کہ اس کے ماموں کی بعض اوقات حالت اور کیفیت تبدیل ہو جاتی ہے، جیسے اس کا جسم درد کر رہا ہو کبھی ہنسنا اور کبھی رونا شروع کر دیتے ہیں۔

کبھی کبھی چلتے چلتے توازن ہی کھو بیٹھتے ہیں اور دھڑام سے زمین پر گر جاتے ہیں۔ آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں اور منہ سے عجیب و غریب الفاظ نکالتا ہے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر ماموں کو کیا مسئلہ درپیش ہے۔

چند دن بعد ذیشان پر راز کھلا کہ اس کے ماموں مختلف قسم کی منشیات استعمال کرتے ہیں۔ مگر ذیشان نے سنا تھا کہ کافی لوگ شراب پیتے ہیں مگر اس طرح کی کیفیت نہیں ہوئی۔

تَحَوَّلَتُ إِلَى رَغْبَةٍ فِي التَّجْرِبَةِ الْفِعْلِيَّةِ... فَكَانَ يُحْدِثُ نَفْسَهُ قَائِلًا

"اس نے اپنے اوپر تجربہ کرنے کا سوچا کہ دیکھتا ہوں، شراب پی کر کیسا محسوس ہوتا ہے"

اور پھر ایک دن اس نے زندگی میں پہلی بار شراب پی لی، مگر اسے یہ بالکل اچھی نہ لگی مگر اپنے ماموں کو پیتے دیکھ کر اس نے دوسری اور تیسری بار بھی پی لی اور پھر وقتاً فوقتاً پیتا رہا کیونکہ شراب اسے مفت میسر تھی اس طرح صرف 14 سال کی عمر میں ہی اسے نشے کی لت پڑ گئی۔



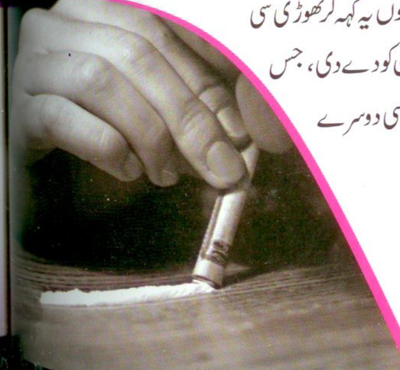
چھٹیاں ختم ہوگئیں اور اپنے ماموں کے ساتھ جدہ واپس آ گیا مگر یہاں ہر وقت شرا
کی تلاش میں سرگرداں رہنے لگا۔ کہ کیسے حاصل کی جائے اور کہاں سے حاصل کی جا
جب اس کو کہیں سے بھی نہ ملی تو مجبوراً اس سے شراب چھوٹ گئی، اب ذیشان اپنی پہ
حالت پر واپس آ گیا چند دن تو اسے شراب کے بغیر تکلیف رہی پھر رفتہ رفتہ طبیعت بحا
ہوگئی، اس طرح تین سال بالکل خیریت سے گزر گئے۔

چوتھے سال ذیشان کے والد جمال نے اس دفعہ گھر والوں کے ساتھ کسی بھی یور
ملک میں گرمیوں کی چھٹیاں گزارنے کا پروگرام بنایا اور پھر فرانس چلے گئے وہاں پہنچ کر
ذیشان کو اپنا بھلا ہوا شراب پینے کا دور یاد آ گیا، اس لیے وہ موقع پا کر شراب دوبارہ پینے لگ
گیا۔

اس طرح ذیشان دوبارہ شراب کا عادی ہوگیا، ایک دن اپنے ماموں زاد بھائی فواز
کے ساتھ رات کو کسی کلب میں چلا گیا وہاں دونوں مزے لے لے کر شراب پینے لگے۔ کچھ
ہی دیگر بعد فوازن نے اپنی جیب سے ایک ڈبیہ نکالی اور سونگھنے لگا، ذیشان کے پوچھنے
کہنے لگا کہ:

إِنَّهَا الْحَشِيشَةُ السَّوْدَاءُ!!... إِنَّهَا قِمَّةُ اللَّذَّةِ الْعَارِمَةِ...

"اس کا مزہ تو شراب سے بھی بہت زیادہ ہوتا ہے، اسے حشیش کہتے ہیں"



چلو تجھے بھی چیک کراتا ہوں یہ کہہ کر تھوڑی سی حشیش فوازن نے ذیشان کو دے دی، جس کا نشہ چڑھتے ہی وہ خود کو کسی دوسرے ہی جہان میں دیکھنے لگا۔

ذیشان کے وہم وخیال میں بھی نہ تھا کہ یہ نشہ اس کی زندگی تباہ و برباد کردے گا، وہ تو وقتی مزے اور سکون کے لیے استعمال کرنے لگا تھا مگر وہ جلد ہی حشیش کا عادی ہوگیا، اب اس کی زندگی ہی بدل گئی، اس کا جیب خرچ سارا حشیش حاصل کرنے میں خرچ ہونے لگا، اس کی ذہنی صلاحیت اور قوت معدوم ہونے لگی، اب کی بار یورپ سے واپس آ گیا، مگر حشیش کی کی لعنت کا عادی بن کر آ گیا تھا۔

اب تنہائی میں زیادہ وقت گزارنے لگا مگر اسے حشیش حاصل کرنے کے لیے کافی جتن کرنا پڑتے، چونکہ خود ذیشان تو ناتجربہ کار اور ناواقف تھا، اس لیے اس نے اپنے علاقے کے نشہ باز سے حشیش کے بارے میں معلوم کرنے لگا کہ وہ کہاں سے ملے گی، اسے ایک نشہ باز شخص نے بتایا کہ میرے پاس اس سے بھی عمدہ چیز ہے۔



اس کو استعمال کرنے سے تجھے ایسا سکون اور مزہ آئے گا جو تجھے کبھی نہ ملا ہوگا:

مَدَّ ذِيشَانُ يَدَهُ وَأَغْمَضَ عَيْنَيْهِ... فَتَنَاوَلَ ذَاكَ الصَّدِيقُ عَضُدَهُ وَحَقَنَهُ بِحُقْنَةٍ...(الهيروين)

"اور پھر اپنا مستقل گاہک اور خریدار بنانے کے لیے کچھ دنوں تک مفت ہیروئن کے دو تین انجکشن بھی لگا دیئے"

اور چند ہی دنوں میں ذیشان مکمل طور پر ہیروئن کا ایسا رسیا ہو گیا کہ اس کے بغیر
اپنی موت نظر آنے لگی اور نشے کے حصول کے لیے والدین اور دوستوں سے رقم لینے
کسی کو بھی معلوم نہیں تھا کہ اس رقم سے یہ کیا کر رہا ہے۔

جب نشہ ٹوٹتا تو اس بات کا احساس ہونے لگتا کہ میں غلط کام کر رہا ہوں اور بہت
عادت میں پھنس گیا ہوں اس کو ہر حال میں چھوڑنا چاہئے مگر جب نشہ چڑھتا تو دریا سے
نکلی ہوئی مچھلی کی طرح ہیروئن حاصل کرنے کے لیے تڑپنے لگ جاتا، اس نے اس
کے ہاتھوں ایف اے کے بعد تعلیم چھوڑ دی۔ حالانکہ میٹرک میں اس نے ملک بھر
نمایاں پوزیشن حاصل کی تھی اور اسے چاندی کا تمغہ (میڈل) بھی ملا تھا اور ایف اے
بھی اگرچہ نمایاں پوزیشن تو نہ لی لیکن 80% فیصد نمبر لے کر بورڈ میں دسویں نمبر پر آیا تھا

مگر اب تو تین دفعہ بی اے کے امتحان میں فیل ہو چکا تھا، پڑھنے کو تو دل مائل ہی نہیں
ہوتا اگر زبردستی پڑھنا چاہتا ہے تو کچھ یاد ہی نہیں رہتا بلکہ آج جب ان کتابوں کو دیکھتا
جن کے امتحانات میں اس نے
90% سے زیادہ نمبر لیے تھے، اسے
محسوس ہوتا ہے کہ یہ کتاب تو اس نے
کبھی دیکھی ہی نہیں اور وہ سب کچھ
بھولتا جا رہا ہے، اب اس کا صرف اور
صرف ایک ہی کام رہ گیا تھا، چوریاں
کرنا اور اس رقم سے اپنے لیے ہیروئن
خریدنا اب وہ آدمیت اور انسانیت کی
سطح سے بھی گر چکا تھا۔

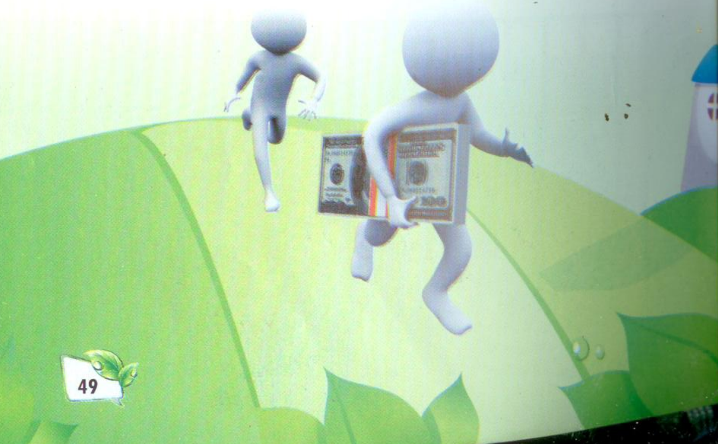


ایک دن جب اسے اپنے نشے کے لیے رقم نہ ملی اور اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا
کرے، اس نے اپنی والدہ کا زیور چرانے کا منصوبہ بنا لیا۔

رات کو جب سارے سو گئے اس نے اپنا منہ کپڑے سے لپیٹا اور ماں کے کمرے میں
جا کر الماری کھول کر زیور نکال لیا اس دوران اس کی ماں بھی جاگ گئی، جس پر یہ گھبرا کر فوراً
دروازے سے بھاگنے لگا، ماں نے شور مچا دیا، چور آیا ہے چور آیا ہے، صحن میں لیٹا بیٹا ہڑ
بڑا کر اٹھا اور اس چور کے پیچھے بھاگ نکلا، جس نے اپنا منہ چادر سے لپیٹ رکھا تھا اور
اسے گیٹ کے قریب پکڑ لیا۔

وَطَعَنَ ذِیْشَانُ أَخَاهُ بِالسِّکِّیْنِ فِی صَدْرِهٖ لِیَتَخَلَّصَ مِنْهُ وَمِنْ
الْفَضِیْحَةِ... وَفَرَّ هَارِبًا بِالْمُجُوْهَرَاتِ

''ذیشان نے سوچا کہ اگر میں پکڑا گیا تو سارا راز کھل جائے گا، اس لیے اس نے
فوراً چھری نکالی اور فوراً عبدان کے پیٹ میں گھسا دی، جس سے عبدان فوراً گر
گیا اور ذیشان گیٹ سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا''



اس دوران باہر سڑک سے پولیس کی گاڑی گزر رہی تھی اس نے دیکھا کہ ایک نوجوان ایک گھر سے کچھ چیز ہاتھ میں لیے بھاگ رہا ہے اور اس کے کپڑوں پر خون بھی لگا ہے۔

پولیس نے اسے فوراً پوچھ گچھ کے لیے روک لیا، شک پڑنے پر اسے پولیس اسٹیشن لے گئے، عبدان کو فوراً اسپتال پہنچایا گیا مگر وہ تو راستے میں ہی دم توڑ چکا تھا۔

اگلے دن اصل حقیقت کا انکشاف پولیس نے کیا کہ عبدان کو قتل کرنے والا اوران کے گھر سے چوری کر کے بھاگنے والا اور کوئی نہیں بلکہ جمال کا بڑا بیٹا اور عبدان کا حقیقی بھائی ذیشان تھا۔ یہ سن کر تو ذیشان کے ماں باپ سکتہ میں آ گئے۔ ماں تو گر کر بے ہوش ہوگئی اسے کئی دن تک اسپتال میں داخل رہنا پڑا، اس کے باپ کو دل کا دورہ پڑا اوران کا ہنستا بستا گھرانہ اُجڑ گیا اور ذیشان جیل کی سلاخوں کے پیچھے اپنے تابناک اور روشن ماضی کی یادوں کو یاد کر کے آنسو بہانے لگ گیا۔

وہ ذیشان جس کا کردار علاقے میں مثالی تھا، ہر کوئی اس کو پسند کرتا تھا، انتہائی ذہین اور لائق طالبعلم تھا صرف نشے کی لت نے اس کی زندگی تباہ کر دی، اب وہ جیل میں بیٹھا پچھتا رہا ہے مگر اب پچھتانے کا کیا فائدہ جب چڑیاں سارا ہی کھیت چگ گئی ہوں۔

حوالہ: (قصص اعجبتنی 77 تا 81)



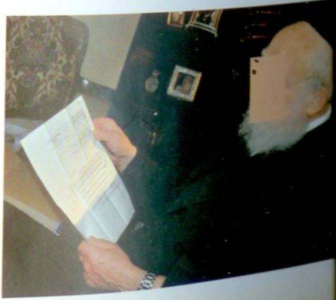
میرے آنسو تھمتے نہیں! رقت انگیز واقعہ

6 سحرش کا والد دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اس کا سر درد کی شدت سے پھٹا جا رہا تھا، زبان پر تالا لگ چکا تھا، آنسو بھی بہتے بہتے تھم چکے تھے، اب آنکھوں کے سامنے تارے گھومنے لگے تھے، اسے یقین نہیں آ رہا تھا، الٰہی کیا میں خواب تو نہیں دیکھ رہا ہوں؟ نہیں، نہیں خواب نہیں ہے میں جاگا ہوا ہوں، عالم بیداری میں ہوں، ابھی کچھ دیر پہلے ڈیوٹی سے واپس آیا ہوں، کھانا کھایا ہے، پھر آخر یہ سب کچھ کیا ہے اور پھر اپنی بیٹی کے کمرے میں اس کے پرس سے کاغذات الٹتا پلٹتا جا رہا ہے۔

البتہ ایک بات تو یہ یقینی ہے کہ یہ تحریر اور خط تو اس کی اس مرحومہ بیٹی کا ہے جو آج سے تین دن پہلے فوت ہو چکی ہے، آج اس کے ایک سرٹیفکیٹ کی ضرورت پڑ گئی جس کی تلاش میں اس کا پرس کھولا مگر اس میں اس کی بیٹی کا اپنے باپ کے نام ایک طویل خط پڑا تھا، اس خط کی ایک ایک سطر نادیہ کے باپ جمال کا کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے کیے جا رہی تھی، خط کا مضمون یہ تھا۔

إِنِّي أَمُوتُ كُلَّ يَوْمٍ كَمَدًا... إِنِّي أَمُوتُ كُلَّ يَوْمٍ حَسْرَةً... أَمُوتُ وَفِي قَلْبِي حِقْدٌ عَمِيقٌ... حِقْدٌ عَلَى أَبِي... وَحِقْدٌ عَلَى أُمِّي...

”میرے پیارے والد: میں اب مرنے لگی ہوں، مرجاؤں گی مگر مجھے ایک افسوس، دکھ اور گہرا رنج رہے گا جو میں اپنے ساتھ قبر میں لے جاؤں گی، میرا رنج اور دکھ میرے والد آپ پر ہے اور اپنی والدہ پر ہے، آپ دونوں میرے مجرم ہیں میرے قاتل ہیں“



میرا بچپن بڑا ہی خشک گزرا مجھے اپنی ماں اور نہ ہی باپ کے شفقت اور محبت
جذبات ملے، آپ کو تو اپنے کاروبار سے ہی فرصت نہ تھی کئی کئی دنوں تک آپ سے ملاقا
ہی نہ ہوتی تھی، کیونکہ صبح کے اندھیرے میں آپ کام پر جاتے تھے، شام کو میرے سو
کے بعد گھر آتے تھے، میری ماں بھی دن بھر گھر کے کاموں میں مصروف رہتی تھی، اس
اگر فارغ ہوئی تو پڑوس کی عورتوں سے گپیں لگانے بیٹھ جاتی اور پھر بازار جانا تو اس کا محبو
ترین مشغلہ تھا، میرا بچپن تو سارا اسی طرح گزر گیا۔

میں پہلے اکیلی تھی تو یہی حال تھا پھر ایک کے بعد ایک بہن بھائی آتے رہے مگر
حالت میں کوئی بہتری نہیں آئی بلکہ پہلے سے ضرور بدتر ہوتی رہی، اب مجھے اپنے ان بہن
بھائیوں کی دیکھ بھال میں مدد کرنی پڑ رہی تھی، مگر اس کے باوجود ماں کی طرف سے مجھے
مادرانہ شفقت نہیں ملا۔

میں کالج سے جب یونیورسٹی میں پہنچی تو میری والدہ بیمار ہوگئی، اب گھر کا سارا کا
مجھے ہی کرنا پڑتا۔ میں اپنی ماں کی جگہ اپنے بہن بھائیوں کی ماں بن کر رہ گئی، گھر کے
سارے کاموں کی ذمہ داری، بہن بھائیوں کی ضروریات کے خیال کے ساتھ اپنی تعلیم بھی



جاری رکھی میں نے دل و جان سے اپنے بہن بھائیوں کی خدمت کی تا کہ انہیں اس احساس محرومی سے بچا پاؤں، جس کا میں خود شکار رہی۔ وقت گزرتا گیا میں یونیورسٹی سے فارغ ہوئی اور ایک اسکول میں ملازمت اختیار کر لی۔



اس کے چند ہی ماہ بعد میری والدہ فوت ہوگئیں جس کی وجہ سے مجھ پر گھر کا سارا بوجھ آن پڑا اور یوں دہری ڈیوٹی، اسکول اور گھر کے ناقابل برداشت بوجھ تلے دبنے لگی، اب گھر میں ایک، ایک فرد کی ایک، ایک ضرورت کو پوری کرنے کی جوابدہ تھی۔

لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ فِي بَيْتِنَا يُقَدِّرِ أَنَّنِي إِنْسَانَةٌ لَهَا طَاقَةٌ ذَاتُ حُدُوْدٍ...
وَلَسْتُ نَبَعًا أَبَدِيًّا لِلْبَذْلِ وَالْعَطَاءِ وَالتَّضْحِيَةِ

"کسی کو بھی ذرا بھر کے لیے خیال نہ آیا اور نہ ہی احساس ہوا کہ میں بھی تو ایک گوشت پوست کی انسان ہوں، جو کولہو کے بیل کی طرح دن رات کے چکی میں پسی جا رہی ہوں"

میں جب اپنی جیسی دوسری لڑکیوں کو دیکھتی جن سے ان کے ماں باپ پیار کرتے ہیں، ان کی معصوم سی ننھی منی خواہش پوری کر کے خوش ہوتے ہیں اور ان کے معمولی کام کی بھی حوصلہ افزائی اور قدر کرتے ہیں تو مجھے رونا آ جاتا اور اپنے آپ کو کوسنے لگ جاتی تھی۔

میرا دل بھی چاہتا تھا کہ میں بھی اپنی ایک نئی زندگی شروع کروں اور اپنا گھر بساؤں، اپنی آرزوؤں، امنگوں اور خوابوں کو پورا ہوتے دیکھوں، جس شفقت اور محبت سے بچپن میں خود محروم رہی لیکن اب دوسروں کو دے کر انہیں خوش ہوتا دیکھ کر اپنی زندگی میں بہار تو لا سکوں۔

میں نے پکا ارادہ اور تہیہ کر لیا تھا کہ میں نئی زندگی میں پیار، محبت، شفقت، ہمدردی، خلوص اور چاہت کی بارشیں برسا دوں گی، میرے سائے میں ہر آنے والا اس کی ٹھنڈک خوشبو سے جھوم اٹھے گا، میں نئی نسل کی دینی تربیت میں پروان چڑھاؤں گی، مگر آج تک لمحہ وہ گھڑی اور وقت نہیں آیا اور تمنائیں اور آرزوئیں پوری نہ ہو سکیں۔

ایک دن مجھے پتہ چلا، اڑتی اڑتی خبر سنی تھی کہ ایک نیک خاندان میرا رشتہ مانگنے شام کو آنے والے ہیں، میری خوشی کی کوئی حد نہ رہی، میں بھر مستقبل کے خیالوں میں کھو گئی، میرے د کی دھڑکنیں تیز تر ہو چکی تھیں کہ ب اب تھوڑے عرصے کی بات ہے میں اپنا گھر بساؤں گی اور نیک نسل کو پروان چڑھاؤں گی، جن کے نیک اعمال میرے مرنے کے بعد مجھے ٹھنڈک پہنچاتے رہیں گے، بڑے شوق سے شام کا انتظار کرنے لگی، مگر سمجھ نہیں آ رہی آخر وہ دن اتنا لمبا اور طویل کیوں ہو گیا جو گزرنے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔

بالآخر وہ گھڑی بھی آ گئی وہ لوگ آ گئے، بہت نیک لوگ تھے، شریف آدمی تھے، تعلیم یافتہ اور برسرِ روزگار تھے۔

لَيْسَ لَدَيْنَا الْآنَ بَنَاتٌ لِلزَّوَاجِ ... إِنَّ (فَاطِمَةَ) لَا يُمْكِنُ أَنْ تَتْرُكَ إِخْوَتَهَا وَتَتَخَلَّى عَنْ تَرْبِيَتِهِمْ !!.... وَانْصَرَفَ الْخَاطِبُ بِخُفَّيْ حُنَيْنٍ....

"مگر میرے والد آپ نے انہیں ٹکا سا جواب دے دیا کہ ہمارے ہاں رشتہ ہی نہیں ہے، نادیہ اپنے بہن بھائیوں کو نہیں چھوڑ سکتی، گھر کا کام کرنے والا کوئی نہیں"

سچ پوچھو تو مجھ پر اس دن آسمانی بجلی جیسا جھٹکا لگا تھا میں اتنا روئی، اتنا روئی کہ رات بھر چھپ چھپ کر روتی رہی کہ بستر آنسوؤں سے گیلا ہو گیا۔

جس کے بعد مجھے آپ سے نفرت ہونے لگی کیونکہ جس باپ میں اولاد کے لیے ہمدردی، شفقت نہ ہو وہ باپ کہلانے کا مستحق نہیں جو مجھے صرف اپنے گھر کے لیے نوکرانی اور خادمہ بنا کر رکھنا چاہتا ہے نوکرانی کو تو تنخواہ دینی پڑتی ہے، میں تو مفت کی خادمہ اور نوکرانی تھی۔ حالانکہ آپ ایک نوکرانی رکھ سکتے تھے یا دوسری شادی بھی کر سکتے تھے جو گھر کو مجھ سے زیادہ بہتر چلا سکتی تھیں مگر آپ کو تو مفت کی نوکرانی مل چکی تھی۔

میرے والد آپ نے میری شادی اس لیے بھی نہیں ہونے دی کہ میں آپ کے لیے

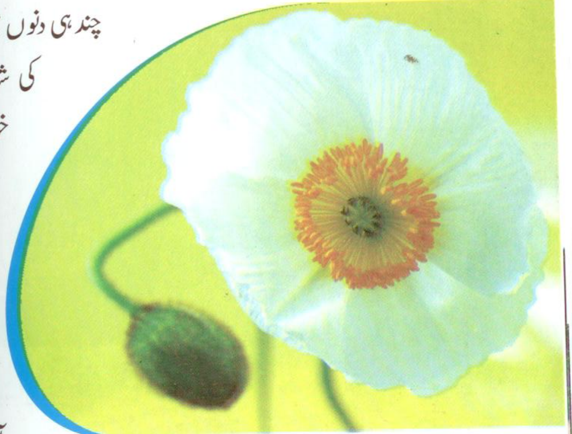


ایک سونے کا انڈا دینے والی مرغی بن چکی تھی، ہر ماہ ایک معقول رقم آپ مجھ سے گھریلو اخراجات کے لیے لے لیتے تھے، جس کا کچھ ہی حصہ آپ گھر پر خرچ کرتے، باقی آپ خود اینٹھ لیتے، میرے پاس تو میری ذاتی ضروریات کے لیے بھی رقم نہ بچ پاتی تھی کیا یہ انصاف ہے۔ کیا آپ کو اس شقی القلبی کا جواب خدا کے یہاں نہیں دینا ہے۔

میرے ذہن میں ہر وقت خیال آتا میں تو سوچ سوچ کر پاگل ہونے لگ جاتی، اے اللہ میرا کیا بنے گا، ماہ و سال گزرتے چلے گئے، کئی اور رشتے آئے رہے مگر ہر دفعہ آپ صرف اپنی خود غرضی کی خاطر اور لالچ کی خاطر میری آرزوؤں، خواہشوں کا خون کرتے رہے، آپ کو احساس ہی نہ رہا کہ میں انسان ہوں یا پتھر اور بے جان ہوں کچھ عرصہ بعد تو لوگوں نے ہمارا دروازہ ہی کھٹکھٹانا چھوڑ دیا۔

اب میں جل رہی تھی میری جوانی ختم ہوچکی تھی، جب آئینے کے سامنے کھڑی ہوتی ایک بوڑھی عورت نظر آنے لگی، میں بوڑھی نہیں تھی سوچ فکر اور غم نے میری شکل بگاڑ دی۔

ایک دن ایسے ہی میں بیٹھی سوچ رہی تھی کہ کیا اب بھی میرے لیے کوئی آئے گا، مجھے اس کا جواب اسی دن مل گیا، پتہ چلا کہ ایک خاندان رشتہ مانگنے آرہا ہے مگر یہ خبر میرے لیے دھماکے سے کم نہ تھی، وہ میرا نہیں بلکہ مجھ سے چھوٹی بہن کا رشتہ مانگ رہا تھا، یہ سن کر میری چھوٹی بہن خوش تھی، مجھے بھی اپنی بہن کی خوشی اچھی لگی، مگر مجھے اپنی جوانی کے ضائع ہوجانے پر شدید دکھ ہوا اب تو میری عمر 35 سال سے تجاوز کرچکی تھی، اب تو کوئی نہیں آئے گا، اگر کوئی بھول کر آ بھی گیا تو کیا آپ اسے منہ توڑ جواب نہیں دے دیں گے۔



چند ہی دنوں میں میری چھوٹی بہن کی شادی ہوگئی وہ بہت خوش تھی مگر مجھے ا... نے توڑ کر رکھ دیا، اب مجھے دنیا ... چیز سے ا... گھر سے ا... آپ سے او... آپ سے بھی شدید نفرت ہونے لگ گئی، اب میری ایک ہی خواہش اور آرزو تھی کہ میں موت کے آغوش میں چلی جاؤں اور اس سارے جھنجھٹ سے نجات پاجاؤں۔ مجھے معلوم ہے کہ موت مانگنا درست نہیں مگر میں کیا کروں حالات اس نہج پر آگئے تھے۔ بعض دفعہ موت بھی بہت سی تکلیفوں سے راحت اور آرام کا سامان مہیا کرتی ہے۔

ایک دن میری چھوٹی بہن آئی اس کی گود میں پانچ ماہ کی چھوٹی بچی سی تھی جس سے وہ کھیل رہی تھی، اسے بوسے دے رہی تھی، میں نظریں بھر کر دیر تک اسے دیکھتی رہی کاش ایسی ہی ایک میری بھی بچی ہوتی، میری چھوٹی بہن کہنے لگی:

مَا أَحْلَى الْأُمُومَةَ... مَا أَجْمَلَ أَنْ تَحْمِلِي طِفْلَكِ بَيْنَ يَدَيْكِ وَتُدَاعِبِينَهُمَا وَتَضْحَكِينَ مَعَهُمَا... إِنَّهَا لَذَّةٌ لَا تُسَاوِيهَا لَذَّةٌ ...الخ

"باجی ممتا کا احساس ہی بڑا ہی لذیذ اور پیارا ہے، یہ ایسا مزہ ہے جس کا دنیا کے کسی مزے سے مقابلہ نہیں کیا جاسکتا"

مجھ سے اس کی یہ حقیقت پسندانہ بات برداشت نہ ہوسکی اور اپنے کمرے میں جاکر چپکے سے دیر تک روتی رہی، اب ہر وقت میں رنجیدہ، کبیدہ خاطر اور پریشان رہنے لگی، اگرچہ آنسو نہیں بہہ رہے تھے مگر اندرونی درد و کرب نے نڈھال کردیا تھا وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جسم میں تکلیف محسوس ہونے لگی، میرا جسم بھی بھاری ہوگیا۔

ایک دن اچانک سینے میں تکلیف محسوس ہوئی، میں نے سوچا کہ معمولی بات ہوگی، چند دن بعد درد دور ہوجائے گا مگر یہ ہر گزرتے دن کے ساتھ بڑھنے لگا، جس سے جسمانی کمزوری لاحق ہوگئی کہ میں اپنے قدموں پر کھڑی ہونے سے عاجز ہونے لگی، مجھے آپ خود ہی اسپتال لے گئے، چیک اپ کیا آپ کو یہ سن کر یقیناً بہت بڑا صدمہ اور دھچکا لگا تھا:

اِبْنَتُكِ مُصَابَةٌ بِمَرَضٍ صَدْرِیٍّ خَبِیْثٍ... وَالْأَ مَلُ فِی الشِّفَاءِ ضَعِیْفٌ

''جب ڈاکٹر نے بتایا کہ یہ چند دن کی مہمان ہے اور اس کا مرض لا علاج شکل اختیار کر چکا ہے اس کا بچنا ناممکن ہے''

اگرچہ آپ نے ڈھیر ساری دوائیاں خرید کر دے دیں تھیں مگر ہر دن میرا مرض ہی جانے لگا، تمام لوگوں کو موت سے نفرت اور زندگی سے محبت ہے مگر مجھے زندگی سے اور موت سے محبت ہو چکی ہے تا کہ میں اس اذیت ناک زندگی سے جلد چھٹکارا پا سکوں۔

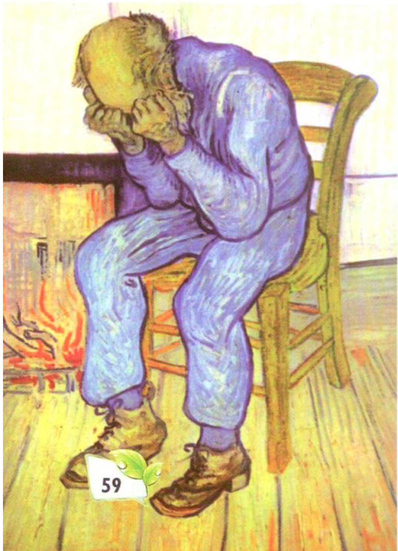
اب میرا مرض شدید نوعیت کا ہو چکا ہے اور میرا جسم پگھلتے پگھلتے خشک شاخ کی ہو چکا ہے اور امید نظر آنے لگی ہے کہ جلد ہی میری جان چھوٹ جائے گی اور اس الوداع کہہ پاؤں گی، اس لیے جاتے جاتے اس خط کے ذریعے آپ کو تحریری طور پر دینا چاہتی ہوں کہ قیامت کے دن آپ کا گریبان اور میرا ہاتھ ہوگا، زندگی میں آپ سے آپ کے منہ پر نہیں کہہ سکی وہ آج آپ کو بذریعہ خط جو کئی جگہ میں رکھ کر جاؤں گی، آپ ضرور ملیں گے، ان کی وساطت سے آج کھل کر وہ بات آپ سے کرنا چاہتی ہوں، میرے والد اب ذرا سنیں اور کان کھول کر سنیں۔



اَللّٰهُمَّ احْرُمْ أَبِی مِنَ الْجَنَّةِ كَمَا حَرَمَنِی مِنَ الزَّوَاجِ!!... اَللّٰهُمَّ احْرُمْ أَبِی مِنَ الْجَنَّةِ كَمَا حَرَمَنِی مِنَ دِفْءِ الْحَيَاةِ الْأُسْرِيَّةِ... وَمِنْ لَذَّةِ تَكْوِيْنِ الْأُسْرَةِ الصَّالِحَةِ... اَللّٰهُمَّ احْرُمْ أَبِی مِنَ الْجَنَّةِ كَمَا حَرَمَنِی مِنْ طِفْلَةٍ أَوْ طِفْلٍ أُلَا عِبُهُمَا وَأُدَعْبُهُمَا!!

''اے اللہ میرے والد کو جنت سے اس طرح محروم رکھ جس طرح اس نے مجھے میرے حق شادی سے محروم رکھا۔ اے اللہ جس طر اس نے میرے حقوق ادا نہیں کیئے تو بھی اسے جنت کی خوشیوں سے دنیا کے سکون اور آرام سے دور رکھ۔ اے اللہ تعالیٰ جس طرح میرے والد نے مجھے ماں بننے سے محروم رکھا تو بھی اسے جنت سے محروم رکھ''

آپ کی ایک مظلوم بے بس محتاج بیٹی نادیہ۔ جمال یہاں تک پہنچا تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگ گیا اور پھر سر دیوار سے مارنے لگ گیا اور کہنے لگا، اے خدا میں واقعی مجرم ہوں، میں نے اپنی بیٹی کے حقوق ادا نہیں کیئے۔



میں مجرم ہوں، میں مفاد پرست نکلا میں ضدی تھا، میں ہی اپنی بیٹی کے رنج و غم کا سبب بنا اور اس کے بعد سے آج تک روزانہ سینکڑوں بار یہ دعا مانگتا ہوں اے اللہ ﷻ نے اپنی بیٹی پر جو زیادتی کی ہے وہ معاف فرما دے، کیا اس کی دعا اللہ تعالیٰ قبول فرمالیں گے؟

حوالہ: (قصص اعجبتنی 106 تا 114)

سنگدل بیٹے کی والدین سے بدسلوکی کا رقت انگیز قصہ

7 علامہ طنطاوی اپنے ساتھ پیش آنے والا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں ا
عدالت کے کمرے میں بیٹھا تھا ایک بہت ہی بوڑھا آدمی بڑھاپے کی وجہ سے چلنے
معذور تھا۔ گھسیٹتا ہوا عدالت میں داخل ہوا اور مجھے سلام کر کے کہنے لگا آپ میرا قصہ سن
فیصلہ کریں، میں نے کہا بیٹھو میں اسی لیے تو بیٹھا ہوں۔

اس پر وہ بوڑھا شخص اپنا قصہ سنانے لگا، میں جوانی میں ایک غریب سبزی فروش تھا
سبزیاں اور پھل بیچا کرتا تھا آپ کو اندازہ ہوگا کہ ایک سبزی فروش دن میں کتنا نفع کما
ہوگا یہی چند روپے اور کبھی فروخت نہ ہوتیں تو خراب ہو جاتیں اصل رقم سے بھی محرو
ہو جاتا، نفع تو بہت دور کی بات ہے۔

میری کوئی اولاد نہ تھی ہم میاں بیوی کا وقت بڑا اچھا گزر جاتا تھا، رات کو بڑے آرا
اور اطمینان سے بے فکر اور بے غم سو جاتے تھے، نہ ہم کسی کے مقروض تھے اور نہ ہی کوئی ہما
قرض خواہ بس اللہ کا فضل و احسان تھا کسی کے محتاج نہ تھے، میں بالکل ان پڑھ اور جاہل تھ
ایک لفظ بھی نہیں جانتا تھا لیکن دین سے واقف تھا نما
روزہ اچھی طرح کرلیتا تھا۔



میں نے پوری زندگی حرام نہیں کمایا نہ ہی چوری کی، مجھے کسی چیز کی کمی نہ تھی صرف اور صرف اولاد نہ ہونے کا شدت سے خیال آتا میں سوچتا رہتا تھا کہ اگر میرا ایک بیٹا بھی ہوتا تو میری زندگی سنور جاتی اور میں تو خوش نصیب ترین آدمی بن جاتا مگر اولاد نہ ہونے کی ناشکری کر بیٹھا اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایک قانون بیان فرما دیا ہے جو میں نے اب سمجھا ہے کہ جو آدمی خدا تعالیٰ کی کسی نعمت کی ناشکری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے وہ نعمت چھین لیتے ہیں، بس مجھ سے بھی یہ غلطی ہوگئی۔

میں نے خدا کی ساری نعمتوں کو ایک بیٹے کی نعمت کے بدلے بیچ دیا اور معمولی قرار دیں، ہر وقت دن رات ہر نماز کے بعد خدا سے بیٹا اور بیٹا صرف مانگنے لگا۔

میری کم عقلی دیکھئے میں نے کبھی بھی نیک اولاد اور نیک بیٹا نہیں مانگا، بلکہ ہمیشہ بیٹا ہی مانگتا رہا خواہ ایک ہی ہو جائے میں نے اپنے بڑھاپے میں خدا کے بجائے اس بیٹے ہی کو سہارا سمجھنے لگا تھا، اس لیے سوچ رہا تھا کہ اگر بیٹا نہ ہوا تو میرا بڑھاپا کیسے گزرے گا، بس ہر وقت میری زبان پر ایک ہی دعا تھی، اے اللہ ایک ہی بیٹا دیدے، مجھے یاد نہیں کہ ایک دفعہ بھی نیک بیٹا مانگا ہو۔

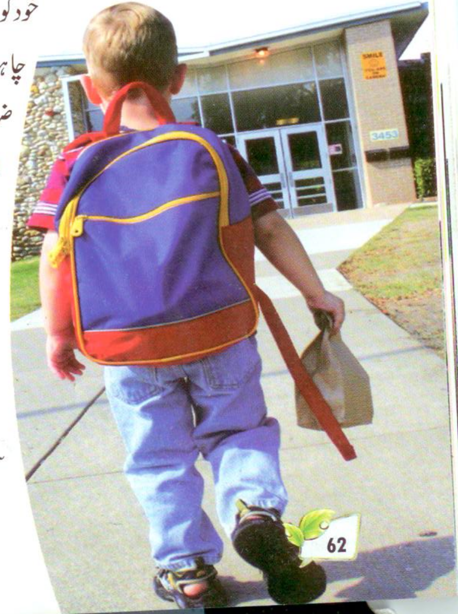


اللہ نے میری دعا قبول کرلی اور شادی کے اٹھارہ سال بعد اللہ تعالیٰ نے بیٹا دیدیا، میر خوشی میرے قابو سے باہر تھی میں تو خوشی سے مرا جارہا تھا، اس دوران میں دکان سے واپس آنے کے بعد گھر کے سارے کام خود کرنے لگا تاکہ بیوی کو تکلیف پریشانی نہ ہو۔

فَإِنْ ضَحِكَ ضِحِكَتْ لَنَا الْحَيَاةُ... وإِنْ بَكَى تَزَلْزَلَتْ لِبُكَائِهِ الدَّارُ
وَإِنْ مَرِضَ اسْوَدَّتْ أَيَّامُنَا وَتَنَغَّصَتْ عَيْشَتُنَا...

"اس بیٹے کی ایک ایک مسکراہٹ پر ہماری عید ہوجاتی ہم بھی ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہوجاتے اور اس کی ایک آہ پر ہم بے چین بے قرار اور ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگ جاتے، راتوں کو اس بیٹے کے معمولی بخار یا زکام کی وجہ سے ہم دونوں میاں بیوی پوری رات جاگ کر گزارتے"

جب اس نے اپنی توتلی زبان سے بولنا شروع کیا تو ہماری خوشی کی انتہا نہ رہی ہم خود کو بہت ہی خوش نصیب سمجھ لیا، اس کی چاہت ہر خواہش کو ہم نے پورا کیا، اس کی ضد کے سامنے ہم دونوں نے ہمیشہ ہار ما اور اس کی ہر جائز اور ناجائز ضد پوری کرتے، یہ ہماری تیسری غلطی تھی۔ پانچ سال کا پورا نہیں ہوا تھا کہ ہم اسے علاقے کے مہنگے اسکول میں داخل کرا دیا، میں اور میری بیوی اپنے بیٹے کو مستقبل کا ڈاکٹر، انجینئر سمجھنے لگے، اب ہم نے اپنے پیٹ



کاٹ کر اس بچے کی تعلیمی ضروریات پوری کرنے لگ گئے، بیٹا ہمارا واقعی لائق اور ذہین بھی تھا، سارے ٹیچر اس کی تعریف کرتے تھے، جس کی وجہ سے ایک ایک ٹیچر کی بات پر ایک ایک ہفتے تک ہم میاں بیوی خوش ہوتے رہتے اور ایک دوسرے کو خوش ہو کر سناتے رہتے، پرائمری تعلیم پاس کرنے کے بعد میں نے بیوی سے کہا میں اب بوڑھا ہوچکا ہوں، کاروبار اکیلے سنبھالنا مشکل ہوچکا ہے۔



بیٹے کو کچھ وقت کے لیے دکان پر لے جاتا ہوں تاکہ میری کچھ مدد کرے۔ اس کی ماں بے چین اور بے قرار ہو کر کہنے لگی، ہائے میرا بیٹا دونوں کام تعلیم اور دکان پر کام کیسے کر پائے گا، میں تو اسے بہت بڑا افسر بناؤں گی، جس پر میں بھی کچھ سوچ کر خوش ہوگیا کہ:

وَازْدَادَتْ التَّكَالِيفُ ... وَعَظُمَتِ الْأَعْبَاءُ ... وَأَنَا صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ...
أَكْتُمُ فِي صَدْرِي وَلَا أَبُوحُ لِأَحَدٍ بِشَيْءٍ مِّنْهَا

"آج کی تکلیف خود برداشت کرلیتا ہوں جب بیٹا افسر بن جائے گا تو میری مشکلیں ختم ہوجائیں گی، اب اس کے تعلیمی اور ذاتی اخراجات بڑھ چکے تھے، مجھے زیادہ محنت کرنا پڑ رہی تھی"

اس لیے میری بیوی نے دوسرے لوگوں کے گھروں میں کام کر کے کچھ پیسے کمانا شروع کردیئے، البتہ اسے دینی تعلیم اور خدا کی تابعداری، فرمانبرداری نہ سکھائی اور اپنے بیٹے کے دل میں دنیا، عہدے، دولت کی محبت کی ترغیب دیتے رہے، کبھی اسے مذہب کی طرف متوجہ نہیں کیا، جس کی وجہ سے ہمیں محسوس ہونے لگا کہ وہ ہر وقت عہدے اور دولت کے بارے میں سوچنے لگا تھا چونکہ ہم نے اس کے دل و دماغ میں خدا کا خوف بھرا ہی نہ تھا۔

اس لیے وہ دین کے احکام سے لاپرواہی بھی برتنے لگ گیا، یہ ہماری چوتھی بڑی فاش غلطی تھی، مگر اب تو یہ ایف اے کا طالبعلم بن چکا تھا، اب یہ ٹہنی اور شاخ نہیں مضبوط تنا بن چکا تھا، اسے شروع ہی سے سیدھا رکھا جاتا تو یہ آج سیدھا ہوتا۔

ابتداء میں اندھی محبت کا رویہ آج اس محبت کو غلط محبت کہتا ہوں اس وجہ سے اس نازک شاخ اور ٹہنی کو سیدھا نہیں کیا، یعنی اس کی غلط فرمائش اور خواہشات کو پورا کرتا آج جب وہ تناور درخت بن چکا ہے۔



ہم اسے سیدھا کرنا چاہتے ہیں ہمارے بس سے ہے، خدا خدا کر ایف اے امتحان بھی کرلیا اور اعلیٰ حاصل کر لیے، اس تک ہم میاں بیوی کے تعلیمی اخراجات پورا کر رہنے کی وجہ سے چتکبرے ہو چکے تھے، میں خوش ہوا چلو اب یہ کچھ کمانے لگے گا اور ہماری مشکلات میں کمی آئے گی۔

میں نے بیٹے سے پوچھا جی بیٹا اب کیا پروگرام ہے کوئی کام کرو گے یا کہیں ملازمت کرو گے؟ بیٹے نے ترش روئی سے جواب دیا، بابا مجھے ابھی مزید پڑھنا ہے اور یہاں تعلیم کا معیار اچھا نہیں، میرے کئی دوست فرانس جا رہے ہیں، وہاں یونیورسٹی میں داخلہ لیں گے، میں فرانس میں ہی پڑھوں گا، اس کے منصوبے کی تکمیل سے پہلے ہی مجھ پر ایک بجلی سے گری۔

جناب جج صاحب آپ کو شاید اندازہ ہو ایک سبزی فروش کے بس میں ابتدائی تعلیم دلانا کتنا مشکل ہوتا ہے، مگر میرا بیٹا مجھ سے فرانس بھیجنے کا کہہ رہا ہے، مجھے غصہ آ گیا میں نے کہا کہ وہاں کا ماحول بہت خراب ہے میں تجھے وہاں کبھی نہیں جانے دوں گا، وہ میری بات ماننے کو تیار نہیں اور فرانس جانے کے لیے تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔

بَاعَتْ سَوَارَيْنِ وَقُرْطَيْنِ أَعْطَيْتُهمَا إِيَّاهَا لَيْلَةَ عِرْسِنَا ... وَهُمَا كُلُّ مَا تَمْلِكُهُ مِنْ حُلِيٍّ وَمُجَوْهَرَاتٍ

"اس کی ماں بھی اس کے ساتھ ہوگئی اور چپکے سے اپنا زیور اسے دیدیا، یہ زیور میری بیوی کی کُل ملکیت تھی جو میں نے اسے شادی کے موقع پر دیا تھا"



اور پھر ایک دن میرے نہ چاہنے کے باوجود فرانس چلا گیا، مجھے تو سخت غصہ تھا میں نے اس سے بات چیت بند کر دی تھی مگر کب تک آپ کو معلوم ہے کہ باپ اپنے بیٹے سے کب تک ناراض رہ سکتا ہے اور میرا تو ایک ہی بیٹا تھا۔

میں نے سب کچھ اس کی خاطر قربان کر دیا تھا اور پھر میں نے خود ہی اس سے خط و کتاب شروع کر دی اور اس کی ضروریات پوچھنے لگا۔ جواب میں بیٹا ہمیشہ مجھ سے خرچ ہی مانگتا رہتا:

أَرْسِلْ لِي عِشْرِيْنَ لِيْرَةً ... ثَلَاثِيْنَ لِيْرَةً... فَكُنْتُ أَبْقَىٰ أَنَا وَأُمُّهُ لَيَالِيْ بِطُوْلِهَا عَلَى الْخُبْزِ الْقِفَارِ

''شروع شروع میں تو وہ لکھتا تھا کہ مجھے تیس لیرہ چاہئیں میں اور میری بیوی اضافی کام کرتے، بڑی ہی مشکل اور تکلیف سے رقم حاصل کرتے اور اسے بھیجتے رہے''

اس کے ساتھ فرانس جانے والے تمام لڑکے چھٹیوں میں واپس آجاتے مگر میرا بیٹا چار سالوں میں ایک بار بھی واپس گھر نہ آیا ہماری تو آنکھیں ہی اسے دیکھنے کے لیے ترس گئی تھیں، کئی بار اسے ملنے کے لیے آنے کا خط لکھا، مگر ہر بار تعلیمی مصروفیات کا بہانہ کر دیتا، آخر وہ کونسی مصروفیات تھیں جن کی وجہ سے وہ نہیں آسکتا تھا جبکہ دوسرے اس کے تمام کلاس فیلو گھروں کو آچکے ہوتے تھے۔

کچھ عرصہ بعد میرے بیٹے کی ڈیمانڈ اور مطالبہ بھی بڑھ گیا اب وہ سو ڈیڑھ سو لیرہ مانگنے لگ گیا تھا ایک دفعہ تو اس نے یک مشت تین سو لیرہ کی ڈیمانڈ کر کے مجھ پر بجلی گرا دی۔ جناب قاضی صاحب آپ خود سوچیں جس سبزی فروش کی روزانہ کی آمدن نصف لیرہ ہو وہ اپنے بیٹے کو بیک وقت تین سو لیرہ کہاں سے ادا کر سکے گا۔

میں نے خط میں لکھا کہ بیٹا اتنی بڑی رقم میں کہاں سے لاؤں، میری آمدن تو تجھے معلوم ہے اور میں بوڑھا بھی ہو گیا ہوں، کوئی اور کام بھی نہیں کر سکتا اور مجھ غریب کو بھلا قرض کون دے گا، بیٹا تو اپنے امیر کلاس فیلو سے مقابلہ نہ کر وہ امیر کبیر لوگوں کی اولاد ہیں۔

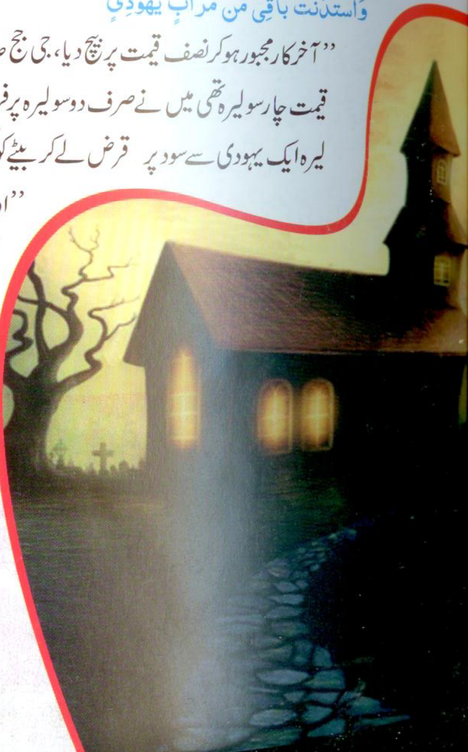


اس کا چند دن بعد صرف اتنا ہی جواب آیا کہ ابو جی جتنا جلد ممکن ہو مجھے تین سو لیرہ کی سخت ضرورت ہے جلد بھیج دیں، اب اس کی ماں بے چین ہو گئی، ہائے پتہ نہیں میرے بیٹے کو کتنی مشکل پڑی ہو گی، اس کی دن رات کی فریاد اور میرا پدری جذبہ بھی بیدار ہوا، میرے پاس تو اور کچھ بھی نہ تھا میں نے اپنا مکان فروخت کر کے رقم بھیجنے کا فیصلہ کر لیا۔

مگر اتنی عجلت میں مکان فروخت کرنا آسان نہ تھا۔ کوئی اس معمولی مکان کو خرید ہی نہ رہا تھا:

لَقَدْ بِعْتُهَا بِنِصْفِ ثَمَنِهَا ... لِأَجْلِ عُيُونِ وَلَدِي الْحَبِيْبِ ... وَاسْتَدَنْتُ بَاقِيَ مَنْ مُرَابٍ يَهُودِيٍ

''آخر کار مجبور ہو کر نصف قیمت پر بیچ دیا، جی جج صاحب مکان کی کُل قیمت چار سو لیرہ تھی میں نے صرف دو سو لیرہ پر فروخت کر دیا باقی سو لیرہ ایک یہودی سے سود پر قرض لے کر بیٹے کو بھیج دیئے''



''اور ساتھ ہی بیٹے کو یہ بھی لکھ دیا کہ اب میرے پاس کچھ بھی نہیں بچا، میں یہودی کا مقروض ہونے کے ساتھ ساتھ مکمل دیوالیہ ہو چکا ہوں''

اس کے بعداس نے خط لکھنا ہی بند کر دیا اور ہم اس کے بارے میں بےچین ر
لگے، مگراب وہ اپنے حالات کے بارے میں لکھ کر نہیں بھیجتا۔ اب سات سال ہو
تھے کہ ہم نے اس کا چہرہ نہ دیکھا تھا اور اِدھر ہم کرائے کے مکان میں رہنے لگے، جس
یہودی سے سود پر قرض لیا تھا اس کے مطالبے شروع ہو گئے، آمدن تھی ہی نہیں، آخر م
کہاں سے اسے سود سمیت سو لیرہ جواب دو سو لیرہ ہو چکے تھے ادا کر پاتا، اس یہودی
مجھ پر کیس کر دیا۔

جس پر عدالت نے مجھے کچھ عرصے کی مہلت دی اور ناکامی کی صورت میں جیل ک
فیصلہ سنایا، جناب جج صاحب اب میں اس بڑھی ہوئی قرض کی رقم کہاں سے ادا کرتا، نتیجہ
کہ مجھے جیل میں ڈال دیا گیا۔

جی ہاں اپنے اس بیٹے کی وجہ سے جیل گیا جو میں نے خدا سے بیٹا تو مانگا تھا مگر نیک
نہیں مانگا، جس کے دل میں عہدے اور دولت کی محبت تو بھری تھی خدا کا خوف نہیں تھا
دوسری طرف میری بیوی اکیلی رہنے پر در در کی ٹھوکریں کھانے لگی۔

اس کا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی پرسان حال نہ تھا، اب وہ بھی بوڑھی تھی۔ اس نے مردوں
کو غسل دینے کا کام شروع کر دیا، ساتھ ساتھ لوگوں کے گھروں میں برتن دھونے، صفائ
کے کام کرنے میں مجبور ہو گئی اور آنکھوں کی بینائی بھی کم ہو چکی تھی۔



ایک سال سے زیادہ عرصہ جیل میں رہنے کے بعد رہا ہو کر آیا تو مجھے میرا ایک پڑوسی کہنے لگا ابراہیم صاحب آپ اپنے بیٹے سے ملے ہیں، میں حیرانی سے پوچھنے لگا کہاں ہے وہ، وہ مجھے ٹکٹکی باندھ کر ایسے دیکھنے لگا جیسے کہ میں کوئی اسے عجیب اور انوکھا نمونہ نظر آ گیا ہوں اور پھر کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولا:

أَلَا تَدْرِی یَا رَجُلُ أَیْنَ وَلَدُكَ الْآنَ... أَمْ أَنَّكَ تَتَجَاهَلُ؟!!...هُوَ الْآنَ مُوَظَّفٌ كَبِیْرٌ فِی الْحُكُومَةِ... وَیَسْكُنُ مَعَ زَوْجَتِهِ الْفَرَنْسِیَّةِ... الخ

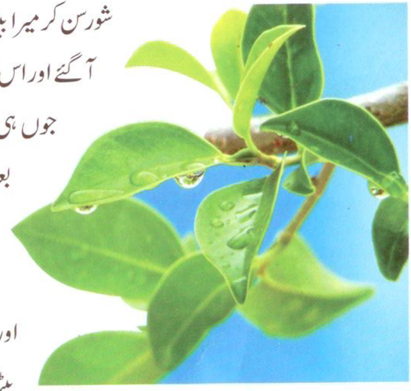
”واقعی آپ کو اپنے بیٹے کے بارے میں معلوم نہیں یا پھر آپ مجھ سے اصل حقیقت چھپانا چاہتے ہیں وہ تو بہت بڑا سرکاری افسر ہے، اپنی فرانسیسی بیوی کے ساتھ آفیسر کالونی میں وسیع و عریض عالیشان بنگلے میں رہتا ہے“

مجھے تو اسکی بات پر شروع میں بالکل یقین نہ آیا، آخر وہ واپس آ جائے اور ہمیں نہ ملے یہ کیسے ہو سکتا ہے مگر یہ میرا پڑوسی ایک نیک دیندار آدمی تھا، اس کی بات کو جھٹلانا بھی آسان نہیں تھا، یہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا تھا، اسی وجہ سے اس کی بہت عزت اور قدر کی جاتی ہے، ایک دفعہ تو اس نے اپنے بیٹے کے بارے میں پولیس کو سچ سچ بیان دے کر گرفتار بھی کرا دیا تھا کہ اسی نے اپنے پڑوسی کے بیٹے کو زخمی کیا ہے اور اس کا ذمہ دار ہے۔



ہم تو خود کو آسمان پر اڑتا ہوا سمجھنے لگے اور پھر میں اپنی بیوی کو لے کر اس شخص کے بتائے ہوئے پتے پر پہنچ گیا، بنگلے کا دروازہ کھٹکھٹایا ایک نوکرانی نے دروازہ کھولا جب اس نے ہمارے میلے کچیلے کپڑے دیکھے تو پہلے تو اس نے اپنی ناک سکیڑ لی اور پھر ایک لمبا سانس لے کر کہنے لگی تم کیا کہنا چاہتے ہو، ہم نے اسے بتایا کہ ہم ابراہیم سے ملنا چاہتے ہیں۔

وہ نوکرانی بولی آپ چلے جائیں ابراہیم صاحب آپ جیسے غریبوں سے نہیں ملتے مجھے غصہ آ گیا۔ میں نے کہا میں ابراہیم کا والد اور یہ اس کی والدہ ہے، اس نوکرانی نے ہمیں تمسخرانہ انداز میں دیکھا۔ اسے تو یقین نہیں آیا اور پھر وہ شور مچاتی اندر چلی گئی۔



شور سن کر میرا بیٹا ابراہیم اور اس کی بیوی دونوں گیٹ پر آ گئے اور اس نوکرانی سے کہنے لگے کیا شور مچا رکھا ہے جوں ہی ابراہیم باہر نکلا میری بیوی کی آٹھ سال بعد اپنے بیٹے پر جب نظر پڑی تو وہ بے قرار اور بے چین ہو گئی اور خود پر قابو نہ رکھ سکی۔

اور ہاتھ اپنے بیٹے کی طرف بڑھایا ہائے میرا بیٹا کہہ کر ابراہیم سے ملنے بڑھی مگر ہائے افسوس، ہائے افسوس میرا بیٹا پیچھے ہٹ گیا اور اپنی پاس کھڑی فرانسیسی بیوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا:

وَقَالَ لِزَوْجَتِهِ: هٰؤُلَاءِ مُجَرَّدُ مَجَانِيْنَ!!... ثُمَّ أَعْطَانَا ظَهْرَهُ وَاسْتَدَارَ عَائِدًا إِلٰى دَاخِلِ الْفِيْلَا... وَأَمَرَ الْخَادِمَةَ أَنْ تَطْرُدَنَا مِنَ الْبَابِ...

''یہ دیوانے اور پاگل کہاں سے آ گئے ہیں اور پھر اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑ کر اندر واپس چلا گیا اور نوکرانی کو کہہ دیا کہ ہمیں بھگا دے''

جناب جج صاحب ہم دونوں ہارٹ اٹیک کا حملہ ہوتے ہوتے بچے، خدا کی قسم جناب جج صاحب ہم دونوں وہیں ذرا دور ہٹ کر گھنٹوں بیٹھے روتے رہے، جس بیٹے کے لیے سب کچھ تباہ کر دیا آج وہ ہمیں دیوانہ اور پاگل کہہ رہا ہے، ہمیں ہمارے بیٹے نے گولی کے بغیر قتل اور چھری کے بغیر ذبح کر دیا تھا۔

اس کے بعد بھی میں مایوس نہ ہوا بلکہ اس کے دفتر کے چکر لگانے لگا کہ شاید اس کے دل میں باپ سے محبت کا جذبہ بیدار ہو جائے، شاید اسے اپنی ماں ہی کا خیال آ جائے مگر سب بے سود۔



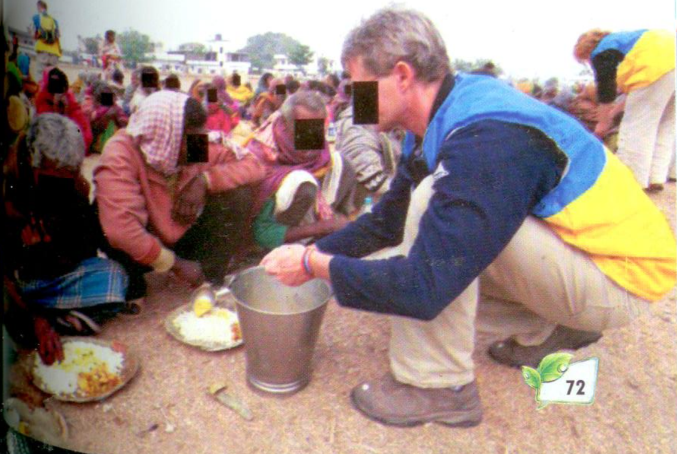
مَاذَا تُرِيْدُ أَيُّهَا الرَّجُلُ؟ أَتُرِيْدُ مَالًا وَدَرَاهِمَ؟ أَنَا سَأَعْمَلُ لَكَ رَاتِبًا شَهْرِيًا بِشَرْطِ أَلَّا تَزُوْرُوْنِي فِي بَيْتِي أَوْ فِي مَقَرِّ عَمَلِي وَأَلَّا تَقُوْلَ لِأَحَدٍ: أَنَّكَ أَبِي

''ایک دن مجھے میرا بیٹا کہنے لگا او بوڑھے کیا تجھے پیسے کی ضرورت ہے میں تجھے ہر ماہ کچھ رقم بھجوا دیا کروں گا، مگر اس شرط پر تم دوبارہ میرے دفتر نہ آؤ اور نہ ہی کسی کو بتاؤ کہ تم میرے باپ ہو''

جناب جج صاحب میں نے اس کی وہ رقم وہیں چھوڑی اور باہر چلا آیا، اب ہم دو
میں کام کرنے کی طاقت نہیں ہے، ہم دونوں ایک خیراتی سینٹر میں کھانا کھا لیتے ہیں،
اپنی موت کا انتظار کرتے ہیں۔ ہم دونوں آپ کے پاس فیصلے کے لیے آئے ہیں اور
شکایت پیش کرتے ہیں کہ ہم کیا کریں۔

ان دونوں کی کہانی سنتے سنتے میری آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور آنسو ضبط نہ ہو سکے،
نے ان سے کہا تم اپنے بیٹے کا نام پتہ اور محلے کی تفصیل بتاؤ چند دنوں میں آپ کا فیصلہ
ہوں۔ وہ بوڑھا مجھے دیکھ کر کہنے لگا غالباً آپ مجھے بیٹے کے ہاتھوں قتل بھی کروانا چا
ہیں، میں نے کہا جب تک مدعا علیہ کو نوٹس دے کر عدالت میں نہ بلایا جائے گا، فیصلہ تو نہیں
ہو سکتا۔ اس پر بوڑھا کہنے لگا جج صاحب پھر چھوڑ دیں اب ہم اپنا کیس آپ کی عدالت
بھی ایک بہت بڑی عدالت میں دائر کرتے ہیں جس کا فیصلہ سب سے معتبر اور بہتر ہوگا۔
اور وہ بوڑھا اپنے کمزور و لاغر جسم کے ساتھ گھسٹتے کمرہ عدالت سے باہر نکل گیا۔

حوالہ: (قصص اعجبتنی 141 تا 149)



لڑکیوں سے دوستی میں تباہ ہونے والا پائلٹ

8 میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں اپنی کہانی کی کہاں سے شروعات کروں لیکن جہاں سے بھی شروع کروں وہ دن ہمیشہ مجھے یاد رہے گا، اسے زندگی بھر کبھی بھی نہیں بھول سکتا، یہ کل کی طرح مجھے بالکل اچھی طرح یاد ہے حالانکہ کئی سال گزر چکے ہیں۔

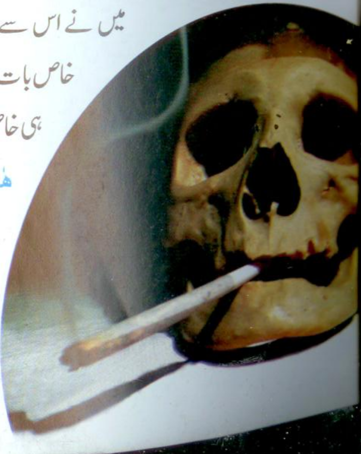
اس دن تک میں نے تو ہیروئن کا نام بھی نہیں سنا تھا اور نہ ہی مجھے یہ معلوم تھا کہ اس کے نقصانات کیا ہیں اور یہ ملتی کہاں سے ہے اور کتنے کی ملتی ہے اس دن میں ترکی کے شہر استنبول کے ایک مشہور فائیو اسٹار ہوٹل میں بیٹھا تھا، میرے پاس ایک ترک لڑکی آ بیٹھی اور مجھ سے حال احوال پوچھنے لگی۔

یہ لڑکی بہت خوبصورت اور نوجوان تھی میں اس کی باتیں دلچسپی سے سننے لگ گیا، دوران گفتگو اس نے ایک سگریٹ سلگایا اور خود پینے لگی اور ایک مجھے دیدیا میں تو سگریٹ نہیں پیتا تھا مگر اس لڑکی کی سحر انگیز شخصیت کے زیر اثر اسے خوش کرنے کے لیے میں بھی پینے لگا، مگر اس کا ذائقہ قدرے مختلف سا تھا کیونکہ ایک دو بار میں نے دوستوں کے درمیان کبھی کبھار سگریٹ کے چند ہی کش لگائے تھے، اس لیے ذائقے کی تمیز تھی۔

میں نے اس سے پوچھ ہی لیا کہ کیا اس سگریٹ میں کوئی خاص بات ہے تو کہنے لگی کیوں نہیں اس میں تو بہت ہی خاص بات ہے:

هٰذَا الْمَسْحُوقُ سَوْفَ يَجْعَلُكَ كَالْفَرَاشَةِ

”جب تم یہ پی لوگے تو خود کو تتلی کی طرح ہلکا پھلکا چست پاؤ گے“





میں نے اس کی باتوں میں آ کر پورا سگریٹ پی لیا اس کے بعد تتلی تو نہ بن سکا البتہ گدھا ضرور بن گیا ہوں اور پھر جاتے جاتے ایک پرس مجھے بطور تحفہ اور نشانی دے گئی اور کہنے لگی کہ کیا یاد کرو گے یہ بہت مہنگا تحفہ تمہیں دے رہی ہوں جب تم تھکاوٹ، بوجھ، بے سکونی اور ٹینشن محسوس کرو تو اس کے کش لگا لینا۔

بس اس دن سے میرا زوال شروع ہو گیا، میں اور پھر سنبھل نہ سکا، ذرا رُکئے پہلے میں آپ کو اپنا تعارف تو کرا دوں میں مصر کے ایک غریب خاندان سے تعلق رکھتا ہوں، میرے والد ایک کسان ہیں، میرے سات بہن بھائی ہیں ہمارے والد بہت ہی نیک آدمی ہیں انہوں نے ہم سب کی بہت ہی اچھے طریقے سے تربیت کی۔

ہمیں ہر خوشی اپنی حیثیت سے بڑھ کر دی اور ہماری والدہ کی تربیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے، غربت کے باوجود ہم سب بھائی اعلیٰ عہدوں پر فائز ہو گئے، اس نے ہمیں محنت، سچائی، امانت داری سکھائی پورے خاندان میں ان کا عزت اور احترام کیا جاتا تھا۔

ہم سب مشترکہ طور پر ہنسی خوشی زندگی گزار رہے تھے۔ میں ایک فضائی کمپنی میں ایئر ہوسٹ بن چکا تھا۔ میرا چھوٹا بھائی ڈاکٹر جبکہ ایک بھائی پولیس افسر تھا باقی چار بہنیں ہیں، میری اور میرے ڈاکٹر بھائی کی بیویاں آپس میں حقیقی بہنیں بھی ہیں، اس لیے ہمارے خاندان میں مثالی پیار و محبت و سکون ہے۔

سسر انتہائی نیک آدمی ہیں انہوں نے اپنی اولاد کی اتنے اچھے اور بہتر طریقے سے تربیت کی ہے کہ میرے والدین میری ساس اور سسر کو ہمیشہ دعائیں دیتے رہتے ہیں کیونکہ یہ دونوں بہنیں اپنی ساس اور سسر یعنی میرے والدین کی خوب خدمت کرتی ہیں اور میرے والدین بھی بہوؤں اور حقیقی بیٹیوں میں ذرا بھی فرق نہیں کرتے جس کی وجہ سے دونوں بہوویں بھی انہیں بھی اپنے ماں باپ کی طرح درجہ دیتی ہیں۔

بلکہ میری بیوی تو اکثر میرے والد کی تعریف کرتی ہے کہ کئی بار انہوں نے میری وجہ سے اپنی حقیقی بیٹی کو ٹوک دیا اور واقعی میرے والدین اپنی بہوؤں کو اپنے بیٹیوں کے برابر سمجھتے کسی بھی مسئلے پر ان سے باقاعدہ مشورہ لیتے ان کی رائے معلوم کرتے اگرچہ عمل اپنی مرضی کے مطابق کرتے تھے۔ اس طرح ہمارا گھرانہ ایک مثالی گھرانہ تھا۔ جب میری بیٹی پیدا ہوئی تو گھر کا ہر فرد خوش ہو رہا تھا، مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ میری بیٹی پیدا ہوئی ہے یا گھر کے ہر آدمی کی بیٹی پیدا ہو گئی ہے یہ سب کچھ استنبول کے واقعہ سے پہلے کے حالات ہیں۔ میں خوش و خرم اور پرسکون زندگی گزار رہا تھا، میں ہر ماہ ایک معقول رقم پس انداز کرنے لگا۔ میں نے سوچا تھا کہ جب میری اولاد بڑی ہو گی تو اس وقت کام آئے گی۔

میں خوبصورت خواب دیکھتا:

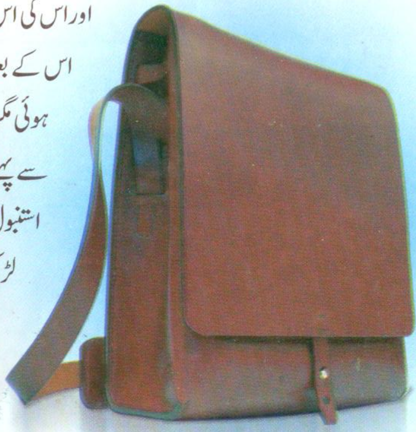
وَعِشْتُ مَعَ زَوْجَتِي وَأَطْفَالِي سَنوَاتٍ فِيْ سَعَادَةٍ مُنْقَطِعَةِ النَّظِيْرِ

"میری بیوی کے نیک اور صالح طرز عمل نے میری زندگی بھی خوشیوں سے بھر دی تھی"

مجھے یاد نہیں کہ کبھی ایسا نہ ہوا کہ جب بھی گھر آتا تو وہ دروازے پر مسکراتے چہرے سے میرے استقبال کے لیے کھڑی نہ ہوتی، اس کی ان باتوں نے مجھے اس کا اپنا گرویدہ بنالیا تھا اس لیے ڈیوٹی سے فارغ ہونے کے بعد اِدھر اُدھر گھومنے کا دل ہی نہ کرتا تھا۔

مجھے یاد نہیں کہ ہماری آپس میں کبھی تلخی ہوئی ہو، ایک دو بار مجھے کسی بات پر غصہ آ گیا تھا بعد میں مجھے احساس ہوا کہ غلطی تو میری تھی مگر اس کے باوجود اس نے میرے غصے کے باوجود میرے ہاتھ پکڑے انہیں چوما اور آنکھوں پر لگا کر کہنے لگی کہ مجھ سے غلطی ہوگئی، آئندہ ایسا کبھی نہیں ہوگا۔

جب میرا غصہ ٹھنڈا ہوا اور مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا تو مجھے خود سے شرم آنے لگ گئی



اور اس کی اس حرکت نے تو مجھے اپنا غلام بنا
اس کے بعد آج تک کوئی رنجش ہی پیدا
ہوئی مگر یہ سب کچھ استنبول کے واقعے
سے پہلے کی بات ہے پھر کیا ہوا۔
استنبول کا ہوٹل والا واقعہ پیش آ گیا،
لڑکی سفید زہر ہیروئن کا بیگ مجھے
تحفہ میں دے کر چلی گئی یہ عشا
کا وقت ہوگا میں اپ
کمرے میں چلا گیا،
جب اٹھا تو میرا انگ انگ درد کر رہا تھا سینے میں کچھ بوجھ سا محسوس ہو رہا تھا۔

میرا تو بستر سے اٹھنے کا دل ہی نہیں کر رہا تھا میری خواہش تھی کہ مزید سوتا رہوں اور کئی دنوں تک سوتا رہوں، مجھے کوئی جگانے نہ پائے، مگر فلائٹ کا وقت قریب آ گیا میں اٹھا اور تیاری کرنے لگا مگر ذہن میں اس لڑکی کی بات آئی کہ جب بھی تھکاوٹ یا بے چینی محسوس ہو تو اس کے کچھ کش لگا لینا، تتلی بن جایا کرو گے۔

میں نے وہ سفید پاؤڈر لیا اور اس کے کچھ کش لگا لیے اور حیرت انگیز طور پر میری تھکاوٹ اور تھکن کچھ کم ہو چکی تھی مجھے تو اس لڑکی کی بات یاد آنے لگی تھی کہ اس کے کش لینے سے تم تتلی بن جایا کرو گے، اگرچہ تتلی تو نہ بن پایا مگر جسم جو ٹوٹ رہا تھا اس سے سکون آ گیا۔

مجھے تو اس کا اندازہ ہی نہ تھا اور نہ ہی خیال آیا کہ کل رات سے پہلے تو میرے جسم میں انتہائی لمبے سفر کے باوجود تھکاوٹ اور بوجھ محسوس نہیں ہو رہا تھا مگر رات کو ایک کش لگانے کے بعد صرف نیند کرنے سے کیوں جسم ٹوٹنے لگا تھا یہ تو صرف اسی سفید زہر کا کرشمہ تھا، مگر مجھے اس کا اس وقت احساس نہ ہو سکا میں تو یہ سمجھنے لگا کہ صبح کی تھکاوٹ اس پاؤڈر نے ختم کر دی یہ سوچا ہی نہیں کہ صبح کی تھکاوٹ کا سبب بھی تو یہی ہیروئن ہی تھی۔

آج میں پچھتا رہا ہوں، کاش یہ کش نہ لگاتا اور میری یہ حالت نہ ہوتی مگر غلط صحبت، والدین کی پندرہ بیس سالہ محنت پر پانی پھیر دیتی ہے ورنہ نوح علیہ السلام جیسے عظیم نبی کا بیٹا



کشتی میں بیٹھنے سے انکار نہ کرتا، اسے بھی غلط صحبت نے خراب کر دیا تھا، مجھے بھی ایک ہی صحبت نہ صرف خراب کر گئی بلکہ تباہ و برباد کر گئی اور میں وہ بیگ اپنے ساتھ لے آیا۔ کاش میں اسے ضائع کر دیتا مگر پچھتانے کا کیا فائدہ اور پھر آہستہ آہستہ اس سفید پاؤڈر کا کش لگانا نہ صرف عادت بلکہ میری مجبوری بن گئی۔

ثُمَّ جَاءَ يَوْمٌ لَمْ أَتَعَاطَ فِيْهِ أَىَّ جُرْعَةٍ مِنْ هٰذَا السَّمِّ الْقَاتِلِ... فَأَحْسَسْتُ بِأَلَمٍ شَدِيْدٍ فِي كُلِّ مَفَاصِلِي

''ایک دفعہ مجھے اس کے کش لینے کا موقع نہ ملا اس دن تو میرے جسم میں مجھے اتنا شدید درد محسوس ہوا کہ میں بیان نہیں کر سکتا''

اتنی شدید گھبراہٹ کہ میں خودکشی پر تیار ہو گیا تھا کیونکہ یہ سفید پاؤڈر ختم ہو چکا تھا مجھے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ یہ مصر میں ملتی ہے یا نہیں یا پھر کہاں سے مل سکے گی، اس لیے فوراً میں ہیڈ آفس پہنچا اور اپنی ڈیوٹی استنبول جانے والی پرواز پر لگوا دی اور چند ہی گھنٹے بعد استنبول اسی فائیو اسٹار ہوٹل پر پہنچا اور اس لڑکی کو تلاش کرنے لگا جس نے مجھے پہلی بار یہ بیگ دیا تھا مگر مجھے وہاں وہ نہ مل سکی تاہم نشے کے حصول میں مجھے دقت نہ ہوئی کیونکہ مجھے وہاں سے بآسانی ہیروئن مل گئی، میں نے خریدتے ہی چند زوردار کش لگائے تو گویا میں دنیا میں واپس آ گیا اور پھر کافی مقدار میں خرید کر اپنے ساتھ لے آیا۔

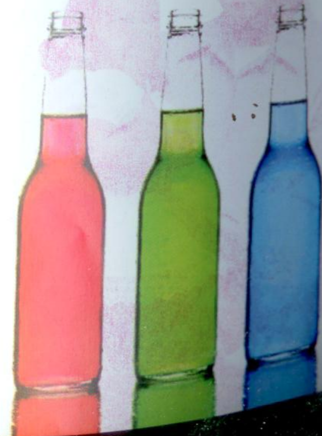
مگر واپسی کے دوران میری کیفیت کچھ بدلی سی محسوس ہو رہی تھی، جہاز کے مسافر مجھے بلاتے پکارتے رہتے مجھے سنائی نہ دیتا یا ان کی بات باقاعدہ سن رہا ہوتا مگر سمجھ نہ پاتا کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں اور مجھے کیا کرنا چاہئے کبھی کوئی قہوہ مانگتا تو میں اسے کولڈ ڈرنک لا دیتا اور جو کولڈ ڈرنک مانگتا میں اسے ٹشو پیپر پکڑا دیتا، جہاز کا کیپٹن کافی دیر تک مجھے غور سے دیکھتا رہا اور پھر میرے قریب آ کر کہنے لگا:

أَأَنْتَ مُدْمِنٌ؟!!

''کیا تم نشہ بھی کرتے ہو''



میں نے اس سے بھی پوچھ لیا آپ کا کیا مطلب میں سمجھا نہیں اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا تم کوکین یا ہیروئن استعمال کرتے ہو نا، میں نے زور سے نفی میں سر ہلا دیا اور میں نے کہا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں رات بھر سو نہیں سکا میں نے وہاں ڈاکٹر کو چیک اپ بھی کرایا تھا اس نے مجھے کچھ دوائی بھی دی ہے۔



کیپٹن کو میری بات کا یقین آ گیا اور اس نے مجھے سیٹ پر بٹھا دیا جوں ہی میں بیٹھا میں گہری نیند میں چلا گیا میری آنکھ اس وقت کھلی جب جہاز ایئرپورٹ پر لینڈ کر چکا تھا میں نے خود پر بڑا کنٹرول کرتے ہوئے قابو رکھا اور جہاز سے اتر آیا:

وَلٰكِنَّ كَلِمَةَ الْقَائِدِ مَا زَالَتْ تَرِنُّ فِيْ أُذُنِي: أَأَنْتَ مُدْمِن؟... أَأَنْتَ مُدْمِن؟!!

''مگر میرے کانوں میں جہاز کے کیپٹن کے الفاظ مسلسل گونجنے لگے تھے کہ کیا تم کوکین یا ہیروئن استعمال کرتے ہو''

پہلی بار مجھے محسوس ہوا کہ میں واقعی نشے میں پھنس چکا ہوں، میں نے دفتر سے دن کی چھٹی لی اور گھر آ گیا۔

پہلا دن تو پورا سو کر گزارا بار بار میری بیٹی میرے پاس آ کر آہستہ آہستہ سے پکارتی اور پھر کہتی کہ ابو تھک کر سوئے ہوئے ہیں۔ وہ واپس چلی جاتی جس بیٹی کی ایک پر میں تڑپ جایا کرتا تھا آج درجنوں بار مجھے پکار چکی تھی مگر میں ٹس سے مس نہیں ہو رہا تھا مجھے یہ احساس ہی قتل کرنے لگا اس لیے مجھے غصہ آیا اور اٹھ بیٹھا اور اس کا سارا الزام ہیروئن کو دینے لگا میں نے وہ خریدی ہوئی ہیروئن اٹھائی اور کھڑکی سے زوردار انداز سے باہر پھینک دی اور پکا ارادہ کر لیا کہ آئندہ اس کے قریب بھی نہ جاؤں گا اس کے بعد مجھے کچھ خوشی اور اطمینان سا ہونے لگا میں نے اپنی بیٹی کو بلایا اسے گود میں اٹھا کر پیار کرنے لگا۔



مجھے دیکھ کر میری بیوی بھی مسکرانے لگی اور پندرہ دن بعد میں اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہو گیا لیکن اس دوران پھر اچانک میری ہڈیوں میں سخت درد شروع ہو گیا، مجھے ایسا محسوس ہونے لگا کہ جیسے اگر میں نے ابھی ہیروئن کے کچھ کش نہ لیے تو میں مر ہی جاؤں گا اور پھر میں

پاگلوں کی طرح سڑک پر نکل کر آوارہ گردی کرنے لگ گیا مجھے کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں واپس جلدی گھر آیا عام کپڑے پہنے اور قاہرہ کے ٹی وی اسٹیشن کے نزدیک ایک نئی کالونی جانے کا پروگرام بنا لیا۔ کیونکہ میں نے کسی سے سنا تھا کہ اس کالونی سے بھی ہیروئن مل جاتی ہے اگرچہ ترکی سے ملنے والی ہیروئن خالص نہیں ہوتی وہاں میری ایک آدمی سے ملاقات ہوئی اس نے مجھے غور سے دیکھا اور کہنے لگا تم تو مکمل ہیرونچی بن چکے ہو اور پھر اس نے انتہائی مہنگی قیمت پر مجھے ہیروئن دیدی، مجھ سے اس نے اس وقت تمام رقم لے لی، جوں ہی اس کے چند کش لگائے میرا درد ختم ہو گیا اور پھر میں واپس گھر آ گیا۔



أَمْرٌ حَدَثَ فِي الْبَيْتِ لِأَوَّلَ مَرَّةٍ أَرْهَقَنِي... نَظَرَاتِ الشَّكِ الَّتِي بَدَأَتْ تُلْقِيهَا زَوْجَتِي...

''اس دفعہ ایک نئی بات بھی رونما ہو گئی تھی کہ میری بیوی اب مجھے مشکوک نظروں سے دیکھنے لگی تھی''

ایک دن کہنے لگی گھر کے اخراجات کے لیے رقم ہی نہیں واقعی بات بھی یہی تھی، ہیروئن میں میری تنخواہ کا زیادہ حصہ خرچ ہو جاتا، گھر کے اخراجات کے لیے رقم ہی نہ بچ پاتی، اب اس کے علاوہ صرف وہ رقم تھی جو شروع میں ہم رقم بچا کر رکھا کرتے تھے، میں نے وہ رقم نکالی اور گھر کے اخراجات چلانے لگ گیا، اس رقم سے میرے لیے ہیروئن خریدنا اور بھی آسان ہو گیا۔

ایک دفعہ جب میں بیرون ملک پرواز سے ڈیوٹی کر کے واپس گھر پہنچا تو میری
کہنے لگی پہلے تو آپ ہر دفعہ میرے لیے بیٹی اور اپنے بھتیجوں اور بھانجوں کے لیے
لایا کرتے تھے، اب کیوں نہیں لاتے مگر میں نے اس کی بات سنی ان سنی کر دی۔

اتنے میں دروازے پر گھنٹی بجی میں باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک پولیس افسر سامنے کھڑا
اس نے مجھ سے نام اور ملازمت وغیرہ کے بابت معلومات حاصل کیا پھر کچھ سوچنے
بعد پوچھنے لگا کہ کیا آپ نے اپنی یہ گاڑی کسی دوست کو دی تھی میں نے کہا نہیں میں نے
کو نہیں دی، پولیس افسر کہنے لگا اچھی طرح یاد کریں، آپ کی یہ گاڑی قاہرہ ٹی وی اسٹیشن
قریب نئی آبادی میں ایک ہیروئن فروخت کرنے والے آدمی کی دکان کے باہر کھڑی دیکھی
گئی ہے اس کی رپورٹ ہمیں ملی ہے، میں تو ہکا بکا رہ گیا۔



فوراً میں نے لعاب نگلنے لگا اور کہنے لگا جی جی یاد آیا میں نے ایک دوست کو ایک دن
ضروری کام کے لیے گاڑی دیدی تھی، شاید وہ نشہ کرتا ہو مجھے بیوی نے بھی غور سے اور گھور کر
دیکھا اور کہنے لگی کہ میرا خیال ہے کہ آپ اپنے دوست کو نصیحت کریں کہ وہ یہ نشہ نہ کرے اور
کسی اسپتال سے اپنا علاج کروائے یہ نشہ اسے اور اس کے خاندان کو ختم کر کے رکھ دے گا۔

وقت آہستہ آہستہ گزرتا گیا ایک دن میں اپنے دفتر پہنچا مجھے اپنے آفیسر نے بلایا اور
مجھے جہاز میں ڈیوٹی کرنے سے منع کر دیا میں تو حیران رہ گیا، آفیسر نے بتایا کہ:

إِنَّ الثَّوْرَةَ وَالِاعْتِرَاضَ لَيْسَا فِي صَالِحِكَ كُلُّ مَا يَطْلُبُهُ كَابْتَنُ
الطَّائِرَةِ أَنْ أَتَجَنَّبَ الرِّحْلَاتِ مَعَهُ وَهُوَ لَنْ يُخْبِرَ أَحَدًا بِإِدْمَانِي

"اب اس بات میں کوئی شک ہی نہیں رہا کہ آپ نشہ کرتے ہیں آپ کو جہاز میں
لے جانا مسافروں کی جان سے کھیلنے کے مترادف ہوگا۔ میں نے انہیں مطمئن
کرنے کی بڑی کوشش کی مگر سب بے سود رہا، اس آفیسر نے کہا کہ میں تمہارے
ساتھ یہ نیکی کر سکتا ہوں کہ کسی کو تمہارے نشئی ہونے کا از خود نہیں بتاؤں گا"

اس کے بعد میرے تمام ساتھیوں نے جہاز کی ڈیوٹی پر نہ جانے کے بارے میں مجھ
سے فرداً فرداً پوچھا مگر میں ہر ایک سے جھوٹا بہانہ کرتا کہ میں بیمار ہوں مجھے تکلیف ہے وغیرہ
وغیرہ۔

کچھ ہی عرصہ بعد جہاز کمپنی کے ریجنل ڈائریکٹر نے مجھے بلایا اور مجھے ڈیوٹی سے استعفیٰ
دینے کا کہا میرے پاؤں تلے سے تو زمین نکل گئی۔

میں نے انہیں مطمئن کرنے کی بڑی کوشش کی مگر ناکامی ہوئی اور مجھے استعفیٰ دیتے ہی
جان چھوٹی ورنہ مجھے جیل کی ہوا کھانا پڑتی، بوجھل قدموں سے گھر کی طرف حیران و پریشان
چل پڑا۔ میرا گھر جو کبھی سکون و اطمینان کا گہوارہ تھا وہاں آہوں
سسکیوں، ناکامیوں نے اپنے پنجے گاڑ
دیئے تھے۔



کمپنی کے تمام ملازمین کے سامنے الگ شرمندگی اٹھانا پڑی اور خاندان میں کسی کو دکھانے کے قابل نہ رہا، مگر میں نے لاپرواہی شروع کر دی جیسے کوئی مسئلہ ہی نہیں ہوا، دن میں نے گاڑی لی اور سیدھا ہیروئن فروش کے پاس چلا گیا اس سے کافی مقدار ہیروئن خریدی اور گھر آ گیا گھر میں داخل ہوتے ہی میری جان سے پیاری بچی دوڑ کر طرف ہاتھ اٹھائے اورابوابو کہتے ہوئے آگے بڑھی مگر میں نے اس کی طرف توجہ ہی نہ اور نظر انداز کرتے ہوئے اپنے کمرے میں چلا گیا۔



میری بیٹی جو اس وقت پانچ سال کی تھی میری اس حرکت پر شام تک روتی رہی، مگر مجھے تو پروانہ نہ تھی میں نے کمرہ بند کیا ہیروئن کے کش لیے اور لمبی تان کر سو گیا اتنے میں بیوی نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے کھولا تو وہ مسکرا کر مجھ سے پوچھنے لگی خیریت تو ہے آج جلدی کیوں ڈیوٹی سے واپس آ گئے، کیا طبیعت ٹھیک نہیں کیا آپ کے لیے کوئی چیز بنا کر لاؤں میں نے تیوری چڑھا کر غصہ سے جواب دیا یہاں سے ہٹ جاؤ مجھے اب ڈسٹرب نہ کرنا۔

میری بیوی انتہائی حوصلہ منداور عقلمند تھی اس نے میرے غصے کو نظر انداز کرتے ہوئے کہنے لگی:

هَلْ تَسْمَعْ نَصِيْحَتِي!! اِذْهَبْ اِلَى طَبِيْبٍ لِيُعَالِجَكَ... وَاعْلَمْ أَنَّنِي سَأَقِفُ بِجِوَارِكَ حَتَّى يَتِمَّ الشِّفَاءُ...

''آپ کسی ڈاکٹر سے علاج کروالیں میں آپ کی ہر طرح آخر دم تک مدد کروں گی آپ کے ساتھ رہوں گی''

میں بگڑ کر کہنے لگا کس بات کا علاج کراؤں وہ انتہائی سنجیدگی سے بولی اس موذی نشے سے جان چھڑانے کی، جس کی وجہ سے ہمارا گھر تباہ ہو چکا ہے، بیوی کی یہ صاف گوئی مجھ پر بجلی بن کر گری مجھے سخت طیش آ گیا، میرے سامنے جو چیز آئی اسے اٹھا کر توڑنے اور پھوڑنے لگ گیا۔

میری بیوی حیرت اور سخت بے چینی سے میری حرکتیں دیکھتی رہی اور پھر جلد ہی میں اٹھا اور گھر سے نکل گیا آخر کہاں جاؤں ایک ہوٹل میں جا بیٹھا اور قہوہ کا آرڈر دیدیا اس طرح کئی کپ منگواتا جاتا اور پیتا جاتا آس پاس بیٹھے لوگ مجھے دیکھ کر آپس میں کھسر پھسر کرتے اور منہ نیچے کر کے ہنسنے لگتے، مگر مجھے کسی کی پرواہ نہ تھی اور نہ ہی کسی بات پر ندامت اور پشمانی تھی۔

میں کئی گھنٹے ہوٹل میں گم صم بیٹھا رہا اس کے بعد ایک پارک کی طرف نکل گیا جب تھکا اور دوبارہ ہیروئن کی ضرورت محسوس ہوئی تو گھر کی طرف واپس چل پڑا، ورنہ گھر واپسی کا میرا ارادہ نہیں تھا۔ جوں ہی دروازہ کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ گھر میں میرے دونوں بھائی ڈاکٹر اور پولیس افسر آ چکے ہیں، میں نے انہیں سلام کیا ان کے پاس بیٹھ گیا، مگر ماحول میں خاموشی سی چھائی تھی:



مَزَّقَ هٰذَا الصَّمْتَ ضَابِطَ الشَّرْطَةِ بِقَوْلِهِ: زَوْجَتُكَ تُرِيْدُ الطَّلَاقَ!!...

''اتنے میں میرا پولیس افسر بھائی بولا آپ کی بیوی اپنے میکے جانا چاہتی ہے کیونکہ آپ نشہ کرتے ہیں''

میرا دوسرا بھائی جو ڈاکٹر ہے کہنے لگا تم میرے ساتھ چلو میں تمہارا علاج کرواتا ہوں اس وقت آپ کے بیوی بچے بھی میرے گھر میں رہیں گے، میں نے یہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ میں کوئی نشہ کرتا ہوں، بلکہ انہیں پاگل اور دیوانہ قرار دینے لگا اور میں نے انہیں کہا فوراً میرے گھر سے نکل جاؤ اس پر وہ دونوں غصہ میں آ کر چلے گئے۔

اب میرا گھر کا خرچ پورا نہیں ہو رہا تھا میں چپکے چپکے گھریلو سامان فروخت کر کے گھر کے اخراجات کم اور اپنے نشے کے اخراجات زیادہ پورے کرنے لگا۔ کتنی بار میری بیوی سے گھریلو سامان بیچنے پر تکرار بھی ہوئی اور ایک دن تو میں نے اپنی گاڑی بھی بیچ ڈالی، اب ہمارا گھر سنسان اور ویران لگنے لگا اور پھر ایک دن میری بیوی اپنے دونوں بچوں کو لے کر چلی گئی۔ مجھے نہیں پتہ وہ کہاں گئی اور نہ ہی میں نے اس کے جانے کی کوئی پرواہ تک کی اور نہ ہی مجھے اپنے پیارے سے بچوں کے جانے کا کوئی احساس ہوا اب میں گھر میں اکیلا رہنے لگا تھا جیب میں ایک پائی نہ بچی مگر نشہ تو نشہ ہے نہ ملنے پر آدمی مرنے کے قریب ہو جاتا ہے اب میرے پاس بھیک مانگنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا اور پھر میں نے بھیک مانگنے نکل گیا۔



پہلے ہی دن ایک شاپنگ سینٹر کے سامنے کھڑی کار میں ایک مرد اور عورت کو بیٹھے دیکھ کر ان کی طرف بڑھا اور خدا کے نام پر کچھ مدد کرنے کا کہا:

وَنَظَرَ إِلَيَّ الرَّجُلُ طَوِيْلًا ثُمَّ طَلَبَ مِنِّي الْإِنْصِرَافَ تَذَكَّرْتُ الرَّجُلَ وَالْفَتَاةَ إِنَّهُ زَمِيْلٌ لِيْ فِيْ شِرْكَةِ الطَّيْرَانِ الَّتِي كُنْتُ أَعْمَلُ فِيْهَا وَهٰذِهِ زَوْجَتُهُ

''اس آدمی نے کافی دیر تک مجھے ٹکٹکی باندھ کر اور غور سے دیکھا اور پھر مجھے کہنے لگا معاف کر دو اور وہ گاڑی میں بیٹھ روانہ ہو گیا ان کے روانہ ہو جانے پر مجھے یاد آیا کہ یہ آدمی جہاز کمپنی میں میرا ساتھی احمد اور ساتھ اس کی بیوی تھی۔



تب ہی وہ مجھے غور سے دیکھتا رہا اور جب اس نے مجھے پہچان لیا تو اس نے مدد کرنے سے انکار کر دیا''

کیونکہ وہ اپنی کمائی میرے نشے کی دستیابی کے لیے نہیں دینا چاہتا تھا، حالانکہ وہ آدمی میرے تمام ساتھیوں میں انتہائی سخی ہے، مجھے یہ خیال آتے ہی سخت دکھ ہوا اور وہیں سے واپس گھر آ گیا، بھیک مانگنے کا ارادہ چھوڑ دیا، آج پہلی دفعہ مجھے کچھ کچھ احساس ہونے لگا کہ میں ہیروئن کا نشئی ہو چکا ہوں اور اس سے جان چھڑانے کا سوچنے لگا۔

مگر کیسے جان چھوٹے گی اب تو یہ میری رگ رگ اور نس نس میں سرایت کر چکی ہے، مجھے ایک خیال سوجھا اور پھر اس پر عمل کرنے کا پروگرام بنا لیا۔

میں گھر سے نکلا اور بلڈنگ کے چوکیدار سے دس جنیہہ (مصری کرنسی) ادھار لی
میں پہلی دفعہ کسی سے ادھار لینے کا موقع تھا حالانکہ اس سے پہلے میں انہی چوکیداروں کو
رقم سے کئی گنا زیادہ ویسے ہی دیدیا کرتا تھا۔ اس چوکیدار نے مجھے دس جنیہہ دے دیئے۔

یہ رقم لے کر میں بس اسٹینڈ پہنچ گیا اور وادی جدید جانے والی گاڑی کا معلوم کیا
یہ انتہائی دور دراز علاقہ ہے جہاں ہیروئن اور دوسری نشے والی چیزیں دستیاب ہی نہیں
کی آبادی بہت مختصر اور سب زراعت پیشہ ہیں اور پھر گاڑی پر بیٹھ کر اس نامعلوم منزل
طرف روانہ ہوگیا، میں آج حضرت طارق بن زیاد کی طرح کشتیاں جلا کر نکلا تھا۔

وادی جدید میں جب پہنچا تو مجھے شدید بھوک لگی ہوئی تھی مگر مجھے بھوک سے
ہیروئن کا نشہ تنگ کر رہا تھا، اب سوچ میں پڑ گیا کہ یہاں نہ کوئی واقف ہے اور نہ ہی پاس
ہے کہاں جاؤں پھر جب کوئی راستہ نظر نہ آیا تو قریبی مسجد چلا گیا میری حالت دیکھ کر
نمازی کو مجھ پر ترس آنے لگا، یہ ایک قصبہ تھا جس میں شاید ہی کوئی اجنبی کبھی آتا ہو،
آج کافی عرصہ بعد انہیں ایک اجنبی بے بسی کے عالم میں نظر آیا، سارے لوگ میرے
ارد گرد جمع ہو گئے۔



ایک درمیانی عمر کا آدمی آگے بڑھا اور مجھ سے نام اور پتہ پوچھنے کے بعد کہنے لگا کہ
یہاں کس سے ملنے آئے ہو:
تَعِبْتُ مِنْ زِحَامِ الْقَاهِرَةِ... فَجِئْتُ لِلْعَمَلِ هُنَا...

"میں نے اسے بتایا کہ شہری زندگی سے اُکتا کر دیہات میں کسی کام کی تلاش
میں آیا ہوں"

اس نے پوچھا کہ تم قاہرہ میں کیا کام کرتے تھے، میں نے کہا میں کھیتی باڑی اور
زمینداری جانتا ہوں، میں نے یہ بات اس لیے کہی کیونکہ مجھے کسی نے بتایا تھا کہ اس
علاقے میں کھیتی باڑی کا کام بہت ہوتا ہے۔

اور وہاں آسانی سے مزدوری اور کام مل جاتا ہے اور پھر بچپن میں اپنے والد کے ساتھ
کھیتی باڑی کا کام کرتا رہا تھا۔ یہ سن کر وہ آدمی چلا گیا، میں
نے دل ہی دل میں سچے دل سے توبہ کی
اور دعا کرنے لگا،
اے اللہ میں اس
گندگی سے نکل کر
یہاں آیا ہوں، اب
آگے تو مجھے سنبھال لے
، کیونکہ تیرا ہی فرمان ہے جو
میری طرف ایک بالشت بڑھتا
ہے میں ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھتا
ہوں، جو میری طرف چل کر آتا ہے میں اس کی
طرف دوڑ کر جاتا ہوں۔



اے اللہ آج میں تیری طرف چل کر آ گیا ہوں اور پھر تیرے ہی گھر میں آ کر
ہوں، اب میری مدد فرما، خدا کی مہربانی دیکھئے تھوڑی دیر بعد وہ آدمی پھر میرے پاس آ
اور کہنے لگا کہ میں نے اسیوط زرعی یونیورسٹی سے زراعت میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے
سرکاری ملازمت بھی مل گئی مگر میں وہ سب کچھ شہر کے ہنگاموں کی وجہ سے چھوڑ کر وا
آ گیا ہوں یہاں اپنی کافی زمین ہے اس میں ہی کام کروں گا، مجھے ایک مددگار کی ضرورت
ہے اگر تم میرے ساتھ کام کرنا چاہتے ہو تو آ جاؤ۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔



اس نے مجھ سے تنخواہ اور دو
شرائط پوچھی
میں نے کہا
قرآن کریم
ہے وہ میری بات
نہ سمجھا اور مطلب پوچھنے لگا میں نے کہا مجھے کسی تنخواہ کی ضرورت نہیں:

لَا أُرِيْدُ مِنْكَ إِلَّا أَنْ تُعْطِيَنِي كِتَابَ اللّٰهِ أَقْرَ أُفِيْهِ... وَمَكَانًا أَبِيْتُ فِيْهِ... وَقَلِيْلًا مِنَ الْغِذَاءِ يَكْفِيْنِي!!...

''بس مجھے ایک قرآن پاک ایک رہائش کی جگہ اور تین وقت کھانا دیدو''

اس پر وہ آدمی حیران رہ گیا اور خوش ہو کر مان گیا۔

اب مجھے رہائش کھانا مل چکا تھا اب مجھے باغ میں درختوں، پودوں کی دیکھ بھال اور
انہیں روزانہ پانی دینا تھا، مگر میرے لیے سب سے بڑا مسئلہ یہ درپیش تھا کہ کیا میں اس زہر
قاتل ہیروئن کے بغیر رہ سکوں گا، پہلے ہی دن جب اس نے مجھے لے کر کمرہ اور رہائش
دکھائی میں نے اسے کہا کہ میں تھکا ہوا ہوں، آرام کرنا چاہتا ہوں، اس نے کہا بڑی خوشی
سے آرام کریں مگر پہلے یہ کھانا کھالیں۔ کھانا کھانے کے بعد میں لیٹ گیا اور وہ چلا گیا۔

کہاں کا آرام اور کہاں کی نیند ہیروئن کی طلب شروع ہو چکی تھی، میرا انگ انگ ٹوٹ پھوٹ رہا تھا، جیسے میری ہڈیاں توڑی نہیں بلکہ پیسی جا رہی ہوں اور اس کی آواز مجھے آ رہی ہو، مجھ سے خود پر کنٹرول نہیں ہو رہا تھا، اپنے ناخنوں سے اپنے سر اور جسم کو کھرچنے اور پھر عجیب عجیب حرکتیں کرنے لگا۔

آج مجھے احساس ہونے لگا کہ ہیروئن چھوڑنا کتنا مشکل اور بھیانک مرحلہ ہے۔ اگر میں قاہرہ میں ہوتا تو ہر حال میں ہیروئن کے کش لگا لیتا مگر یہاں تو کوئی بھی آدمی اس زہر کے نام سے ہی واقف نہیں۔ درد سے میری چیخیں نکل رہی تھیں، کئی بار اٹھ کر باہر گھومنے کے لیے نکلنے کی کوشش کرنے لگا کہ شاید باغ میں ٹہل کر دل بہل جائے، مگر سر چکرایا اور دھڑام سے زمین پر گر گیا، تین چار بار گر کر خود کو مزید چوٹیں کھانے کے قابل نہ سمجھ کر بیٹھ گیا۔

کمرے میں اِدھر اُدھر دیکھا تو قرآن پر نظر پڑی جسے وہ شخص میری خواہش پر پہلے ہی لے آیا تھا اب مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی میرا پورا جسم اسی سالہ رعشہ والے مریض کی طرح کانپنے لگا، جس سے میں گھبرا گیا، اے اللہ میں اب یہاں کھیتی باڑی کیسے کر سکوں گا، ایسا نہ ہو کہ اس آدمی کو میرے نشئی ہونے کا پتہ چلے اور یہ بھی مجھے نکال دے:



وَكُلَّمَا اشْتَدَّ الْأَلَمُ ... اِرْتَفَعَ صَوْتِي وَأَنَا أَتْلُو هٰذِهِ الْأٰيَاتِ... وَكَانَ
قَلْبِي يَدْعُو اللّٰهَ أَنْ يُنْقِذَنِي

"یہ سوچ کر تو میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور اٹھ کر قرآن اٹھا لیا اسے کھو... پڑھنے لگ گیا، مگر اپنے گناہوں پر سخت شرمندگی اور ندامت کے آنسو رک نہیں پا رہے ... میرا دامن بھیگ چکا تھا، مجھے نہیں معلوم کہ کتنی تلاوت کی۔ غالباً تین چار پارے پڑھ ... پھر رو رو کر دعا مانگنے لگا، اتنا رویا اتنا رویا کہ مجھے یقین ہے کہ بچپن سے آج تک اتنا ... ہوں گا، میرے آنسوؤں سے قرآن کے صفحات بھی بھیگ چکے تھے"

روتے روتے نڈھال ہو کر خود کو تکیہ پر گرا دیا جب نیند سے بیدار ہوا تو اندازہ ہوا ... چار پانچ گھنٹے گزر چکے ہیں۔

اب مجھے ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ ... کوئی مسافر بہت دور دراز کے سفر ... کے آیا ہو اور اس نے کئی دن سے نیند ... اور اس کا جسم چور چور ہو رہا ہو، غنودگی ... قرب و جوار کے درختوں ... کے سائے میں چڑیلوں ... بلاؤں کی عجیب و غریب ... ڈراؤنی شکلیں دانت کھو... مجھے کھانے کے اند... سے نظر آ رہی تھیں۔

میں اٹھا کھڑکی کھول کر باہر دیکھنے لگا تا کہ تازہ ہوا میں کچھ سانس لوں اور ذرا دل بہل جائے مگر میری ٹانگیں میرا ساتھ نہیں دے رہی تھیں اور مسلسل لڑکھڑا رہی تھیں۔ مجھے بھوک بالکل نہیں لگی مگر پیاس اتنی شدید تھی کہ دل چاہتا تھا کہ ساری نہر پی لوں۔ کمرے میں ایک جگ میں پانی رکھا تھا یہ پانی کچھ میلا سا تھا اور ذائقہ بھی بدلا ہوا تھا مگر میں کوئی پروا کیے بغیر پی گیا، صرف تھوڑا سا باقی بچا اور ایک بار پھر بستر پر لیٹ گیا:

وَبَعْدَ لَحَظَاتٍ قَلِيْلَةٍ تَصَبَّبْتُ عَرَقًا ... وَكَأَنَّ
الْمَاءَ الَّذِي شَرِبْتُهُ قَدْ فَرَّ مِنْ مَسَامِّي تَوًّا

"کچھ ہی دیر بعد میرے جسم سے بے تحاشہ کا پسینہ نکلنا شروع ہو گیا بلکہ جتنا پانی پیا تھا مجھے تو یہ اندازہ ہوا کہ اس سے زیادہ مقدار میں پسینہ نکل چکا میں نے دوبارہ پانی خوب پیٹ بھر کر پی لیا اور دوسری طرف پسینے کے قطرے جسم سے نکلتے نظر آ رہے تھے"

بلکہ اب تو پانی پینے اور پسینہ نکلنے میں ریس اور مقابلہ شروع ہو چکا تھا، کچھ دیر بعد باغ کا مالک آ گیا، وہ کھانا لے کر آیا تھا، وہ دودھ، کئی انڈے، پنیر اور کچھ شہد لایا تھا، اس نے مجھے دیکھا اور کہنے لگا آپ کا جسم گرم ہے آپ کو بخار ہے آپ مسلسل تین دن تک سوئے رہے اس دوران ڈاکٹر مسلسل آپ کو چیک بھی کرتا رہا اس دوران آپ کا پسینہ بہت زیادہ نکل رہا تھا۔ بلکہ ڈاکٹر کہنے لگا کہ اس آدمی کے جسم سے پانی ختم ہونے کا شدید خطرہ ہے، اسی لیے ڈاکٹر نے کچھ مائع محلول کے کافی انجکشن بھی لگائے۔



میں تو ہکا بکا رہ گیا میں نے تو سوچا تھا کہ میں صرف چار پانچ گھنٹے سویا ہوں گا
اس باغ کے مالک کا شکریہ ادا کیا، اس نے مجھے کھانا کھانے پر اصرار کیا مگر میرا دل
چاہتا تھا، میں نے اس سے پوچھا کہ کب سے کام شروع کروں گے، اس نے کہا ابھی
آرام کریں، جب آپ ٹھیک ہو جائیں تو کام شروع کر دینا، میں اس کے اس سلوک
کردار پر بہت خوش ہوا، مگر وہ کہنے لگا کہ ایک آدمی صرف قرآن کے بدلے کام کرے
وہ اس سلوک کا مستحق نہیں۔

اس نے مجھے بہت کریدنے کی کوشش کی مگر میں نے اسے کچھ بھی نہیں بتایا صرف
بتایا کہ میں کاشت کاری کرتا تھا، اب والد فوت ہو گیا ہے، شہر کے ہنگاموں سے تنگ
اِدھر آ گیا ہوں، میں لکھنا پڑھنا بھی جانتا ہوں، پھر وہ کچھ دیر تک میرے پاس بیٹھنے کے
چلا گیا اور کھانا وہیں پڑا رہا، کہنے لگا جب بھوک لگے تو کھا لینا، کیونکہ بخار میں خوراک
بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

اس کے جانے کے بعد میرے جسم میں پھر ہیروئن کی طلب نے انگڑائی لی اور جسم
درد اور چبھن ہونے لگی۔ یہ چبھن ایسی تھی جیسے سینکڑوں سوئیاں بیک وقت میرے جسم
آہستہ آہستہ سے چبھوئی جا رہی ہوں، مگر کیا کروں یہاں تو ہیروئن تو کہیں سے بھی دستیاب
نہیں ہو سکتی، اب جسم میں سخت معرکہ آرائی شروع ہو گئی، میں پھر اٹھا اور قرآن اٹھا کر



بلند آواز سے تلاوت کرنے لگ گیا، جتنی دیر تک بلند آواز سے تلاوت کرتا رہتا، مجھے
درد کی ٹیسوں میں کمی محسوس ہوئی، اس لیے کافی دیر تک غالباً چار پانچ گھنٹے مسلسل تلاوت کرتا
رہا۔

مجھے کچھ درد میں افاقہ محسوس ہوا تھا، قرآن بند کیا، کھانے پر نظر پڑی سوچا کہ اس میں
سے کچھ کھانا چاہئے پھر میں نے شہد اٹھا لیا، اسے کھانے لگا اور پھر سارا ہی کھا گیا لیکن
دوسری کسی چیز کو ہاتھ تک نہ لگایا،
پھر تلاوت کرنے لگا اب مجھے
تلاوت سے کچھ سکون سا ملنے لگا تھا۔



اتنے میں باغ کا مالک اگلے
وقت کا کھانا لے کر آ گیا، اس
دفعہ کچھ سبزیاں پھل اور بھنی
ہوئی مرغی تھی، اس نے
جب دیکھا کہ میں نے
اگلے کھانے سے صرف شہد
کھایا ہے باقی کچھ بھی نہیں کھایا تو وہ بہت ناراض ہوا:

بَدَلاً مِنْ كُلِّ هٰذَا ... أَعْطِنِي طَبَقًا مِنَ الْعَسَلِ...

”میں نے کہا آپ مجھے اس سارے کھانے کے بجائے شہد لا دیں، دل شہد
کھانے کا کرتا ہے“

اس نے کہا میں ابھی لاتا ہوں مگر یہ کچھ پھل وغیرہ تو کھاؤ، میں نے اس کی بات رکھنے
کے لئے کچھ پھل کھائے، تھوڑی دیر بعد وہ اللہ کا بندہ ایک پورا طباق بھر کر شہد لے آیا،
میرے پاس رکھ کر چلا گیا۔

اور مجھے کہنے لگا آپ ذرا باہر نکل کر چکر لگائیں تا کہ آپ کی طبیعت بحال ہو، میں
نکلا اور کافی دیر تک چلتا رہا جب تھک گیا تو واپس کمرے میں آ گیا، کچھ بھوک بھی
ہونے لگی میں نے شہد اٹھایا اور کافی سارا کھا گیا، کچھ دیر بعد مجھے نیند محسوس ہونے لگی
سو گیا۔ کافی دیر بعد اٹھا پھر جب نظر شہد پر پڑی تو پھر اسے کھانا شروع کر دیا، اب مجھے
کی طرح جسم میں درد نہیں تھا۔

تاہم مکمل ختم نہیں ہوا تھا، پھر بھی میں نے اب اس بات کا پکا تہیہ کر لیا تھا کہ اس
نشے سے ہر حال میں جان چھڑانی ہے، مجھے ہر دفعہ شہد کھانے سے اس نشے سے کچھ
ہونے لگا، آج کافی دنوں بعد پہلی بار مجھے اپنی پیاری بیٹی بہت یاد آئی اور اس کی یاد میں
رونے لگ گیا، پھر اپنی چہیتی بیوی کا خیال آیا پھر رہ رہ کر اپنے بھائیوں کا خیال آنے لگا۔

میں اسی وقت اٹھا جا کر وضو کیا اور نماز پڑھنے لگا مگر کونسی نماز مجھے تو یہ یاد ہی نہیں
معلوم ہی نہیں کونسا وقت ہے بہر حال میں نے لگا تار کافی ساری نمازیں پڑھ ڈالی، مجھے
معلوم نہیں کتنی رکعتیں پڑھیں، البتہ مجھے ایسا محسوس ہونے لگا تھا کہ میرے جسم سے یہ
ملعون نشہ آہستہ آہستہ نکل رہا ہے۔

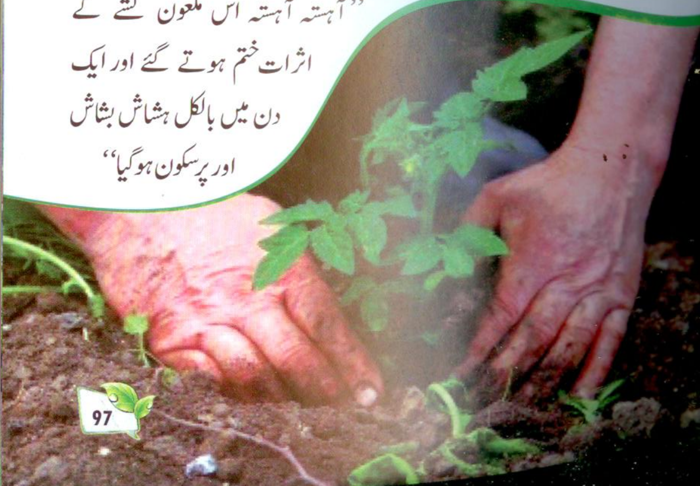


ایک بار پھر میں نے شہد کھا کر پیٹ بھر کر پانی پی لیا اور تلاوت قرآن میں مشغول ہو گیا، رات کا اندھیرا چھا چکا تھا ایک بار پھر میرے جسم میں اسی طرح سخت درد اور تکلیف شروع ہو گئی بلکہ میں اگر یہ کہوں کہ یہ تکلیف گزشتہ تکلیفوں سے کچھ زیادہ ہی تھی تو اس میں قطعاً جھوٹ اور مبالغہ نہ ہوگا۔ میں بڑے ضبط سے کام لینے لگا اور اپنے آنسوؤں کو روکنے کی کوشش کرنے لگا، کافی دیر کی بے قراری اور بے چینی کے بعد آنکھ لگ گئی اور سو گیا، پندرہ دن تک میری یہی کیفیت رہی، اس کے بعد تکلیف دہ کیفیت میں کمی اور آنسو بہنے کا عمل کہیں جا کر رکا۔

میں نے مالک سے کام شروع کرنے کی درخواست کی، اس نے منظور کر لی اور پھر اگلے دن صبح کی نماز پڑھ کر شہد سے سیر ہو کر ناشتہ کیا اور کچھ دیر تلاوت کے بعد باغ میں چلا گیا، وہاں پودوں کی کیاریوں کو درست کرنے اور انہیں پانی دینے لگا اور پانی کی نالیوں کی بھی مرمت کی جب کام کر کے تھک گیا تو کمرے میں آ کر لیٹ گیا اور سو گیا، شروع شروع میں کام تھوڑا اور نیند زیادہ کرتا تھا:

وَبَعْدَ عِدَّةِ شُهُورٍ... أَحْسَسْتُ أَنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ خَرَجَ مِنْ جَسَدِي تَمَامًا...

"آہستہ آہستہ اس ملعون نشے کے اثرات ختم ہوتے گئے اور ایک دن میں بالکل ہشاش بشاش اور پر سکون ہو گیا"





مجھے اندازہ ہی نہیں بلکہ یقین ہوچکا تھا کہ میں بالکل ٹھیک ہوگیا ہوں، اب میں چابکدستی سے کام کرنے لگا اور پھر ایک دن باتوں باتوں میں، میں نے مالک کے باغ کو اپنی ساری کہانی سناڈالی، مگر اس نے یہ کہہ کر مجھے حیران کردیا مجھے ڈاکٹر نے بتا دیا تھا کہ یہ ہیروئن کا عادی ہے اور شاید یہ علاج ہی کے لیے اس علاقے میں آیا ہے۔

چھ ماہ تک اس کے باغ میں انتہائی محنت اور عرق ریزی سے کام کیا اور اس کی ساری زمین درست اور ٹھیک کردی اس پر وہ بہت خوش ہوا اور پھر ایک دن مجھے اس وادی جدید علاقے کے آفیسر کے پاس لے گیا جہاں سے اس نے مجھے پچیس ایکڑ غیر آباد زمین دلوادی یہ غیر آباد زمین آباد کرنے کی شرط پر مفت مل گئی۔

وَإِذَا بِصَاحِبِ الْمَزْرَعَةِ يُعْطِينِي أَلْفَى جَنِيْهِ لِأَبْدَأَ مَشْرُوعِي الْجَدِيْدَ... وَقَالَ لِيَ: إِنَّ هٰذَا أَجْرَكَ عَنِ الْفَتْرَةِ السَّابِقَةِ... سَاعَدَتَّنِي فِي إِصْلَاحِ الْأَرْضِ وَزَرَاعَتِهَا...

"جب باغ کا مالک واپس گھر پہنچا تو اس نے مجھے دو ہزار جنیہہ (مصری کرنسی) دیتے ہوئے کہنے لگا یہ آپ کی سابقہ مزدوری ہے آپ نے میرا سارا کام آسان کردیا میں آپ کا ہمیشہ احسان مند رہوں گا"
کسی بھی قسم کی مدد کی ضرورت ہو تو میں حاضر ہوں، اب اپنی زمین پر محنت کرو اور اسے قابل کاشت بناؤ۔



چھ ماہ میں مجھے مزید تجربہ حاصل ہوچکا تھا، اگلے چھ ماہ میں نے اپنی ساری زمین نہ صرف قابل کاشت بنادی بلکہ سب پر فصل بھی کاشت کردی:
"دوسری طرف میرا نشہ مکمل ختم ہوچکا تھا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس لعنت سے مکمل نجات مل چکی تھی، کچھ ہی عرصہ میں فصل پک کر تیار ہوئی، میں نے اس رقم سے ایک خوبصورت مکان بھی بنالیا اور زمین کو مزید زرخیز کردیا، اب خدا تعالیٰ سے معافی مانگنے اور سچے دل سے توبہ کرنے کی وجہ سے رب کی رضا حاصل ہوگئی اور صرف اور صرف ڈیڑھ سال بعد پچیس ایکڑ زرعی زمین ایک خوبصورت مکان اور بڑی رقم کا مالک بن چکا تھا اب اگر کمی تھی تو صرف بیوی اور بچے کی"
مگر یہ سوچ کر تو جھرجھری سی آجاتی کہ شاید بیوی نے عدالت میں طلاق کا دعویٰ دائر کر کے طلاق نہ لے لی ہو اور کسی دوسری جگہ شادی بھی کرلی ہو یہ سوچ کر ہی میرے تو رونگٹے کھڑے ہوجاتے ایسا محسوس ہوتا کہ میں پاگل ہوجاؤں گا یا پھر خودکشی کرلوں گا، ان منفی خیالات کی وجہ سے واپس جانے کی ہمت اور جرأت نہ کرسکا۔



پھر ایک دن سوچنے لگا کہ چلو جاتا ہوں میری پیاری بیٹی ہی تو مل ہی جائے گی
کے لیے اپنی زندگی وقف کردوں گا، میں ڈرتے ڈرتے اپنے علاقے میں گیا، میرا
اجڑا اور ویران پڑا تھا میں اپنے سسر کے گھر گیا تو بیوی اپنے دونوں بچوں کے ساتھ ابھی
میرا انتظار کررہی تھی، مجھے اس کے جذبات سن کر سخت حیرت ہوئی، میں پہلے ہی بتا چکا
میری بیوی ایک مثالی عورت تھی، اس نے میری زندگی کو خوشیوں سے بھر دیا تھا، آج اس
خیالات نے مجھے مزید اس کا گرویدہ بنا دیا۔

وہ بتارہی تھی:

كَانَتْ مُتَأَكِّدَةً أَنَّنِي سَوْفَ أُشْفَى... وَسَأَعُودُ قَوِيًّا مُنْتَصِرًا...



"جب مجھے محسوس ہوا کہ آپ نشہ کرنے لگ گئے ہیں میں روزانہ رات کو چھپ کر اللہ تعالیٰ سے آپ کی ہدایت اور شفاء کے لیے دعا مانگتی تھی آپ کی غلطی کا یہ حل نہیں تھا کہ آپ کو چھوڑ دیا جائے بلکہ اس کا حل یہ تھا کہ خدا سے فریاد کر کے آپ سے آپ کی غلطی اور گناہ ہی چھڑوایا جائے"

میں تو اپنی بیوی کی باتوں پر حیران ہو رہا تھا، اس کے ہاتھ پکڑ کر چوم لیے اور پھر انہیں لے کر اپنے اس نئے محل نما مکان وادی جدید میں آ گیا اور وہاں نئے سرے سے زندگی کی رونقیں بحال ہو گئیں۔

نشے سے ہمیشہ کے لیے جان چھوٹ گئی، میری ان لوگوں سے درخواست ہے اس موذی ملعون مہلک اور زہر سے خود بھی بچیں اور اپنے دوست احباب عزیز و اقارب کو بھی بچائیں جو اس دلدل میں ایک دفعہ پھنس گیا اس کا بچنا ناممکن نہ سہی محال ہو جاتا ہے، میرے ساتھ میری بیوی کی دعائیں نہ ہوتیں تو شاید ہی مجھے وادی جدید جانے کا خیال آتا اور نہ خود سچے دل سے توبہ کرتا تو شاید ہی اس نشے سے جان چھوٹتی۔

یہ مجھے معلوم ہے یہ عرصہ کتنی اذیت مصیبت کرب اور تکالیف میں گزارا۔ خدارا اپنے خیر خواہوں کے خیر خواہ بنیں، اگر وہ ناواقفی، نادانی اور جہالت سے اس میں پھنس چکے ہیں تو انہیں نکالیں ورنہ وہ اپنی زندگی کے ساتھ پورے خاندان کی زندگی جہنم کر دیں گے۔

حوالہ: (قصص اعجبتنی 150 تا 159)



قتل پر اللہ کی پکڑ کا عبرتناک واقعہ

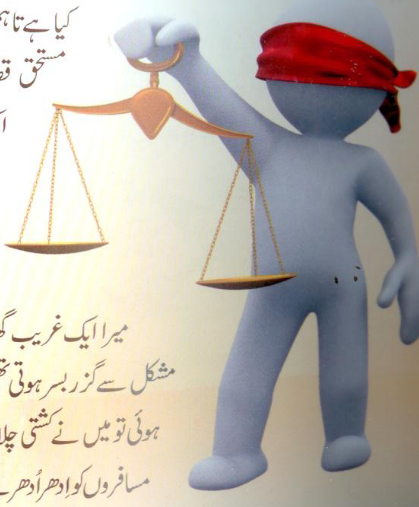
9 بغداد میں ایک قصاب رہتا تھا، عام قصابوں کی طرح وہ بھی صبح کی اذان سے پہلے
اپنے جانور ذبح کرلیتا تھا تاکہ صبح سویرے ہی اپنی دکان پر گوشت فروخت کرنا شروع کر
دے۔ ایک دن جانوروں کے باڑے میں جانور ذبح کر کے واپس گھر آرہا تھا کہ راستے
میں اسے ایک چیخ سنائی دی کوئی فریاد کررہا تھا خدا کے لیے مجھے کوئی بچالے، خدا کے لیے
بچاؤ، یہ قصاب آواز کی طرف بڑھا تو کیا دیکھا کہ ایک شخص کو کسی نے زخمی کر کے پھینک دیا
اور خود بھاگ گیا ہے اور یہ زخمی تڑپ رہا ہے۔

اس قصاب کے اپنے کپڑے پہلے ہی جانوروں کو ذبح کرنے سے خون میں لت پت
تھے اور ہاتھ میں ٹوکا اٹھایا ہوا تھا وہ یہ دیکھ کر گھبرا سا گیا، اتنے میں رات کو گشت کرنے والے
اور شہر میں پہرہ دینے والے چوکیدار وہاں پہنچ آئے، انہوں نے ایک تڑپتی
لاش اور پاس کھڑے ایک قاتل کو دیکھا جس کے ہاتھ میں خون آلود
ٹوکا ہے اور اس کے کپڑے بھی خون آلود ہیں۔



ان چوکیداروں نے اس قصاب کو وہیں سے رنگے
ہاتھوں گرفتار کرلیا اور اتنے میں وہاں علاقے کے کافی لوگ بھی
اکٹھے ہو گئے جنہوں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا جب
کہ قصاب کی تو زبان ہی گنگ ہو چکی تھی؛ اس کا کیس دائر
ہو گیا، سینکڑوں لوگوں نے گواہی دی کہ ہم نے خود
اسے مقتول کے پاس خون آلود ٹوکا اٹھائے خون
آلود کپڑوں میں دیکھا ہے

جب کہ اس وقت مقتول تڑپ رہا تھا۔
مگر قصاب قسم پر قسم اٹھائے جارہا تھا کہ وہ بے گناہ ہے اور انہیں اپنی کہانی سنائی مگر
اس کی بات پر کسی کو یقین نہیں آرہا تھا اور پھر سینکڑوں لوگوں کی گواہی اس کے خلاف تھی،
جس پر اس قصاب کو قتل کر دیئے جانے کا فیصلہ عدالت سے جاری ہو گیا۔ جب یہ فیصلہ ہوا تو
قصاب بھری عدالت میں کہنے لگا آج ایک بار پھر یہ کہتا ہوں کہ میں سچا ہوں یہ گواہ اصل
صورتحال سے بالکل بے خبر ہیں، میں نے اس مقتول کو قطعاً قتل نہیں کیا اور نہ ہی میں اسے
جانتا ہوں اور نہ ہی میں نے اسے قتل کیا ہے، البتہ میں اس فیصلے کا واقعی مستحق ہوں۔
کیونکہ میں نے ایک بچے اور اس کی ماں کو آج سے چند سال پہلے ایسی جگہ قتل کر چکا تھا
جہاں سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی دیکھنے والا موجود نہیں تھا، میں اس وقت دنیا کے قانون سے
تو بچ گیا مگر اب خدا کی پکڑ سے نہ بچ سکا اور آج میں قصاص میں قتل ہونے والا ہوں، اس
لیے اب تم اس مقتول کے اصل قاتل کا کھوج لگاؤ جس نے اسے قتل
کیا ہے تاہم میں خود بھی اپنے قتل میں
مستحق قصاص ہوں، جو میں نے
ایک بچہ اور اس کی ماں کا کیا
تھا اور پھر اس قصاب نے
اپنی کہانی سنانی شروع
کردی اور کہنے لگا۔

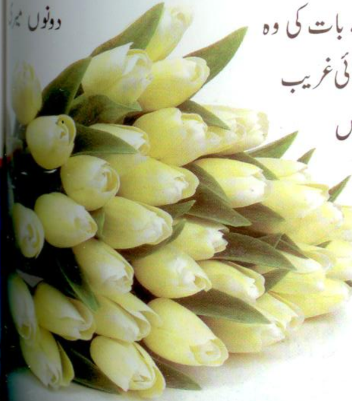


میرا ایک غریب گھرانے سے تعلق تھا۔ بڑی
مشکل سے گزر بسر ہوتی تھی، جب میری عمر سولہ سال
ہوئی تو میں نے کشتی چلانا شروع کردی اور دجلہ پر
مسافروں کو اِدھر اُدھر لے جاتا تھا۔

میں پانچ چھ سال تک یہ کام کرتا رہا۔ میں دن رات محنت کرتا تھا مگر پھر بھی حالات بہتر نہیں ہوتے تھے، میرے ماں باپ کے علاوہ پانچ بھائی اور چھ بہنیں تھیں، ان میں میں سب سے بڑا تھا ایک دن دریائے دجلہ کے کنارے کھڑا تھا ایک لڑکی اپنی ماں کے ساتھ آئی اس کی عمر کوئی سولہ سترہ برس ہوگی، بہت خوبصورت تھی، پردہ اس نے کوئی نہیں کیا تھا جس کی وجہ سے مجھے اس کو دیکھنے کا خوب موقع ملا اور وہ مجھے اچھی لگنے لگی۔

جب دریا کے دوسرے کنارے پہنچے تو وہ ماں بیٹی اتر کر چلی گئیں اور پھر اس کے بعد کئی بار ہر جمعرات کو وہ دونوں اسی طرح بغداد سے کرخ اور کرخ سے بغداد آتی جاتی تھیں باتوں باتوں میں نے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ یہ دونوں ماں بیٹی ہیں، اس عورت کی ایک بہن کرخ میں رہتی تھی، جس سے یہ ملنے ہر ہفتے دس دن بعد جاتی تھی۔ اس کے بعد میں اکثر ان کے انتظار میں ہوتا تھا، میں نے ان سے تعلقات بنانے کی خاطر کرایہ لینے سے انکار کر دیا مگر وہ مکمل کرایہ دیتی رہیں، مگر میں آہستہ آہستہ تعلقات بڑھانے کی خاطر جان پہچان بنانے کے چکر میں کچھ سوال کرنے لگ جاتا، مثلاً آپ کی طبیعت کیسی ہے، آپ کی بہن اور بھانجے کیسے ہیں، اصل میں مجھے اس عورت کی لڑکی اچھی لگنے لگی تھی میں چاہتا تھا کہ اس سے شادی کرلوں، مگر میں غریب تھا میں نے اپنی ماں سے بات کی۔

دونوں میر



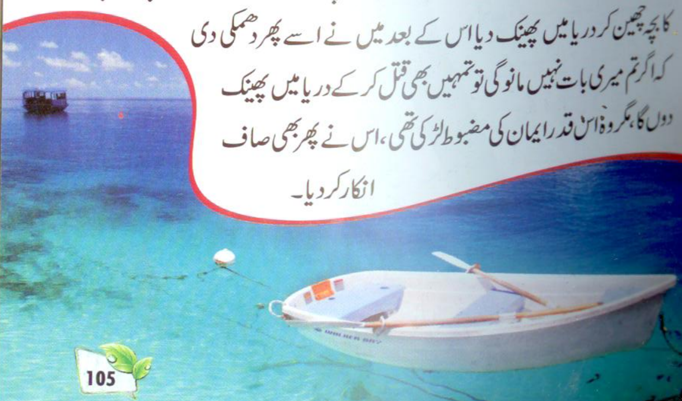
اس نے میرے والد سے بات کی وہ خوشی دیکھنا چاہتے تھے مگر ہم تو انتہائی غریب اور مفلس تھے کہ ہمارا مکان بھی نہیں تھا کیونکہ جسے ہم اپنا مکان بلکہ کمرہ کہتے تھے اس میں سے نہ ہی بارش رک سکتی تھی اور نہ ہی سورج کی روشنی۔

کچھ عرصے بعد اس کی بیٹی کا آنا جانا ختم ہوگیا میں نے تحقیق کی تو پتہ چلا کہ اس لڑکی کی شادی ہو چکی ہے اور وہ اپنے خاوند کے ساتھ رہتی ہے، جس سے میرے دل پر مایوسی چھا گئی میں ہر حال میں اپنی حیثیت سے بڑھ کر اس امیر گھرانے میں شادی کرنا چاہتا تھا، جس میں ناکامی پر مجھے سخت دکھ ہوا جو میرے دل میں ہمیشہ کا ناسور بن کر رہ گیا۔

دو سال گزر چکے تھے، ایک دن میں دریا کے کنارے کھڑا تھا ایک لڑکی ایک چھوٹے سے شیر خوار بچے کو اٹھائے آ گئی، اس کے ساتھ کوئی بھی مرد نہیں تھا۔ میں نے اسے دیکھ کر ہی پہچان لیا یہ وہی لڑکی ہے جو آج سے دو سال پہلے اپنی ماں کے ساتھ ہر جمعرات کو اپنی خالہ سے ملنے کرخ جایا کرتی تھی۔

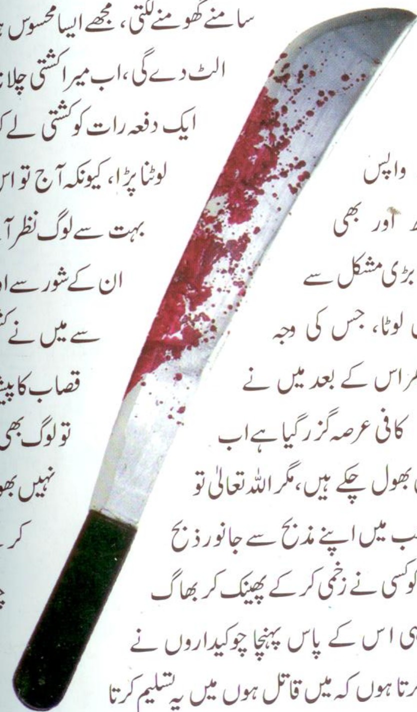
اس لڑکی نے مجھے نہیں پہچانا اور مجھ سے کرایہ طے کر کے کشتی میں بیٹھ گئی، جب کشتی دریا کے درمیان میں پہنچی تو میں نے اِدھر اُدھر دیکھا دور دور تک کسی بھی کشتی کا کوئی نام و نشان نہ تھا۔

میں نے اس لڑکی کو اپنے بارے میں یاد دلایا مگر اس نے سرد مہری کا اظہار کیا، میں نے اسے گناہ کی دعوت دی، مگر وہ بالکل منکر ہوگئی میں نے اسے دھمکی دیدی کہ تیرے اس بچے کو دریا میں پھینک دوں گا مگر وہ پھر بھی نہ مانی اس پر میں نے اس کی گود سے پانچ یا چھ ماہ کا بچہ چھین کر دریا میں پھینک دیا اس کے بعد میں نے اسے پھر دھمکی دی کہ اگر تم میری بات نہیں مانو گی تو تمہیں بھی قتل کر کے دریا میں پھینک دوں گا، مگر وہ اس قدر ایمان کی مضبوط لڑکی تھی، اس نے پھر بھی صاف انکار کر دیا۔



میں نے اسے پکڑنے کی کوشش کی مگر وہ مزاحمت کرنے پر تُل گئی، میں نے خنجر نکا
اس کے پیٹ میں کئی وار کر دیئے اور پھر اس کی لاش اٹھا کر دریا میں پھینک دی اور پھر
اپنی کشتی خوب دھو کر صاف کر کے واپس آ گیا اور کسی کو اس کا پتہ ہی نہ چل سکا۔

مگر اس کے بعد جب بھی میں کشتی لے کر دریا میں چلتا تو وہی چھوٹا بچہ میری آنکھ
کے سامنے آ جاتا اور پھر فوراً اس کی ماں کی بھی شکل نمودار ہو جاتی اور میری آنکھوں
سامنے گھومنے لگتی، مجھے ایسا محسوس ہوتا کہ وہ میری کشتی کو
الٹ دے گی، اب میرا کشتی چلانا ناممکن ہو چکا تھا۔



ایک دفعہ رات کو کشتی لے کر چلا تو مجھے آدھے را
سے واپس لوٹنا پڑا، کیونکہ آج تو اس بچے اور اس کی ماں کے
ساتھ اور بھی بہت سے لوگ نظر آئے جو مجھے مارنے آر
تھے، بڑی مشکل سے ان کے شور سے اور ان کی گرفت سے
واپس لوٹا، جس کی وجہ سے میں نے کشتی رانی کا پیشہ ترک کر
اور پھر اس کے بعد میں نے قصاب کا پیشہ اختیار کر لیا۔
کافی عرصہ گزر گیا ہے اب تو لوگ بھی اس لڑکی اور اس کے
کا قتل بھول چکے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ تو نہیں بھولے تھے۔ اس لیے ایک
دن جب میں اپنے مذبح سے جانور ذبح کر کے نکلا تو راستے میں
شخص کو کسی نے زخمی کر کے پھینک کر بھاگ چکا تھا اس کی پکار پر
جوں ہی اس کے پاس پہنچا چوکیداروں نے مجھے گرفتار کر لیا۔ میں
تسلیم کرتا ہوں کہ میں قاتل ہوں میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ مجھے دی جا
والی سزا بالکل درست ہے مگر میں اس آدمی کا قاتل نہیں یہ سزا خدا نے مجھے
لڑکی اور اس کے بچے کے قتل پر دلوائی ہے اور اللہ تعالیٰ ضرور مظلوم کا بدلہ لیتے ہیں۔

مظلوم کی بددعا سے ڈاکو اندھا ہو گیا



10 خانہ کعبہ میں کچھ لوگ بیٹھے ذکر کر رہے تھے ان کے پاس ایک نابینا آ بیٹھا تھوڑی دیر میں وہ رونے لگا لوگوں نے اس سے رونے کی وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگا کہ میں روزانہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر بازار میں فروخت کیا کرتا تھا ایک دن میں جنگل جانے لگا راستے میں مجھے ایک آدمی نظر آیا:

فَكَّرْتُ فِي نَفْسِي اَنَّهُ وَحِيْدٌ اَغْصِبُ مِنْهُ مَالَهُ

میں نے سوچا یہ اکیلا ہے اسے لوٹ لینا چاہئے یہ سوچ کر میں اپنا کلہاڑا لے کر اس کے سامنے چلا گیا۔

اور اس سے کہا:

اَعْطِنِي كُلَّمَا تَمْلِكُ

"جو کچھ ہے وہ سارا میرے حوالے کر دو"

وہ کہنے لگا:

اِتَّقِ اللّٰهَ وَسِرْ فِي طَرِيْقِكَ

"خدا سے ڈرو اور جاؤ اپنا کام کرو"

میں نے کہا آپ کو دس تک کہنے کی مہلت ہے۔ اس پر اس نے پوچھا کہ کیا تم ہر حال میں مجھ سے سب کچھ چھین لو گے تو میں نے کہا ہاں اور یہ سارے کپڑے جو تم نے پہن رکھے ہیں سب لے لوں گا ایک چیتھڑا بھی نہ چھوڑوں گا:

فَأَشَارَ اِلَيَّ بِاِصْبَعَيْهِ فَصِرْتُ أَعْمٰى

اس پر اس نے دونوں انگلیوں سے میری طرف اشارہ کیا جس سے میری آنکھیں اسی جگہ ختم ہو گئیں اور میں نابینا ہو گیا۔

حوالہ: (1000 قصہ وقعہ من قصص الصالحين 46)

اولاد نہ ہونے کا طعنہ دینے والے شوہر کا عبرت ناک انجا

11 میں اپنے خاوند خاور کے ساتھ اسپتال کے ویٹنگ روم میں بیٹھی انتظار کی گھڑیاں گن تھی آج یہ چند منٹ تو گھنٹوں میں تبدیل ہو چکے تھے جو گزرنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔

میں اپنے خاوند سے کہہ رہی تھی کہ میری جان میری خواہش ہے کہ ہماری اولاد ہمارے بڑھاپے میں کام آئے اور ہمارا نام مرنے کے بعد بھی زندہ رہے ہماری شاد اٹھارہ سال تو ہو چکے ہیں۔

خاوند بولا میری پیاری بیوی یہ سب خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے اللہ تعالیٰ ہر قادر ہے اگر تجھ سے اولاد خدا کو منظور نہیں تو مجھے یہ بھی منظور ہے مجھے تجھ سے محبت خلوص اور تیری محبت ہی میرے لئے کافی ہے میں پوری زندگی تیرے ساتھ اسی طر گزارنے پر خوش ہوں۔



میں بولی مگر تمہاری ماں اور بہنیں مجھے ہر وقت بے اولاد ہونے کا طعنہ دیتی رہتی ہیں تمہاری ماں تو ہر وقت اٹھتے بیٹھتے وقت تمہاری دوسری شادی کی پلاننگ کرتی رہتی ہے اور ہر وقت کہتی ہے ھائے کاش میں اپنا پوتا یا پوتی ہی دیکھ لوں
اس دوران میری نظر گھڑی پر پڑی ابھی ٹیسٹ رپورٹ آنے میں دس منٹ باقی تھے۔

آج میں اپنے خاوند کے ساتھ اپنا ٹیسٹ کروانے آئی تھی۔ کیونکہ میری ساس نے کل ہی کہا تھا کہ میرے بیٹے کی عمر ضائع ہو رہی ہے۔ میں بولی مجھے یہ تو معلوم نہیں کہ میں بانجھ ہوں یا آپ کا بیٹا بانجھ ہے یہ سنتی ہی میری ساس آگ بگولہ ہو گئی اور کہنے لگی تو کتنی منحوس ہے میرے پیارے اور خوبصورت بیٹے کو بانجھ قرار دیتی ہے۔

میرے خاوند نے مجھے اور پھر اپنی ماں کو دیکھا اور وہ روز روز کے اس جھگڑے سے تنگ آکر کہنے لگا چلو سعدیہ کا ٹیسٹ کروا لیتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی اس نے اپنی ماں کو یہ بھی بتایا کہ نتیجہ خواہ کچھ بھی ہو سعدیہ بانجھ ہو یا صحیح ہو میں اپنی اس وفادار بیوی کو نہیں چھوڑوں گا اتنے میں ڈاکٹر کے کمرے سے نرس نکلی اور مجھے بلا لیا میں بوجھل قدموں کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس چلی گئی۔

ڈاکٹر مجھے دیکھ کر بات کرنے سے ہچکچانے لگا میں فوراً بول پڑی ڈاکٹر صاحب جو بھی حقیقت ہے بتا دیں نتیجہ کچھ بھی ہو خدا کی مرضی سمجھ کر قبول کرلوں گی اور اسی پر صابر ہو جاؤں گی اس پر ڈاکٹر مسکرایا اور کہنے لگا ایک مسلمان آدمی کا یہی شیوہ ہونا چاہئے۔



پھر مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا کہ آپ کا ٹیسٹ بالکل صحیح ہے۔ نقص آپ میں نہیں بلکہ آپ کے خاوند میں ہے۔ میں فوراً بول پڑی کہ میرے خاوند یہ بات سن کر

برداشت نہیں کرسکیں گے اس لیئے انہیں یہ نہ بتانا کہ آپ میں نقص ہے بلکہ یہ کہنا
کہ آپ کی بیوی میں نقص ہے اس کی اولاد نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ میں اپنے خاوند کے جذبات
اور احساسات کو ٹھیس نہیں پہنچنے دینا چاہتی۔

اور میں ڈاکٹر کے کمرے سے پریشان اور غمزدہ نکل آئی مگر باہر نکلتے ہی اپنے خاوند کو
دیکھتے ہی میرا غم اور پریشانی خوشی میں بدل گیا کیونکہ آج میں نے اپنے لئے نہیں بلکہ اپنے
خاوند کیلئے بہت بڑی قربانی دیدی تھی اس قربانی کے احساس نے میرے وجود میں خوشیاں
بھردی تھیں۔

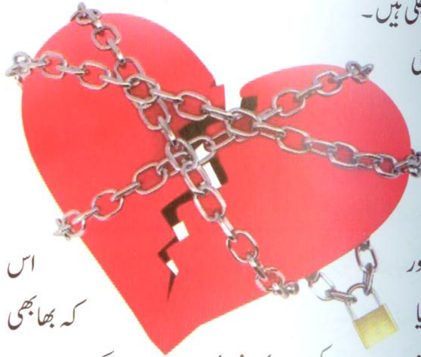
میں نے پوری زندگی کیلئے یہ قربانی دینے کا فیصلہ کرلیا۔ جب میرے خاوند کو میرے
بارے میں پتہ چلا تو اسے سخت صدمہ اور پریشانی ہوئی اور کہنے لگا کہ مجھے اس کی پرواہ نہیں
میں تم سے آج بھی اسی طرح محبت کرتا ہوں جیسے پہلے کرتا تھا۔

مگر جب اس بات کا میرے خاوند خاور کی بہنوں اس کی ماں اور دوسرے لوگوں کو
چلا تو انہوں نے آسمان سر پر اٹھالیا۔ ہر ایک میرے خاوند کو دوسری شادی کا مشورہ دینے لگا
میرا خاوند انکار کرتا رہا اس دوران دو سال کا عرصہ گزر گیا۔ ایک دن میرا خاوند کہنے لگا کہ
پتہ ہی نہیں کہ میری ماں نے اپنی بھانجی سے میرا رشتہ طے کر دیا ہے اس کی عمر بیس سال



میں نے خاوند کو بتایا کہ میں آپ کی خوشی کیلئے ہر قربانی دینے کو تیار ہوں اس منگنی کے
بعد میں نے محسوس کیا کہ میرا خاوند مجھ سے کچھ کچھا سا رہنے لگا اور اب زیادہ وقت اپنی
بہنوں کے پاس گزارنے لگا جو اسے روزانہ اس کی نئی منگیتر کی باتیں ہنس ہنس کر سناتیں اور
یہ بھی خوش ہو کر سنتا رہتا۔

اس کی ماں نے تو مجھ سے بات کرنا بھی بند کر دی۔ میں تو سوچ میں پڑ گئی کہ میری تو
یہاں زندگی اجیرن ہو جائے گی۔ میں ان کے ساتھ کیسے رہ پاؤں گی ایک خاوند ہی کا سہارا
تھا آج اس کی بھی نگاہیں بدل چکی ہیں۔



اس دوران میں نے اپنی
نند سے کہہ دیا کہ اگر میں آپ
لوگوں کو اچھی نہیں لگتی تو مجھے
طلاق ہی دیدو یہ سن کر اس کی
آنکھوں میں تو چمک سی آ گئی اور اس
نے لمحے بھر میں ہر ایک کو بتا دیا کہ بھابھی
کہہ رہی ہیں کہ میں اپنے خاوند کی دوسری شادی کے بعد اس
کے ساتھ نہیں رہ سکتی مجھے طلاق دیدو اور پھر اس بات کے ساتھ خوب مرچ مصالحہ لگا کر بات
بڑھا کر پھیلا دی گھر کا ماحول ویسے ہی میرے مخالف تھا، اس لئے میرے خاوند نے بھی مجھ
سے نہ پوچھا کہ کیا تم نے یہ بات واقعی کی ہے یا نہیں۔

اگلے دن میرا خاوند خاور میرے پاس آیا اور سپاٹ لہجے میں کہنے لگا کہ اگر تم کو میرے
ساتھ رہنا منظور نہیں تو یہ طلاق لے لو اور پھر اس نے مجھے طلاق دیدی۔ میں نے اسے
صرف اتنا کہا کہ خدا کو ایسا ہی منظور تھا میں اس کے فیصلے پر راضی ہوں مگر تمہارے ساتھ بہت
اچھا وقت گزرا ہے وہ مجھے یاد رہے گا۔

یہ سن کر میرا خاوند کچھ سوچ میں پڑ گیا مگر نئی شادی کے خیالات اس کے ذ
حاوی تھے اس کے انگ انگ سے نئی شادی کی خوشی چھلکتی محسوس ہو رہی تھی اور
مسکرا کر سلام



کے جا

کہنے لگا

مجھے بھی تم یاد ر

ہم نے بہت اچھے

اکٹھے گزارے ہیں اور پھر

کے بعد میں اپنے ماں باپ کے پاس آ گئی اس دوران میرے خاوند کی اپنی کزن سے
ٹوٹ گئی کیونکہ میرے خاوند کی بہنوں کو اس میں بھی عیب نظر آنے لگ گئے تھے اور وہ
واقعی زبان دراز تھی منہ پر جواب دیتی تھی اس کے بعد کسی اور رشتہ کی تلاش میں تھے
دوران تین ماہ بعد ہی میری شادی ہوگئی یہ ایک نیک آدمی تھا۔ اس کی پہلی بیوی فوت ہو
تھی اس سے اولاد بھی نہیں تھی۔

میری پہلے سے زیادہ خوشگوار ازدواجی زندگی شروع ہوگئی اور پھر کچھ عرصہ بعد
خاوند کے ساتھ دوسرے شہر جانا پڑ گیا اس دوران اللہ تعالیٰ نے مجھے چاند جیسے بیٹے سے
دیا میری تو خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا میں تو خدا کی رضاء کیلئے خود کو اس خوشی سے محروم سمجھ
تھی۔ میرے سابقہ خاوند کے بارے میں مجھے پتہ چلتا رہا کہ اس کی شادی دھوم دھام سے
تیاری جاری ہے۔ تاہم میں نے اپنے بارے میں سب کچھ چھپائے رکھا۔



جب اس کی شادی ہوگئی تو میرے خاوند نے کہا کہ خاور کو مبارک باد دینے چلتے ہیں میں بھی تیار ہوگئی جب وہاں پہنچے تو ہمارا استقبال خاور نے خود کیا وہ ہمارے بیٹے کو دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا جب میں گھر میں داخل ہوئی تو میری سابقہ ساس اور نندیں حیران بلکہ دہشت زدہ رہ گئیں اس وقت گھر میں ہمارے دوسرے عزیز بھی موجود تھے ان میں سے کسی کو میرے بیٹے کی پیدائش کا علم نہ تھا ان میں ایک عورت کہنے لگی یہ کیسے ہوا ذرا ہمیں بھی کچھ بتاؤ۔

گھر میں موجود تمام عورتیں میری طرف متوجہ ہوگئیں اور ماحول میں سناٹا چھا گیا۔ میں نے اپنی سابقہ ساس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ نقص میرے اندر نہیں بلکہ تیرے بیٹے میں تھا میرا سابقہ خاوند بھی میری بات سن رہا تھا یہ ہے وہ رپورٹ اور میں نے پرس میں سے آج سے تین چار سال پرانی رپورٹ نکال کر ان کی طرف اچھال دی اور پھر میں کہنے لگی کہ میں نے خاور کے جذبات اور احساسات کو ٹھیس پہنچنے سے بچانے کی خاطر اپنا نقص ظاہر کیا تھا حالانکہ سارا نقص اسی میں ہے۔

میں نے یہ قربانی اس کیلئے پوری زندگی دینے کا عزم کر لیا تھا مگر تم نے اس کا احساس نہیں کیا اور مجھے طلاق دلوا دی کیا تم نے اتنا بھی نہیں سوچا کہ اولاد انسان کے اختیار میں نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے پھر کیا خدا کے فیصلے پر کوئی انسان دوسرے کو مجرم قرار دے کر سزا دینے میں حق بجانب ہے۔ میری یہ بات سن کر خاور سمیت اس کی بیوی بہنوں اور ماں کے منہ لٹک گئے میں نے سلام کیا اور اپنے خاوند کے ساتھ ان کے گھر سے نکل آئی گھر میں سناٹا چھا چکا تھا۔ حوالہ: (قصص واقعیة 182 تا 187)

گناہوں کے بوجھ سے موت کے وقت کلمہ نہ نکل سکا

12 ایک آدمی کو ریاض کے اسپتال میں لایا گیا اس کی عمر تقریباً 50 سال کے لگ بھگ
اس کا بالکل آخری وقت تھا اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا۔ بیٹا بار بار باپ سے کہہ رہا
لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہُ پڑھو مگر اس کے منہ سے یہ کلمہ نہ نکل پاتا بیٹا کافی پریشان ہو گیا اور بار بار
لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہُ پڑھنے کا کہنے لگا مگر باپ بیٹے کے چہرے کو دیکھتا جاتا مگر منہ سے کچھ بھی
بولتا تھا اس پر بیٹا بے چین ہو کر تڑپنے لگا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا اور ایک بار پھر کہا ابو لَا اِلٰہ
اِلَّا اللّٰہُ ایک دفعہ تو پڑھ لیں اچانک اس کا والد بول پڑا بیٹے تیری بات صحیح ہے میں سن
ہوں اور سمجھ رہا ہوں مگر میں بہت کوشش کے باوجود بھی اسے پڑھ نہیں پا رہا۔



میری زبان پر پہاڑ جتنا پتھر رکھا ہوا ہے جس کی وجہ سے زبان ہل نہیں رہی میں کلمہ کو سمجھتا ہوں اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ میں اب مرنے والا ہوں اور میں بھی چاہتا ہوں کہ کلمہ پڑھوں مگر کیا کروں زبان ساتھ نہیں دے رہی اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ اس کی روح جسم سے پرواز کر گئی۔

حوالہ: (قصص الوقعة 340

گانے سننے والے نے قرآن سننے سے انکار کر دیا

13 مدینہ میں ہمارا ایک پڑوسی گانے کا بڑا ہی شوقین تھا ہر وقت گانے سنا کرتا تھا اپنے پاس چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈر رکھا کرتا تھا جب مرنے لگا اس کے گھر والوں نے اسے چارپائی پر لٹا دیا لوگ اسے دیکھنے آتے مگر اس وقت بھی اس کے پاس گانے کی کیسٹ چل رہی تھی



ایک آدمی نے چپکے سے ٹیپ ریکارڈر بند کر دیا۔
اس وقت اس شخص پر مکمل طور چادر ڈالی ہوئی تھی۔
اس نے منہ سے کپڑا اٹھایا اور کہنے لگا کہ گانا بند نہ کرو اسے چلتے رہنے دو۔ اس کا بیٹا کہنے لگا جوں ہی گانے کی کیسٹ بند کرتے ہیں تو یہ تڑپنے اور چیخنے لگ جاتا ہے قرآن کریم کی کیسٹ تو لگانے ہی نہیں دیتا اور پھر تھوڑی ہی دیر میں وہ مر گیا۔

ابھی زیادہ دیر نہ گزری تھی حتیٰ کہ قبر بھی تیار نہ ہوئی تھی کہ اس کی لاش سے سخت بدبو آنا شروع ہو گئی جس کی وجہ سے لوگوں کا اس گھر میں بیٹھنا مشکل ہو گیا مجبور ہو کر اسے جلدی سے مسجد کے ساتھ منسلک جنازہ گاہ میں لے جایا گیا مگر وہاں بھی بدبو کی شدت کی وجہ سے لوگ جنازہ پڑھے بغیر ہی بھاگ گئے۔

مجبوراً اس کے دو تین رشتہ داروں اور میں نے اس لاش کو اٹھایا اور قبرستان لے گئے۔



وہیں پر ہم چار آدمیوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور جلدی جلدی دفن کر دیا مگر ہماری حالت نہ پوچھیں کئی دنوں تک قے آتی رہی کوئی چیز کھانے کا دل ہی نہیں کرتا تھا۔

مرنے کے بعد کان سے پیپ نکلنے کی وجہ

14 ریاض کے سرکاری مغسلہ جہاں لاوارث میتوں کوغسل دیا جاتا ہے۔اس مغسلہ
ایک نوجوان کی لاش لائی گئی جب اسے غسل دینے لگے تو اس لاش کے کان سے
لگی غسل دینے والے رک گئے تا کہ یہ پیپ بہہ نکلے پھر سے غسل دیں مگر یہ پیپ
بہتی رہی غسل دینے والے یہ دیکھ کر گھبرا گئے کہ اگر سارا سر بھی پیپ بن جائے تو بھی
دس منٹ میں نکل کر ختم ہو جاتا مگر یہ پیپ پورا گھنٹے گذر جانے پر بھی بند نہ ہوئی۔

اس پیپ سے سارے کمرے کا فرش تقریباً چار انچ تک بھر گیا سارے لوگ خوفزدہ
کر بھاگ گئے پھر اس لاش کو اسی طرح لے جا کر دفن کر دیا گیا۔ پتہ چلا کہ یہ نوجوان
وقت گانے سنا کرتا تھا۔

حوالہ: (قصص التائبین 242



توبہ سے پھرنے والے کا عبرتناک انجام

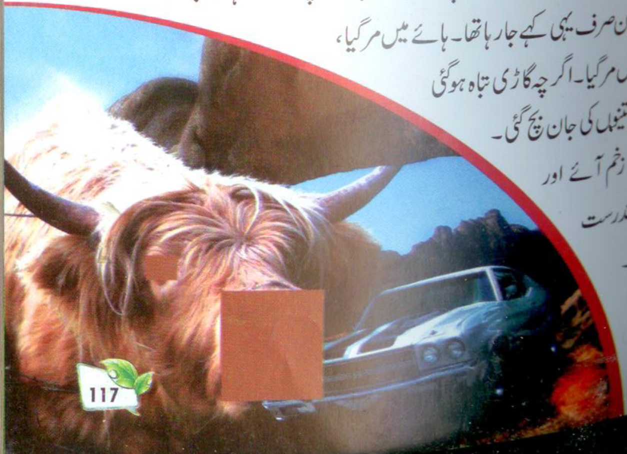
15 یہ واقعہ میرے سامنے پیش آیا اس میں دو کردار جن میں میرا چھوٹا بھائی اور چچا شامل ہیں۔ میرے چھوٹے بھائی والد صاحب کی عدم موجودگی میں ان کی اجازت کے بغیر ان کی گاڑی لے کر اپنے دوست کے ہمراہ ایک کام کے سلسلے میں دوسرے شہر چلے گئے واپسی پر آتے ہوئے میرے بھائی کے دوست نے اس کے سامنے شراب نکالی اور بلا جھجک لگ گیا۔ میرا بھائی اور چچا حیران ہوئے اور اس سے کہنے لگے یہ کیا کر رہے ہو تو وہ بولا:

لَا تَتَدَخَلْ بِي فَقَطْ أَوْصِلْنِي إِلَى الْمَدِيْنَةِ، وَقَدْ سَكِرَ تَمَامًا وَسَكَتَ أَخِي هُوَ وَعَمِّي وَلَمْ يَتَكَلَّمَا وَلَوْ كَلِمَةً وَاحِدَةً

"میں نے آپ کا کام کر دیا ہے اب تم لوگ میرے کام میں مداخلت نہ کرو اس پر میرے بھائی اور چچا بالکل خاموش ہو گئے"

دوران سفر اچانک سڑک پر ایک بہت بڑی گائے آ نمودار ہوئی۔

میرے بھائی نے اسے بچانے کی بڑی کوشش کی مگر گاڑی بے قابو ہو کر الٹ گئی اس حادثے کے دوران میرا بھائی اور چچا مسلسل کلمہ شہادت پڑھتے رہے جب کہ وہ نوجوان صرف یہی کہے جا رہا تھا۔ ہائے میں مر گیا، ہائے میں مر گیا۔ اگرچہ گاڑی تباہ ہو گئی مگر ان تینوں کی جان بچ گئی۔ معمولی زخم آئے اور وہ تندرست ہو گئے۔



اب میرے بھائی نے اس دوست کی غیر اخلاقی حرکتوں کی وجہ سے ملنا جلنا بند
کر دیا تھا۔ اس دوران والد صاحب بھی سفر سے واپس آ گئے تھے ایک دفعہ وہ نوجوان والد
صاحب کی موجودگی میں میرے بھائی سے ملنے آیا بھائی اس سے ملنا نہیں چاہتا تھا مگر والد
صاحب نے کہا اسے آنے دو شاید اللہ تعالیٰ اسے ہدایت دے دے آج اسے میں نصیحت
کروں گا۔



اور پھر وہی ہوا جب والد صاحب نے اسے سمجھایا تو وہ رونے لگ گیا اور کہنے لگا کہ

أَرِيْدُ أَنْ أَفْهَمَ مَاذَا وَقَعَ، فَقَدْ تَحَطّمَتِ السَّيَّارَةُ وَسَمِعْتُ اِبْنَكَ وَأَخَاكَ يَتَهَدَّانِ وَيَسْتَغْفِرَانِ اللّٰهَ

''مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا آخر یہ دونوں اس حادثہ کے دوران کلمہ شہادت پڑھ رہے
تھے جبکہ میں پوری کوشش کے باوجود زبان سے کلمہ نہیں پڑھ پا رہا تھا''
تو میرے والد صاحب نے بتایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجھے تنبیہ اور نصیحت تھی
اور میرے بیٹے اور بھائی کو بھی متنبہ کیا گیا تھا۔ کیونکہ میرے بیٹے نے میری اجازت کے
بغیر میری گاڑی استعمال کی اور میرا بھائی بھی شریک جرم تھا۔

دونوں نے جرم کیا اور پھر دوسرا جرم انہوں نے یہ بھی کیا کہ جب انہیں تیرے شراب
پینے کا علم ہوا تو انہوں نے تجھے گاڑی سے اتارا ہی نہیں بلکہ خاموش ہو کر تجھے اپنے ساتھ ہی
رکھا اور پھر اس نوجوان نے اپنے ساتھ پیش آنے والے مزید کچھ حیرت انگیز قصے سنائے
جن میں اللہ تعالیٰ نے اسے ایسے حادثات سے بچایا جس میں بچ جانا ایک معجزہ تھا، غرضیکہ
اب اس نوجوان نے اس موقع پر سچی توبہ کی اور وہ دیر تک روتا رہا اور پھر انتہائی عاجزی سے
کہنے لگا کہ:

يَارَبِّ إِذَا عُدْتُ لِمَا كُنْتُ عَلَيْهِ مِنْ لَهْوٍ وَشُرْبِ خَمْرٍ وَتعَاطِي الْمُخَدِّرَاتِ... وَجَمِيْعِ الْكَبَائِرِ الَّتِي كُنْتُ أَقْتَرِفُهَا يَا رَبِّ اطْحَنِي كَحَدِيْدِ السَّيَّارَةِ كَيْفَ طَحَنْتُ

''اے اللہ آج میں تجھ سے سچی توبہ کرتا ہوں اگر آئندہ میں ایسا غلط کام کروں تو
مجھے پیس کر رکھ دینا''
تین سال بعد وہ نوجوان ایک بار میرے بھائی کے پاس آیا اور بتانے لگا کہ دوسرے
شہر میں کام کسی کے لئے جا رہا ہوں وہ ملاقات کر کے چلا گیا۔



چند دن بعد ہمارا ایک پڑوسی میرے والد صاحب سے کہنے لگا کہ آپ کو اپنے بیٹے
اس دوست کا پتہ چلا۔ والد صاحب نے پوچھا اسے کیا ہوا، اس نے بتایا کہ وہ اور اس
دوست کار میں کہیں جا رہے تھے کہ:

وَقَعَتْ لَهُ حَادِثَةٌ هُوَ وَصَدِيْقُهُ فُلَانٌ وَقَدْ تَحَطَّمَ وَطُحِنَ كَمَا نَطْحَنُ الْعَجِيْنَ وَلَمْ يَبْقَ مَنْهُ شَيْءٌ، وَلٰكِنَّ رَائِحَةَ الْخَمَرِ كَانَتْ تَفُوْحُ مَنَ السَّيَّارَةِ

''ایسا خوفناک ایکسیڈنٹ ہوا جس سے ان دونوں کی لاشیں اس طرح ٹکرے ٹکرے ہو گئیں ہیں جیسے کسی نے ان کو کسی بھاری پتھر سے پیس دیا ہو''

بس زمین سے جھاڑو کے ذریعے جسم کے کچھ باقیات ملے۔ البتہ اس کی گاڑی سے شراب کی شدید بدبو آرہی تھی۔

صرف گاڑی سے ملنے والے کاغذات سے ان کی شناخت ممکن ہو سکی تھی۔ اس پر میرے والد نے پڑوسی کو بتایا کہ اس نوجوان نے توبہ کر لی تھی اور اس وقت اس نے یہ بھی دعا مانگی تھی کہ



اے اللہ اگر میں یہ شراب نوشی دوبارہ کروں تو مجھے پیس دینا چونکہ گناہوں سے توبہ کے وقت کی ہوئی دعا قبول ہو جاتی ہے۔ آج اسے یہی اپنے حق میں بددعا لے بیٹھی اس واقعہ کے بعد علاقہ کے بہت سے نوجوانوں نے توبہ کر لی۔

(حوالہ: موسوعہ القصص المؤثرة 27 تا 30)

گناہوں کی نحوست ہاتھ کندھے تک کٹتا چلا گیا

16 ایک شخص بازار میں آواز لگائے جا رہا تھا کہ:

مَنْ رَآنِي فَلَا يَظْلِمَنْ أَحَداً

''خدا کے لئے کسی پر ظلم نہ کرنا ورنہ اس کا حال میری طرح ہو گا''

کچھ لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے اور پوچھنے لگے کہ کیا بات ہے کیا ماجرا ہے اور کس وجہ سے آپ آوازیں لگا رہے ہیں۔ وہ شخص بولا کہ میں بڑا ظالم تھا ایک دن دریا کے کنارے کھڑا تھا ایک آدمی نے ایک بڑی سی مچھلی شکار کر لی۔

میں نے اس سے مچھلی مانگی مگر اس نے کہا کہ میں ایک غریب آدمی ہوں اسے بیچ کر اپنے بچوں کے لئے کھانے کا انتظام کروں گا میں نے اس سے زبردستی چھین لی اور گھر کی طرف چل پڑا۔ راستے میں اچانک اس مچھلی نے میرے ہاتھ کے انگوٹھے پر ڈس لیا گھر پہنچ کر اس کا درد بڑھتے بڑھتے ناقابل برداشت ہو گیا۔

بڑی مشکل سے رات بھر جاگ کر گزاری صبح ایک طبیب کے پاس چلا گیا اس نے بتایا:

هٰذِهِ بَدْءُ الْآكِلَةِ اِقْطَعْهَا وَإِلَّا نَقْطَعُ يَدَيْكَ فَقُطِعَتْ إِبْهَامِي

''آپ کے ہاتھ کو ایک خطرناک بیماری لگ چکی ہے جلدی سے انگوٹھا کٹوا دو ورنہ یہ زہر پورے بازو میں پھیل جائے گا''

میں نے مجبوراً فوراً انگوٹھا کٹوا ڈالا مگر درد کی شدت میں کمی نہ ہوئی بلکہ درد پوری
میں پھیل گیا یہ اتنا شدید درد تھا کہ میری نیند ہی ختم ہو چکی تھی اس صورتحال کے پیش نظر
نے ہتھیلی کٹوانے کا مشورہ دیا اور بتایا کہ درد بازو میں پھیل جائے گا اس طرح پھر کلائی
ہاتھ کاٹ ڈالا مگر اس درد نے جان نہ چھوڑی حتیٰ کہ مجبور ہو کر اپنا بازو کہنی تک کاٹ ڈالا
بھی درد ختم ہونے کا نام نہ لے رہا تھا اور میں اب دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا کہ بہت سے
لوگ جمع ہو گئے۔

ایک نیک آدمی نے پوچھا کہ یہ درد کب شروع ہوا تھا تو میں نے اسے مچھلی چھیننے
واقعہ بتا دیا تو وہ شخص بولا کہ:

لَوْ كُنْتَ رَجَعْتَ أَوَّلَ مَا أَصَابَكَ الْأَلَمُ إِلٰى صَاحِبِ السَّمْكَةِ وَاسْتَحْلَلْتَ
مِنْهُ وَأَرْضَيْتَهُ لَمَا قُطِعَتْ مِنْ أَعْضَائِكَ عُضْواً

''اگر تم پہلے ہی بار درد ہونے پر اس شخص سے معافی مانگ لیتے تو عبرتناک انجام



کی نوبت ہی نہ آتی۔ اب بھی اس کا علاج صرف اور صرف یہی ہے کہ اس شخص
سے جا کر معافی مانگ لو جس سے مچھلی چھین لی تھی۔ ورنہ جسم کا ایک ایک عضو
کاٹ کاٹ کر الگ کرنا پڑے گا''

یہ سن کر تو میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی کہ کتنے عرصے سے سو نہیں سکا ہوں۔
آخر مرتا کیا نہ کرتا اس شخص کی تلاش میں نکل پڑا۔
بہت خاک چھاننے کے بعد بڑی مشکل سے وہ شخص مل گیا جوں ہی وہ شخص نظر آیا میں
سیدھا اس کے قدموں میں گر گیا اس کے پاؤں چاٹنے لگ گیا اور اس کے پاؤں اپنے
آنسوؤں سے گیلے کر دیئے اور اس سے فریاد کرنے لگ گیا کہ خدا کا واسطہ ہے مجھے معاف
کر دو مجھے معاف کر دو وہ شخص حیران ہو کر مجھے دیکھ رہا تھا کہنے لگا بھائی بتاؤ تو سہی تم کون ہو
کیا کہنا چاہتے ہو۔

اس پر میں نے اسے اس سے مچھلی چھیننے اور اس کے بعد پیش آنے والے سارے
واقعات و حالات سنا دیئے اس پر وہ بھی رو پڑا اور پھر کہنے لگا کہ میں نے معاف کر دیا اور وہ



مچھلی بھی تجھے بخش دی۔ اس کے بعد پھر اس سے پوچھا کہ جب میں نے آپ سے
مچھلی چھینی تھی تو آپ نے کیا کہا تھا تو وہ کہنے لگا کہ میرا دل بہت پریشان ہو گیا تھا اور
نے آہ بھرتے ہوئے کہا تھا کہ:

اللّٰهُمَّ إِنَّ هٰذَا قَدْ تَقَوّٰى عَلَيَّ بِقُوَّتِهٖ عَلٰى ضُعُفِي عَلٰى مَا رَزَقْتَنِي ظُلْماً فَأَرِنِي قُدْرَتَكَ فِيْهِ

”اے اللہ یہ اپنی طاقت کے زور پر مجھ سے مچھلی چھین کر لے گیا ہے تو بھی اسے اپنی طاقت دکھا دے“

اس پر میں اس سے کہنے لگا کہ آج میں توبہ کرتا ہوں آئندہ کسی پر کبھی بھی ذرا برابر بھی ظلم نہیں کروں گا اور اسی وقت کندھے میں اٹھنے والا درد غائب ہو گیا اس درد کا نام ونشان نہ رہا۔ اب میں یہی بات تمام لوگوں کو بازاروں میں گھوم گھوم کر سناتا ہوں تاکہ کوئی بھی شخص میری طرح خدا کی پکڑ کا شکار نہ ہو جائے۔

حوالہ: (نهاية الظالمين 321)



صحیح پرورش نہ کرنے پر مرحوم بیٹی کا باپ سے شکوہ

17 ایک شخص کی بیمار جوان بیٹی مر گئی کچھ ہی دن وہ اپنے باپ کو خواب میں نظر آئی مگر اس حالت میں کہ اس کی بیٹی سخت اذیت میں تھی اور رو رہی تھی۔ اب خواب ملاحظہ کیجئے:

بیٹی کہتی ہے: اے اللہ تو خوب انتقام لینے والا ہے میرا بدلہ بھی تو لے لے۔

باپ: (بیٹی کی حالت دیکھ کانپتے ہوئے) میری بیٹی کس سے انتقام لینا چاہتی ہے۔

بیٹی: کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو بھی بتا دوں کہ میں کس سے اپنا انتقام اور بدلہ لینا چاہتی ہوں۔

باپ: بالکل بیٹی مجھے ضرور بتاؤ۔

بیٹی: آپ کیا کریں گے۔

باپ: میں اس ظالم بدبخت اور نامراد سے تیرا بدلہ اور انتقام لوں گا۔

بیٹی: کیا تم یہ کام کر لو گے۔

باپ: خدا کا واسطہ ہے ضرور بتا میں ضرور ایسا کروں گا۔

بیٹی: فوراً آگ بگولہ ہو جاتی ہے اور اس کا چہرہ سرخ ہو جاتا ہے اسے دیکھ کر باپ تھر تھر کانپنے لگ جاتا ہے:

أَتحَسَّبُ عَلَيْكَ، حَسْبِيَ اللّٰه عَلَيْكَ، يَا مَنْ فَرَّطْتَّ بِيْ، يَا مَنْ خُنْتَ الْأَمَانَةَ، حَسْبِيَ اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا مُن لَمْ تَعْتِنِي بِيْ،

”میں آپ سے انتقام لینا چاہتی ہوں آپ سے. جی ہاں آپ سے کیا سمجھ آئی۔



آپ میرے مجرم ہیں آپ نے میری خیانت کی۔ آپ نے مجھے جان بوجھ کر برباد کیا مجھے نقصان میں مبتلا کر دیا۔ میری آخرت برباد کر دی۔ آج میری یہ حالت صرف اور صرف آپ کی وجہ سے ہے"

باپ: (ڈرتے ہوئے) تم کہاں ہو۔

بیٹی: میں اس وقت جہنم کے ایک گڑھے میں ہوں۔

باپ: میری بیٹی میں نے کون سا جرم کیا ہے۔

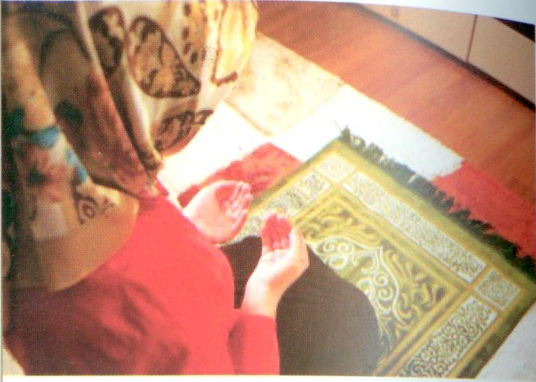
بیٹی: مجھ سے پوچھ رہے ہو؟ آپ ہی نے تو ہمیں تباہ و برباد کر دیا تھا آپ نے ہمارا کچھ بھی خیال نہیں رکھا۔

باپ: بیٹی یہ کیا کہہ رہی ہو میں نے تمہارا بہت خیال رکھا تھا۔ تمہیں ایک سے بڑھ کر ایک سوٹ اعلیٰ اور عمدہ زینت کا سامان اور تمہاری ہر خواہش پوری کی ہے۔

بیٹی: یہ تو کچھ بھی نہیں۔

باپ: اس کے علاوہ پھر میں اور کیا کرتا؟ جو کچھ میں کر سکتا تھا وہ کیا تمہیں کسی چیز کی کمی نہیں ہونے دی۔





بیٹی: آپ نے بہت سے کام نہیں کیے یہ کہتے ہوئے اس لڑکی کا چہرہ انتہائی غضبناک ہو جاتا ہے اور اس کی آنکھوں سے دھواں سا نکلنے لگتا ہے اور کہتے ہیں:

إِنَّكَ لَمْ تَكُنْ تُوقِظُنَا لِصَلَاةِ الْفَجْرِ، وَلَمْ تَكُنْ تَمْنَعُنَا مِنَ الذَّهَابِ لِلْأَسْوَاقِ بِمُفْرَدِنَا

"آپ نے کبھی بھی ہمیں صبح کی نماز کے لئے نہیں جگایا نہ ہی کبھی ہمیں اکیلا بازار جانے سے منع کیا"

آپ ہمیں گھومنے پھرنے کے لیے چھوڑ دیتے تھے کیا کبھی بھی آپ نے ہمیں فحش اور بے ہودہ فلمیں اور ویڈیو دیکھنے سے روکا تھا؟ ہم پوری پوری رات فلمیں دیکھتے گزار دیتے تھے میں آزادانہ بازاروں میں جاتی تھی۔ خوب گانے سنتی دکانوں پر مردوں سے بے دریغ باتیں کرتی۔

ہر طرح کے فیشن کے کپڑے تو آپ خود ہمیں لا کر دیتے جس سے ہمارے جسم کی نمائش ہوتی اور بازاروں گلیوں میں لوگ ہمیں دیکھتے رہتے اور اس کے ساتھ باپ کی آنکھ کھل گئی مگر اسے اس بات کا افسوس رہا کہ کاش مزید بیٹی کی باتیں سن لیتا تا کہ میں اپنی موجودہ اولاد کو تو مکمل طور پر بچا سکوں لیکن اتنا بھی اللہ کا فضل و کرم ہوا کہ بیٹی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے خواب میں بہت کچھ بتا دیا تھا۔

حوالہ: موسوعہ القصص المؤثرة 122 تا 123)



برتن نہ دھونے پر دونوں بیٹوں سے ہاتھ دھونے پڑے

18 یہ ایک حقیقی اور سچا قصہ ہے جو مصر کے اخباروں کی کافی عرصہ تک زینت بنا رہا۔ ایک عورت کی شادی کے چند ہی سال بعد اس کا خاوند فوت ہوگیا۔ اس کے صرف دو چھوٹے چھوٹے بیٹے تھے۔ ابھی اس عورت کی عمر تیس سال سے بھی کم تھی اس لئے اس کے کئی رشتے آئے مگر اس عورت نے ان سب کو اپنی اولاد کی بہتر مستقبل کی خاطر قربان کر دیا۔

کیونکہ نہ معلوم اس کی زندگی میں داخل ہونے والا اجنبی شخص اس کے دل کے ٹکڑوں اور جگر گوشوں سے کیا سلوک کرے اس لئے اس نے اپنی جوانی کو اولاد کی بہتری کے لئے قربان کرنے کا تہیہ کرلیا۔

اب وہ ان بچوں کی ماں اور باپ بن کر تربیت اور پرورش کرنے لگی مگر یہ سال دو سال کی بات نہیں تھی اعلیٰ تعلیم تک دو دو سال درکار ہیں اور پھر ان کے تعلیمی اخراجات اور گھر کے اخراجات کیسے برداشت کر سکے گی



کی نیند اڑ جاتی مگر پھر بھی وہ نوجو... جاتی آخر ایک دن تو اس کے جگر... تعلیم حاصل کر کے اس کی ساری... کر دیں گے۔

کالج کے دور تک تو بچے روزانہ گھر آتے تھے مگر یونیورسٹی کی تعلیم کے لئے دور جانا پڑا اب ماں کو اکیلا بھی رہنا تھا مگر وہ یہ بھی بہتر مستقبل کی امید میں، ماں بچوں کی مستقبل کی بہتری کے لیے یہ دوری بھی برداشت کرنے لگ گئی دن رات گزرتے گئے لمحے برسوں میں بدلتے گئے کبھی تو اسے خدشہ ہوتا کہ شاید زندگی ہی وفا نہ کرے مگر پھر اسے یہ سوچ کر سکون اور اطمینان سا ہو جاتا چلو میرے بیٹے تو اعلیٰ مقام حاصل کرلیں گے وہ تو خوش رہیں گے۔



میں اگر اس دنیا ہی میں نہ رہی یا میں انہیں دوبارہ اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ پائی تو کوئی بات نہیں۔ یہ سال انتہائی مشکلات تھکاوٹ پریشانی کے ثابت ہوئے مگر وہ نوجوان عورت بھی عزم وحوصلہ کی چٹان ثابت ہوتی جا رہی تھی بالکل بے سہارا ایک عورت اپنے دو بیٹوں کو آغاز سے اعلیٰ تعلیم تک پہنچاتے پہنچاتے ٹوٹ چکی تھی۔ مگر وہ امید کے سہارے زندہ تھی۔

حَتّٰی جَاءَ الْيَوْمُ الَّذِي اسْتَلَمَتْ فِيهِ النَّبَأُ السَّعِيْدُ مِنَ ابْنَيْهَا وَزَفَا إِلَيْهِ تَخَرُّجُهُمَا مِنَ الْجَامِعَةِ

"آخر وہ دن آ ہی گیا جب اسے تار ملا کہ اس کے دونوں بیٹے یونیورسٹی کے امتحانات میں اعلیٰ نمبروں سے کامیاب ہو چکے ہیں اور جلد ہی گھر آنے والے ہیں"

اب اسے اپنی اس ساری زندگی کا پھل ملتا نظر آنے لگا بیٹے کامیاب ہوگئے اب تو اس کے سارے درد سارے دکھ ختم ہو جائیں گے اب دونوں بیٹوں کے ساتھ رہے گی۔

اب وہ اپنے ان بیٹوں کے استقبال کی تیاری کرنے لگی۔ گھر کو سجانے لگی نئی چادریں بچھانے لگی۔ غرضیکہ جو کچھ وہ کر سکتی تھی اس نے اپنے چھوٹے سے مکان کو خوب چمکایا اور دیا۔ اور پھر اس کے دونوں بیٹے اکٹھے گھر واپس آ گئے آج ماں کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ کیونکہ وہ اعلیٰ تعلیم کے زیور سے آراستہ ہو کر آ گئے تھے۔

ماں نے فوراً انہیں بٹھایا اور پھر:

وَأَحْضَرَتِ الْبَرَادَ الْجَدِيْدَ الْمَوْضُوْعَ عَلٰى الرَّفِّ مُنْذُ مُدَّةٍ طَوِيْلَةٍ

''ایک نئی کیتلی میں چائے بنانے چلی گئی تاکہ بیٹوں کی تھکاوٹ ختم ہو اور جلدی ہی اس نئی کیتلی اور نئی پیالیوں میں اپنے بیٹوں کو اپنے ہاتھ سے چائے پیش کرنے لگی''

اور پھر کہنے لگی کہ تم یہ چائے پیو میں تمہارے لئے کھانا تیار کرتی ہوں یہ کہہ کر وہ عورت کچن میں جانے لگی تو دونوں بیٹوں نے کہا امی ذرا جلدی آنا آج ہم مل کر کافی ساری اور ڈھیر ساری باتیں کریں گے۔



ماں بولی بیٹوں مجھے تو تم سے بھی زیادہ شوق ہے مگر میں ابھی ابھی اور جلدی کھانا تیار کر کے لاتی ہوں اور انہیں چائے پینے میں مصروف چھوڑ کر کچن میں چلی گئی۔ ماں نے تھوڑی ہی دیر میں کھانا تیار کر لیا اور بڑے شوق سے جلدی جلدی بیٹوں کے کمرے میں گئی مگر وہاں تو دونوں بیٹے ایک دوسرے پر ٹیک لگائے سو چکے تھے۔

ماں نے سوچا کہ سفر سے یہ دونوں بہت تھک چکے ہیں اس لئے نیند آ گئی ہے مگر انہیں پہلے کھانا کھانا چاہئے کیونکہ کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا اس لئے ان دونوں کو پکارنے لگی مگر ان میں سے کوئی بھی نہ جاگا جواب نہ پا کر ان دونوں بیٹوں کو باری باری ہلانے لگی مگر یہ کیا وہ دونوں بیٹے ایک بے جان جسم کی طرح گر گئے۔

ہائے یہ کیا ہوا اس عورت نے شور مچانا شروع کر دیا یہ اتنی شدت سے چیخی کہ پڑوسی بھی دوڑ کر پہنچ آئے جو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ماں رو رہی ہے اور اس کے دونوں بیٹوں کی لاشیں سامنے پڑی ہیں۔ ماں پر بار بار غشی کے دورے پڑ رہے ہیں۔



سارے محلے میں خبر پھیل گئی ہر کوئی ایک دوسرے سے پوچھ رہا تھا کہ کیا ہوا ہے مگر کسی کو بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی فوراً پولیس کو اطلاع دی گئی میڈیکل چیک اپ کیا گیا تو پتہ چلا کہ ان کی موت زہر سے ہوئی ہے جس کی وجہ سے ان دونوں لاشوں کو مرکزی ہسپتال میں مکمل معائنے کے لئے لے جایا گیا۔

اور پھر پولیس نے ان کی والدہ سے مکمل حالات معلوم کئے جس کی روشنی میں تحقیقات کے نتیجے میں پتہ چلا کہ یہ دونوں نوجوان بچھو کے زہر سے مر گئے تھے:

دَخَلَ بِهٖ بِطَرِيْقَةٍ أَوْ بِأُخْرٰى عَقْرَبُ سَامٌّ وَعِنْدَمَا أَرَادَتْ أَنْ تَصْنَعَ الشَّايَ لَمْ تَقُمْ بِغَسْلِهٖ وَتَنْظِيْفِهٖ عَلٰى اعْتِبَارِ أَنَّهٗ جَدِيْدٌ

"کیونکہ ان کی والدہ نے جو کیتلی خریدی تھی نئی سمجھ کر دھونے کی ضرورت نہیں سمجھی جب کہ اس میں کہیں سے بچھو بھی گھس چکا تھا"

بچھو کیتلی کے اندر ہی پک کر مکس ہو گیا اور اس کا زہر چائے میں شامل ہو گیا تھا جسے پیتے ہی دونوں ڈھیر ہو گئے۔ اگر وہ سنت پر عمل کرتی اور استعمال سے پہلے دھوتی تو اسے یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔

حوالہ: (موسوعہ قصص المؤثرة 124 تا 125)



موت سے پہلے موت کی تیاری کرلو

19 بچپن ہی سے مجھے تنگ و تاریک جگہوں سے نفرت اور گھٹن محسوس ہوتی تھی۔ میرا تو ان مقامات پر دم گھٹنے لگتا تھا اس لئے میں ہمیشہ ایسی جگہوں سے دور بھاگتا تھا۔

جب میں بڑا ہو گیا تب بھی میری اس کیفیت میں تبدیلی نہ ہوئی مجھے پتہ چلا کہ یہ میری نفسیاتی بیماری ہے۔ تمام تر کوششوں کے باوجود بھی افاقہ نہ ہوا۔ لیکن ایک بار مجھے ایک انتہائی تنگ اور تاریک جگہ میں زبردستی ڈال دیا گیا جہاں میں بے بس اور بے اختیار تھا میں کچھ بھی نہ کر سکتا تھا۔

كَانُوْا قَدْ لَفُّوْنِي ثُمَّ وَضَعُوْنِي فِي تَابُوْتٍ طَوِيْلٍ وَضِيْقٍ

"مجھے چند لوگوں نے ایک کپڑے میں لپیٹ کر ایک لمبے اور تاریک تنگ تابوت میں ڈال دیا"

میں اپنے اردگرد کی آوازیں بخوبی سن رہا تھا۔ اگرچہ میری آنکھیں بند تھیں مگر مجھے سب کچھ سنائی دے رہا تھا۔ کچھ لوگوں کی آوازیں آ رہی تھیں جو کہہ رہے تھے کہ بے چارہ مسکین جوانی ہی میں مر گیا ہے۔





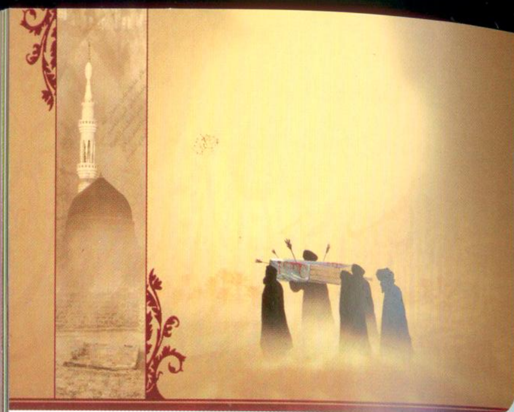
اس کے بڑے پروگرام اور منصوبے باقی تھے جنہیں مکمل نہ کرسکا اور وہ ادھورے رہ گئے۔ اور میرے خیال میں بھی کئی ایسے کام تھے جو ابھی ادھورے تھے مثلاً اپنے بیٹے کے لئے بنایا جانے والے محل کا ابھی تک افتتاح بھی نہ کیا تھا اور اپنی گاڑی کی آخری قسطیں بھی جمع نہ کرا سکا تھا۔ اور اپنے دوستوں کے تعاون سے ایک نئی کمپنی کا منصوبہ بھی معرض وجود میں نہ آیا۔

اور اس کے علاوہ موسم سرما آچکا تھا مگر اس کے لئے کوئلہ انگیٹھی دہکانے کے لئے ابھی تک خرید نہ سکا تھا۔ ابھی میں مزید اپنے پروگرام اور نامکمل رہنے والے منصوبے سوچ ہی رہا تھا کہ قریبی مسجد سے اعلان کیا گیا جس میں میرا نام میرے والد اور بیٹوں کے تعارف کے ساتھ بتایا گیا کہ وہ فوت ہو گیا ہے اور تھوڑی دیر بعد اس کا جنازہ پڑھا جائے گا۔ میں سوچنے لگا کہ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا میں سوچنے لگا کہ آخر یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے۔ مجھے محسوس ہوا کہ میرے کچھ دوست مجھے اس تابوت میں بند کرنے لگے ہیں:

أَنَّنِي حَاوَلْتِ أَنْ أَصْرَخَ بِكُلِّ قُوَّتِي وَأَنْ أَنْهَضَ مِنْ مَكَانِي لِأَمْنَعَهُمْ مِنْ ذٰلِكَ إلا أَنَّنِي فَشِلْتُ وَعَجَزْتُ

''میں اپنی پوری قوت اور طاقت لگانے کے باوجود ہل سکا اور نہ ہی آواز نکال سکا''

تھوڑی دیر بعد تابوت مکمل طور پر بند کیا جا چکا تھا اب مجھے صرف اس کی دراڑوں سے کچھ روشنی کی کرنیں دکھائی دینے لگیں تھیں۔



اب گھبراہٹ کا یہ عالم تھا کہ بیان نہیں کیا جاسکتا میں کہنے لگا اے اللہ اب میرا کیا بنے گا میں تو گھبراہٹ کی شدت سے بالکل عاجز اور بے بس ہو چکا تھا اسی دوران میرا تابوت ہلا اور پھر اسے کندھے پر اٹھا کر لوگ آہستہ آہستہ چلنے لگ گئے مجھے ان کی آوازیں بدستور آرہی تھیں اور پھر بارش کے قطرے جو میرے تابوت پر ٹپ ٹپ گر رہے تھے سب مجھے صاف سنائی دے رہے تھے اب اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ نماز جنازہ کے لئے لے جا رہے ہیں۔

جامع مسجد کے قریب ہی میرا تابوت اتار دیا گیا جس مسجد میں میں نے کبھی جمعہ کی نماز بھی نہیں پڑھی روزانہ کی نماز تو دور کی بات ہے۔ مجھے وقت ہی نہ ملتا تھا میں انتہائی مصروف شخص تھا۔ لیکن جب میری عمر پچاس سال ہو گئی تو میں نے کئی بار پکا ارادہ کیا کہ نماز اب شروع کرتا ہوں مگر یہ ارادہ ارادہ ہی رہتا کبھی حقیقت کا روپ نہیں دھارتا۔ اپنے دوستوں کو نماز شروع کرنے کی ہر دفعہ نئی تاریخ دے دیا کرتا تھا۔

ہائے افسوس اگر میں اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنا دیتا تو آج مجھے اتنی ندامت اور شرمندگی تو نہ ہوتی۔ ایک بار پھر مجھے کندھوں پر اٹھایا گیا مجھے اندازہ ہوا کہ میری نماز جنازہ بھی ادا کر دی گئی ہے۔

جب میرا جنازہ ایک ہوٹل کے پاس سے گزرنے لگا وہاں میں نے بیٹھے اپنے چند دوستوں کو جن کے ساتھ میں بھی اسی ہوٹل پر بیٹھ کر تاش وغیرہ کھیلا کرتے تھے ان کے ہنسنے

کی آوازیں سنائی دیں شاید انہیں میرے وفات کا علم ہی نہ ہوا یہ میرا خیال غلط بھی ہوسکتا ہے

اب آہستہ آہستہ یہ سارا شور اور آوازیں دور ہوتی گئیں۔ اور میرا کفن بھی بارش کے قطروں

سے بھیگ چکا تھا جو تابوت کی درزوں سے مسلسل ٹپک رہے تھے۔ ٹیلے کی چڑھائی پر چڑھنے

سے مجھے اندازہ ہوگیا کہ اب مجھے قبرستان پہنچا دیا گیا ہے اس دوران مجھے اپنے کچھ دوستوں کی

آوازیں سنائی دے رہی تھیں کوئی اسٹاک ایکسچینج کے ریٹ پر بات کررہا تھا تو کوئی قومی اسمبلی کے ضمنی انتخابات کے نتائج پر تبصرہ کررہا تھا تو کوئی کسی کی تعریف تو کوئی کسی کی برائی کررہا تھا۔

سب کچھ کیا جارہا تھا مگر میرے متعلق تو کوئی بات نہیں کررہا تھا۔ کچھ لوگ تو کہہ رہے تھے کہ اس جنازہ کی وجہ سے میں سر سے پاؤں تک بھیگ چکا ہوں کتنی غیر معقول بات تھی ان کی۔ میں نے اپنے ان دوستوں کے لئے زندگی میں کتنی ہی قربانیاں دے چکا تھا۔ اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد میرا تابوت ان لوگوں نے اپنے کندھے سے اتارا اور زمین پر رکھ دیا۔

پردہ ہٹایا اور مجھے قبر میں رکھنے لگے ہائے میرے خدایا اس تنگ تاریک جگہ میں کیسے رہ پاؤں گا مگر میں نے اس سے قبل اس بارے میں کبھی نہ سوچا تھا کہ ایک نہ ایک دن بالآخر مجھے اس میں داخل کیا جائے گا۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد میرے دوست وغیرہ میری قبر پر بڑے زور وشور سے مٹی ڈالنے لگ گئے گویا ان میں مقابلہ شروع ہو ہو کہ کون جلدی ڈالے گا تھوڑی ہی دیر بعد میں تنگ وتاریک جگہ میں اکیلا اور تنہا رہ گیا۔

آج مجھے اپنی بے بسی کا جس طرح احساس ہو رہا تھا وہ کبھی بھی نہیں ہوا تھا۔ اب میں بس یہی خدا سے فریاد کرنے لگا تھا:

يَارَبِّ يَارَبِّ أَمَا مِنْ فُرْصَةٍ أُخْرٰى أَمَامِي أَعْطِنِي فُرْصَةً أَخِيْرَةً.. سَأَتَمَثَّلُ لِجَمِيْعِ أَوَامِرِكَ.. سَأَكُوْنُ عَبْداً لَكَ كَمَا تُرِيْدُ... سَأَكُوْنُ كَمَا تُرِيْدُ لِكَيْ تَجْعَلَ قَبْرِي رَوْضَةً مَنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ يَا رَبِّ

"اے میرے رب اے میرے مالک اے میرے خدا ایک دفعہ مجھے مہلت دے دے، صرف اور صرف ایک بار مہلت اور بس میں پھر تیرے سارے حکم بجالاؤں گا اور تیری اطاعت کے مطابق زندگی گزاروں گا اور اس قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنا کر آؤں گا اے اللہ صرف اور صرف ایک مہلت دے دے"

اس دوران پھر کسی کی آواز سنائی دی کیا مر گیا۔ اسی لمحے میری آنکھ کھل گئی اور میں اپنے بستر پر لیٹا ہوا تھا یہ ایک ڈراؤنا خواب تھا میرے پاس میرا ڈاکٹر دوست میرا چیک اپ کررہا تھا اور کہہ رہا تھا سب ٹھیک ہے۔

میرا جسم تو پسینے سے شرابور ہو چکا تھا گویا مجھ سے سینکڑوں من بوجھ اٹھا لیا گیا ہو اور حقیقی طور پر باہر موسلا دھار بارش برس رہی تھی اور ساتھ ہی بجلی بھی گرج رہی تھی۔ میں نے اِدھر اُدھر اپنے آس پاس موجود لوگوں پر نظر دوڑائی اور اپنے ہوش وحواس کو مجتمع کیا اور انتہائی دھیمی آواز میں کہنے لگا اے اللہ تیرا بے شمار اور لاتعداد شکر کہ تو نے مجھے ایک موقع اور دے دیا اور اٹھا وضو کیا اور مسجد کی طرف چل پڑا۔

حوالہ: موسوعہ القصص المؤثرۃ 345 تا 347)

فانی دنیا کی عبرت انگیز کہانی

20 کسی ملک میں ایک انتہائی خوبصورت اور حسین وجمیل پری چہرہ عورت رہتی تھی
اسے حاصل کرنا چاہتا تھا مگر وہ کسی کے پیغام کا جواب تک نہ دیتی تھی۔ایک دن اس
فیصلہ کرلیا کہ آج محل سے نکلنے کے بعد جو شخص بھی ملا اس سے شادی کرلوں گی۔

جب محل سے باہر نکلی تو علاقے کا سب سے غریب ترین آدمی ملا جو ایک ایک کوڑی
محتاج تھا۔مگر اس عورت نے اسے کہا:

هَلْ تُرِيْدُ اَنْ تَتَزَوَّجَ مِنِّي



”اگر تم میرے ساتھ شادی کرنا چاہتے ہو تو میں تیار ہوں“

اس پر غریب آدمی بولا
سے کیوں مذاق کرتی
میرے پاس مال اور دولت
کچھ بھی نہیں۔ اس نے
میں مذاق نہیں کر رہی ہوں مجھے
تمہارے حالات سے کوئی سروکار نہیں۔

اس پر اس غریب آدمی نے سوچا کیوں نہ کسی امیر آدمی سے قرض لے کر شادی کرلوں
میں اسے لوٹا دوں گا۔

یہ سوچ کر ایک انتہائی امیر ترین آدمی کے پاس چلا گیا اور اس سے اپنا مقصد بیان کیا
اس مالدار شخص نے جب اس حسین ترین عورت کو دیکھا تو اس کی اپنی نیت بدل گئی اور سوچنے
لگا اس عورت سے شادی کرنا میرا حق زیادہ بنتا ہے۔

کیونکہ اس کے پاس پیسہ ہی نہیں اور اس نے غریب آدمی کو انکار کرتے ہوئے کہا کہ تم
غریب ہو:

اَنَا اَحَقُّ مِنْكَ بِمِثْلِ هٰذِهِ الْمَرْأَةِ الْجَمِيْلَةِ

یہ عورت تمہارے لائق ہی نہیں یہ صرف میرے لائق ہے۔اس پر ان دونوں کے درمیان
جھگڑا شروع ہوگیا اور فیصلے کے لئے یہ دونوں افراد علاقہ کے حاکم کے پاس چلے گئے اور اپنا
مقدمہ پیش کردیا جب علاقے کے حاکم نے اس عورت کو دیکھا تو اس کی بھی نیت بدل گئی۔
اور وہ ان دونوں سے کہنے لگا تم چلے جاؤ تم سے زیادہ اس کا میں حقدار ہوں کیونکہ میں
اس پورے علاقہ کا حاکم ہوں اس پر جھگڑا مزید
بڑھ گیا اور فیصلے کے لئے تینوں مقدمہ قاضی
کے پاس لے گئے جب قاضی نے کیس
سنا اور عورت کو دیکھا تو اس کی بھی نیت
خراب ہوگئی اور کہنے لگا کہ تم سب سے
زیادہ میں اس کا حقدار ہوں کیونکہ
میرے دربار میں حاکم بھی عام
حیثیت میں پیش ہوتے ہیں
لہٰذا تم سب بھاگ جاؤ اس
پر معاملہ جب کافی بڑھ گیا
تو وہ عورت بولی چلو تم
سب کا فیصلہ بادشاہ
سے کروالیا جاتا
ہے۔



سب لوگ اس حسینہ کے ہمراہ بادشاہ کے پاس چلے گئے اس نے تمام واقعات ... کے بعد جب حسینہ کو دیکھا تو کہنے لگا کہ اس کا سب سے زیادہ حقدار تو میں ہوں ... پورے ملک کا بادشاہ ہوں۔

اس پر وہ حسین عورت بولی میرے پاس اس کا حل موجود ہے میں خود فیصلہ کروں ... سب اس کی آواز پر ہمہ تن گوش ہو گئے تو اس نے کہا کہ تمام فریق فلاں مقام پر پہنچ جاؤ ... میں فیصلہ سناؤں گی وہ سب دوڑے دوڑے اس مقررہ مقام پر پہنچے تو وہ حسینہ کہنے لگی:

اَهْرِبُ مَنْ أَخَذَ فَأَنَالَهُ

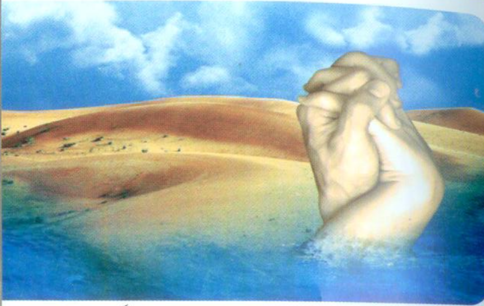
''اب میں دوڑتی ہوں جس نے سب سے پہلے مجھے پکڑ لیا اور ہاتھ لگا لیا میں اس کی ہو جاؤں گی''

یہ کہہ کر اس نے اڑان بھری اور وہ انتہائی تیزی سے دوڑتے دوڑتے ایک ٹیلے ... پیچھے غائب ہو گئی۔

جوں ہی یہ سارے دوڑے تو بالکل ان کے سامنے ایک گہری کھائی تھی حسینہ ... تعاقب میں دوڑتے دوڑتے انہیں اندازہ نہ ہوا وہ سب ایک ایک کر کے اس کھائی ... گر گئے اور ختم ہو گئے یہ حسین و جمیل عورت دنیا ہے جو اپنے پیچھے ہر قسم کے لوگوں غریب ... بادشاہ قاضی کو دوڑا کر گہری کھائی میں گرا دیتی ہے مگر خود کسی کے ہاتھ نہیں آتی۔



برا منصوبہ بنانے کا برا انجام



21 ایک بادشاہ کو ایک چھوٹا سا بچہ جنگل میں مل گیا شاید اس کے ماں باپ کو کسی درندے نے مار ڈالا ہو بادشاہ اسے اپنے گھر لے آیا اس کی اچھی تعلیم و تربیت کی اور اس کا نام احمد یتیم رکھ دیا۔ یہ بچہ بڑا سمجھ دار اور ہوشیار نکلا بادشاہ نے اسے اپنے گھریلو امور کا نگران بنا دیا۔ ایک دفعہ بادشاہ نے اسے کسی کام سے اپنے محل میں بھیجا جب یہ ایک کمرے میں پہنچا تو وہاں دیکھا کہ ایک غلام اور لونڈی غلط کام میں مصروف ہیں احمد یتیم کو دیکھ کر لونڈی سخت گھبرا گئی اور اسے واسطہ دے کر کہنے لگی کہ اس بات کو کسی سے ظاہر نہ کرنا۔

احمد یتیم بولا:

مَعَاذَ اللّٰهِ أَنْ أَخُوْنَ الْأَمِيْرَ، وَقَدْ أَحْسَنَ إِلَيَّ

''میں اپنے محسن اور اپنے ساتھ نیکی کرنے والے سے کبھی بے وفائی نہ کروں گا ایسے لوگ ذلیل ہو جاتے ہیں''

اور پھر احمد یتیم نے اس راز پر پردہ ہی ڈال دیا مگر لونڈی نے سوچا کہ شاید یہ کبھی بھی میرا راز ظاہر کر دے اس لئے اس نے احمد یتیم کو راستے سے ہٹانے کا منصوبہ بنایا اور جا کر روتے ہوئے بادشاہ سے کہنے لگی کہ احمد یتیم مجھے زنا پر مجبور کر رہا تھا میں نے بڑی مشکل سے جان بچائی اس پر بادشاہ کو غصہ آ گیا اور بغیر کسی تحقیق ہی کے اس نے احمد یتیم کو عبرت ناک سزا دینے کا فیصلہ کر لیا اور اپنے ایک ماتحت کو بلا کر کہا کہ:



إِذَا بَعَثْتُ إِلَيْكَ أَحَدًا بِطَبَقٍ، يَطْلُبُ مِنْكَ كَذَا وَ كَذَا فَاقْطَعْ رَأْسَهُ، وَضَعِ الرَّأْسَ فِي الطَّبَقِ، وَابْعَثْ بِهِ إِلَيَّ

''جب میں تمہارے پاس کسی بھی آدمی کو ایک خاص چیز لینے کے لئے بھیج دوں تو تم سمجھ لینا کہ میں نے اسے قتل کرنے کے لئے تمہارے پاس بھیجا ہے بس تم اس کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دیا کرنا''

اسی پروگرام کے تحت چند دن بعد بادشاہ نے احمد یتیم کو اسی ماتحت کے پاس بھیجا کہ بادشاہ فلاں چیز مانگ رہا ہے۔ احمد یتیم اس ماتحت کے پاس جانے لگا تو محل کے خادموں میں آپس میں کسی بات پر جھگڑا ہو رہا تھا۔ انہوں نے احمد یتیم کو اپنے تنازعے کا فیصلہ کرنے کا کہا مگر احمد یتیم نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ مجھے بادشاہ نے فلاں فلاں چیز لانے کا کہا ہے۔



خادموں نے کہا کہ اس سے ایک چیز ہی لانی ہے ناہم کسی اور کو بھیج دیتے ہیں وہ لے آئے گا اور تم ہمارے جھگڑے کا فیصلہ کرو احمد یتیم راضی ہو گیا اور ان خادموں نے اسی خادم کو اتفاقی طور پر بھیج دیا جو محل میں لونڈی کے ساتھ بدکاری میں ملوث ہوا تھا۔ جب یہ خادم حاکم کے پاس پہنچا اس نے اس کا سر کاٹ کر بادشاہ کے پاس بھیج دیا۔ بادشاہ بڑا حیران ہوا کہ یہ سر تو احمد یتیم کا نہیں یہ تو ایک دوسرے غلام کا ہے۔

بادشاہ نے احمد یتیم کو بلا لیا اس سے حاکم کے پاس نہ جانے کی وجہ پوچھی تو اس نے سارا واقعہ بیان کر دیا اس پر بادشاہ نے احمد یتیم سے پوچھا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ غلام کیسا تھا تمہیں اس کا کوئی گناہ اور جرم معلوم ہے تو احمد یتیم نے سارا قصہ بادشاہ کے گوش گذار کر دیا۔ بادشاہ نے جب سنا تو وہ حیران رہ گیا اور لونڈی کو قتل کرتے ہوئے احمد یتیم کو مزید اپنے قریب اپنا معتمد خاص بنا لیا واقعی بدنیتی کرنے والے کا انجام بہت بُرا ہوتا ہے۔

حوالہ: (عجائب القصص مصنف منصور بن ناصر 21 تا 22)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ (فاطر/43)

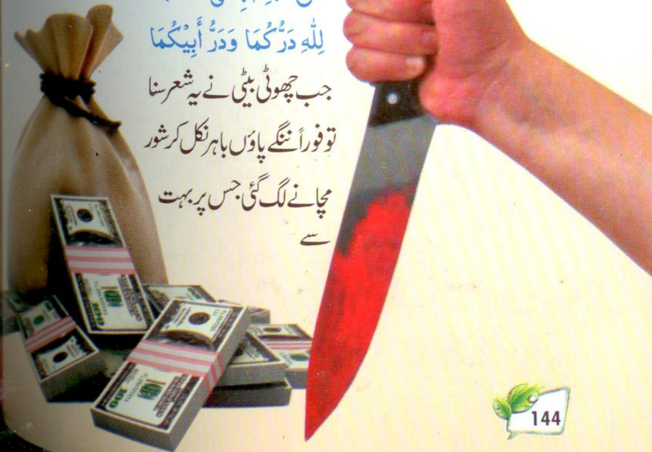
برا منصوبہ بنانے والا خود ہی پھنس جاتا ہے۔

ذہین باپ کی ذہین لڑکی اور قاتل

22 ایک تاجر بہت سا مال تجارت لے کر اپنے دو غلاموں کے ہمراہ سفر پر روانہ ہوا راستے میں اس کے دونوں غلاموں کی نیت خراب ہوگئی اور انہوں نے اپنے مالک کو قتل کر کے آپس میں مال تقسیم کر لینے کا پروگرام بنالیا اور پھر موقع پا کر اسے قتل کرنے لگے تو مالک نے کہا تم مجھے قتل کرنا ہی چاہتے ہو تو کم از کم میرے گھر جا کر اتنا تو بتا دینا کہ مجھے ڈاکوؤں نے قتل کر دیا ہے اور مال بھی لوٹ لیا ہے اور وہ قتل ہوتے وقت یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

کون ہے جو میری دونوں بیٹیوں کو اطلاع دیدے۔ اللہ تمہارا بھلا کرے اور تمہارے باپ کا بھلا کرے۔

دونوں غلام بولے ٹھیک ہے یہ پیغام اور اس شعر کو پہنچانے میں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہم تیری یہ خواہش پوری کر دیں گے اور پھر ان دونوں غلام نے اسے قتل کر دیا اور اس کا مال وغیرہ ٹھکانے لگا کر اپنے مالک کے گھر گئے اور اس کی بیٹیوں کو ان کے والد کے قتل کی اطلاع دی اور یہ کہا کہ مرتے وقت تمہارا والد یہ شعر پڑھ رہا تھا۔



مَنْ مُبْلِغٌ بِنْتَيَّ أَنَّ أَبَاهُمَا

لِلّٰهِ دَرُّكُمَا وَدَرُّ أَبِيْكُمَا

جب چھوٹی بیٹی نے یہ شعر سنا تو فوراً ننگے پاؤں باہر نکل کر شور مچانے لگ گئی جس پر بہت سے لوگ اکٹھے ہوگئے تو وہ کہنے لگی ان دونوں غلاموں نے میرے باپ کو قتل کر دیا ہے لوگوں نے فوراً غلاموں کو پکڑ لیا اور لڑکی سے پوچھا تجھے کیسے پتہ چلا کہ ان دونوں ہی نے قتل کیا ہے۔

تو وہ کہنے لگی تم سب فصیح لوگ ہو شعر سنتے رہتے ہو شعروں کو سمجھتے ہو اس شعر کے دونوں مصرعے آپس میں مل نہیں رہے ہر مصرعہ دوسرے مصرعے کا محتاج ہے گویا یہ دو الگ الگ شعروں کا ایک ایک مصرعہ ہی ہو سکتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا تو پھر تو ہی بتا کہ دونوں شعر کیسے مکمل ہو سکتے ہیں تو وہ کہنے لگی یہ شعر یوں مکمل ہوں گے۔

مَنْ مُخْبِرٌ بِنْتَيَّ أَنَّ أَبَا هُمَا

أَمْسىٰ قَتِيْلًا بِالْفَلَاةِ مُجَنْدَلاً

لِلّٰهِ دَرُّكُمَا وَدَرُّ أَبِيْكُمَا

لَنْ يَبْرَحَ الْعَبْدَانِ حَتَّى يُقْتَلَا

کون ہے جو میری دونوں بیٹیوں کو اطلاع دیدے

کہ ان کے باپ کو جنگل میں جکڑ کر مار دیا گیا

اللہ تمہارا بھلا کرے اور تمہارے باپ کا بھلا کرے

یہ دونوں غلام قصاص میں قتل ہونے سے بچ نہ پائیں

لوگوں نے جب ان غلاموں کی چھترول کی تو انہوں نے قتل کا اقرار کر لیا اور ان سے سارا مال لے کر انہیں قصاص کے طور پر قتل کر دیا گیا۔

حوالہ: (عجائب القصص 41 تا 42)

شیطان کے جال میں پھنس کر کفر کی موت مرنے والا عابد

23 حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کا ایک آدمی اپنے دور کا بہت ہی نیک ولی اور عبادت گذار انسان تھا۔ اسی علاقے میں ایک گھر میں تین بھائی اور ایک بہن رہتے تھے۔ تینوں بھائیوں کو اچانک کہیں جانا پڑ گیا وہ بہن کے بارے میں پریشان ہوگئے کہ اسے کس کے پاس چھوڑ کر جائیں جو اس کی حفاظت کر سکے انہیں اس عابد پر سب سے زیادہ یقین کامل تھا اس لئے تینوں اس کے پاس گئے اور انہوں نے اپنی بہن کی نگرانی کی درخواست کی مگر اس نے خدا کی پناہ مانگی اور انکار کر دیا۔

مگر ان تینوں نے بے حد اصرار کیا اپنی مجبوری ظاہر کی تو وہ بمشکل مان گیا۔ اور اسے گرجا کے ساتھ ایک کمرے میں رہائش دے دی۔ کافی عرصے تک لڑکی کا کھانا یہ عابد گرجا کے دروازے پر چھوڑ کر واپس چلا جاتا عورت دروازے سے کھانا اٹھا کر اپنے کمرے میں لے جاتی تھی۔

فَتَلَطَّفَ الشَّيْطَانُ، فَلَمْ يَزَلْ يُرْغِبُهُ فِي الْخَيْرِ، وَيُعْظِمُ عَلَيْهِ خُرُوجَ الْجَارِيَةِ مِنْ بَيْتِهَا نَهَارًا، وَيُخَوِّفُهُ أَنْ يَرَاهَا أَحَدٌ فَيَعْلَقَهَا



''اب شیطان عابد کے پاس آیا اور اسے اس نیک کام پر شاباش دینے لگا اور پھر کہا کہ ابھی بھی اس عورت کے لئے خطرات ہیں کیونکہ روزانہ اسے کھانا لینے کے

لئے اپنے کمرے سے نکل کر گرجا کے دروازے تک آنا پڑتا ہے اس دوران اس پر دوسرے لوگوں کی نظریں پڑ سکتیں ہیں اور کوئی اسے تکلیف اور اذیت بھی پہنچا سکتا ہے یا پھر کوئی اس سے زیادتی بھی کر سکتا ہے لہٰذا اگر تم تھوڑی سی تکلیف کر کے یہ کھانا اس کے دروازے پر پہنچایا کرو تو تمہیں بہت ہی زیادہ ثواب اور اجر حاصل ہوگا''

اس عابد کو جب کئی بار شیطان نے اس عظیم اور نیک کام میں مزید ثواب کا لالچ دیا تو عابد مان گیا اور اب وہ کھانا گرجا کے دروازے کے بجائے اس لڑکی کے کمرے کے دروازے پر چھوڑنے لگ گیا۔ کچھ عرصہ بعد شیطان اس عابد کے پاس پھر آنے لگا اور اس کے اس عظیم ثواب کے کام کی تعریف کی جس سے عابد نے اسے اپنا مخلص دوست سمجھا شیطان نے اب اسے



مشورہ دیا کہ کسی بھی پریشان حال مصیبت زدہ اور دکھی انسان کو خوش کرنے کا بہت بڑا اجر و ثواب ہے اور اس عورت سے بڑا پریشان کون ہوگا جو دن رات اپنے ایک کمرے میں بند رہتی ہے کوئی بھی اس سے ہفتوں نہیں بلکہ مہینوں بات نہیں کرتا۔

آخر وہ بھی تو انسان ہے وہ گھبرا جاتی ہوگی اس لئے کبھی کبھی خدا کی رضا کے لئے اور اس عورت کا غم، دکھ، پریشانی اور صدمہ کم کرنے کے لئے بات کر لیا کرو تو اس میں بھی بہت



ثواب ہوگا۔ عابد کے دل میں شیطان کی بات اُتر گئی کہ واقعی ایک عورت تنہا مہینوں کسی سے بات نہ کرے ضرور پریشان ہوتی ہوگی اب وہ تقریباً روزانہ گرجا کی کھڑکی کے پاس سے حال احوال پوچھ لیتا اور کچھ بات کرلیا کرتا تھا۔

کچھ عرصہ بعد شیطان پھر ایک خیر خواہ کے روپ میں آ گیا اور عابد سے کہنے لگا ظاہر بات ہے تم یہ سب کچھ ثواب کے لئے کر رہے ہو تو پھر کھڑکی سے تھوڑی دیر کے لئے بات کرنے کے بجائے گرجا کے دروازے پر اس کے قریب بیٹھ کر بات کرلیا کرو کیونکہ کھڑکی سے بات کرنے میں اونچی آواز میں بولنا پڑتا ہے اور گرجا میں اتنا بلند آواز سے بولنا اچھا بھی نہیں۔

عابد کو یہ ''دینی مسئلہ'' بھی سمجھ آ گیا اب اس عورت سے اپنے گرجا کے دروازے پر کچھ دیر کے لئے باتیں کرلیا کرتا تھا۔ پھر کچھ ہی دنوں بعد شیطان اپنے شیطانی مشن کی تکمیل کے لیے عابد سے کہنے لگا کہ اس عورت کو گرجا تک آنے اور جانے میں بھی تو تکلیف ہوتی ہوگی اور ویسے بھی اسے دوسرے غیر متعلقہ لوگوں کی نظر اس پر پڑتی ہوگی یہ شرعی اعتبار سے غلط ہے عورت کو گھر سے باہر نہیں نکلنا چاہیئے اس لئے اس کے کمرے کے دروازے پر بات کرنا زیادہ بہتر ہوگا۔

اس میں بے پردگی کے خطرات بھی کم ہو جائیں گے چونکہ یہ بات بھی دینی جذبے کی حامل تھی لہٰذا عابد نے بلا چوں و چرا شیطان کے اس مشورے پر عمل شروع کر دیا، اب عابد روزانہ کچھ وقت کے لئے گرجا سے نکل کر عورت کے کمرے کے دروازے پر کچھ دیر حال احوال پوچھ کر واپس آ کر عبادت میں مصروف ہو جاتا تھا۔



کچھ ہی عرصے بعد شیطان نے پھر عابد کو اُکسایا کہ یوں دروازے پر بیٹھنا غیر مناسب ہے اگر آپ اندر کمرے میں بیٹھ جائیں تو یہ آپ کی شخصیت کے لیے مناسب ہے کیونکہ دروازے پر تو بھکاری بیٹھا کرتے ہیں عابد کو یہ بات بھی حقیقت کے قریب اور مناسب نظر آئی اور اس پر بھی عمل شروع کر دیا۔

مگر ابھی تک وہ عورت پردہ میں رہ کر بات کرتی تھی اور یہ عابد بھی بس تھوڑی دیر تک حال احوال اور اس کی کوئی ضرورت یا کام معلوم کر کے واپس آ جایا کرتا تھا۔ ایک بار پھر شیطان نے عابد کو سمجھایا کہ تم جتنی دیر بھی اس عورت سے باتیں کرتے ہو چونکہ یہ سب ایک نیک نیت اچھے جذبے اور ثواب کی خاطر کرتے ہو تو پھر تھوڑا سا ثواب کیوں جتنی دیر تک ایک دکھی اور پریشان حال آدمی اور وہ بھی صف نازک یعنی ایک عورت کو تسلی دیتے رہو گے اتنا زیادہ ثواب ملے گا۔

اب عابد کا اس عورت کے کمرے میں سارا دن گزرنے لگا جب کہ رات گرجا گھر میں اس عابد نے دوران شیطان ہی کے مشورے پر عورت کو پردے اور نقاب کی مسلسل پابندی میں مناسب حد تک نرمی کی بھی اجازت دے دی۔ اور پھر نقاب سرکتے سرکتے سرک گیا۔

ثُمَّ أَتَاهُ إِبْلِيسُ بَعْدَ ذٰلِكَ، يُزَيِّنُهَا لَهُ حَتّٰى ضَرَبَ الْعَابِدُ عَلٰى فَخِذِهَا وَقَبَّلَهَا فَلَمْ يَزَلْ بِهٖ إِبْلِيسُ، يُحَسِّنُهَا فِي عَيْنِهٖ وَيُسَوِّلُ لَهٗ حَتّٰى وَقَعَ عَلَيْهَا فَأَحْبَلَهَا، فَوَلَدَتْ لَهٗ غُلَامًا

''اب شیطان کا کام تقریباً ختم ہو چکا تھا کیونکہ عابد کے نیک جذبے پر نفس نے غلبہ پانا شروع کر دیا تھا اور نفسانی خواہش نے رفتہ رفتہ تمام حدیں پار کر لیں اور وہ عورت حاملہ ہوگئی اور بچے کی ماں بن گئی''

اب شیطان ایک بار پھر آ گیا اور کہنے لگا یہ تم نے کیا کر دیا اب اگر عورت کے بھائی آ گئے تو تمہاری خیر نہیں پھر شیطان ہی کے مشورے پر اس نے نوزئیدہ بچے کو قتل کر کے گرجا کے قریب ہی ایک گڑھے میں دفن کر دیا۔ مگر پھر شیطان باز نہ آیا اور عابد سے کہنے لگا تم نے تو اس عورت کے بچے کو مار ڈالا ہے اگر کبھی اس نے اس بارے میں اپنے بھائیوں کو بتا دیا تو وہ تجھے ضرور قتل کر دیں گے اب تمہاری جان صرف اسی صورت میں بچ سکتی ہے کہ تم اس عورت کو بھی مار کر دفن کر دو اور اس کے بھائیوں سے کہہ دینا وہ اللہ کی مرضی اور حکم سے فوت ہوگئی۔

کسی کو کیا پتہ چلے گا اور کون انہیں اس بارے میں بتائے گا کیونکہ اس کی کسی کو خبر نہیں۔ عابد گھبرا گیا واقعی عورت کبھی بھی اس کا راز فاش کر سکتی ہے کیوں نہ بانس ہی کو ختم کر دیا جائے تا کہ نہ رہے گا بانس اور نہ بجے کی بانسری۔ اور پھر عابد نے اس عورت کو بھی قتل کر کے اس بچے کے گڑھے میں اسی کے ساتھ دفن کر کے اوپر پتھر رکھ دیئے اور معمولات زندگی میں مصروف ہوگیا۔



کچھ عرصہ بعد اس عورت کے بھائی واپس آ گئے اور وہ اس عابد کے پاس اپنی بہن لینے گئے تو عابد نے روتے ہوئے انتہائی غمزدہ ہو کر بتایا کہ وہ عورت بڑی ہی نیک صالح دیندار اور عبادت گزار تھی مگر بیماری کی وجہ سے وہ فوت ہوگئی یہ اس کی قبر ہے۔

بھائیوں نے قبر دیکھی کچھ دیر ٹھہرے اور عابد سے رخصت ہو کر اپنے گھر چلے گئے رات کو جب سوئے تو شیطان ہر ایک کے خواب میں آیا اور ان سے ان کی بہن کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جیسا عابد سے سنا تھا وہ بتایا مگر شیطان نے کہا کہ:

لَمْ يَصْدُقْكُمْ أَمْرَ أُخْتِكُمْ، إِنَّهُ قَدْ أَحْبَلَ أُخْتَكُمْ، وَوَلَدَتْ مِنْهُ غُلَامًا فَذَبَحَهُ وَذَبَحَهَا مَعَهُ فَزَعًا مِنْكُمْ، وَأَلْقَاهَا فِي حَفِيرَةٍ احْتَفَرَهَا خَلْفَ الْبَابِ الَّذِي كَانَتْ فِيهِ عَنْ يَمِينِ مَنْ دَخَلَهُ

''یہ سب جھوٹ ہے اس عابد نے تمہاری بہن سے بدکاری کی اس سے بیٹا پیدا ہوا بدنامی کے ڈر سے اس نے اس بیٹے اور تمہاری بہن کو قتل کر کے گرجا کے دروازے کی دائیں جانب قریب ہی گڑھا کھود کر دفن کر دیا ہے'' تمہیں اگر یقین نہ آئے تو جا کر دیکھ لو۔

صبح جب تینوں بھائی اٹھے اور اپنا اپنا خواب سنانے لگے تو تینوں بھائی یہ دیکھ کر ح... ہو گئے کہ ان کا خواب بالکل ایک جیسا ہے بڑا بھائی بولا یہ سب شیطانی خیالات ہیں یہ سب فضول ہے مگر چھوٹا بھائی بولا نہیں میں تو ضرور تحقیق کروں گا اور پھر تینوں نے جب خواب میں بتائی گئی جگہ کھودی تو وہاں دونوں ماں بیٹے کی لاش سر تن سے جدا موجود تھی اور پھر عابد کو بھی اپنے گناہ کا اقرار کرنا پڑا اور اس جرم پر لوگوں نے اسے سولی پر لٹکانے کا فیصلہ کر لیا۔



جب اس عابد ... سولی پر ... جانے لگا ... شیطان ایک ... پھر اس کے پاس آیا اور اس سے پوچھنے لگا کہ کیا تم مجھے جانتے ہو تو عابد نے نفی میں جواب دیا شیطان بولا میں وہی ہوں جس نے تجھے یہاں تک پہنچایا اور آج تو تو خود بھی ذلیل اور رسوا ہو گیا ہے اور تمام دوسرے عابدوں اور راہبوں کو ذلیل کر دیا ہے کوئی بھی اب ان پر اعتبار نہیں کرے گا مگر میرے پاس ایک نسخہ ہے اگر تو میری بات مان لے تو میں ان کی آنکھوں میں دھول جھونک کر تجھے بچا بھی سکتا ہوں۔

عابد نے پوچھا ضرور ضرور میں تیری بات مانتا ہوں بس مجھے بچا لو میں کیا کام کروں

شیطان بولا:

تَسْجُدُ لِي سَجْدَةً وَاحِدَةً فَقَالَ أَنَا أَفْعَلُ فَسَجَدَ لَهُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

''بس ابھی ابھی اسی حالت میں تم مجھے ایک سجدہ کر دو۔ میں ابھی اور فوراً تمہیں بچا لیتا ہوں اور پھر عابد شیطان کو سجدہ کر کے مذہب سے خارج اور کافر ہو گیا''

شیطان یہ دیکھتے ہی بھاگ نکلا اور کہنے لگا مجھے خدا تعالیٰ سے ڈر لگتا ہے۔

اسی واقعہ کے بارے میں قرآن کریم میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنْكَ إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِينَ (16) فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَا أَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيهَا وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِينَ (17)

جیسے شیطان جب انسان سے کفر کروا لیتا ہے تو کہتا ہے کہ میں تجھ سے بیزار اور الگ ہو کیونکہ میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں پھر ان دونوں کا انجام ہمیشہ کی آگ ہے اور یہی ظالموں کا بدلہ ہے۔ (سورہ حشر 17,16)

اس قصے سے معلوم ہوا کہ شیطان عبادت اور نیکی کی ترغیب کے ذریعے بھی گمراہ کرتا ہے اور عورتوں کے بارے میں تو حضور ﷺ کے یہ فرمان ہمیشہ ذہن میں رکھنا ضروری ہیں

مَا تَرَكْتُ فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ

میری اُمت کے مردوں کے لئے عورتوں سے بڑھ کر خطرناک اور کوئی فتنہ نہیں

اور دوسری حدیث میں آپ ﷺ کا فرمان ہے

اِتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ فَإِنَّ أَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ

دنیا اور عورتوں سے بچو بنی اسرائیل میں پہلا فتنہ عورتوں ہی کی وجہ سے برپا ہوا۔ (الحدیث)

حوالہ: (عجائب القصص 57 تا 60)

جھوٹی قسم کھانے والا 3 دن میں مر گیا

24 فضل بن ربیع کہتے ہیں کہ میرے پاس عبداللہ بن مصعب بن ثابت آیا اور کہنے لگا کہ موسیٰ بن عبداللہ بن حسن خلیفہ ہارون الرشید کے خلاف بغاوت کرنا چاہتا ہے اور مجھ سے اپنے ہاتھ پر بیعت لینا چاہتا ہے۔

میں نے یہ بات خلیفہ ہارون الرشید کو بتادی جس نے دونوں کو اپنے پاس بلا لیا اور موسیٰ بن عبداللہ بن حسن سے پوچھا کہ کیا تم میرے خلاف بیعت لے کر بغاوت کرنا چاہتے ہو تو وہ بولا امیر المومنین یہ شخص جھوٹا ہے یہ خود آپ کے دادا خلیفہ منصور کے خلاف لڑ چکا ہے اب یہ نمبر بنانے کے چکروں میں مجھ پر بہتان لگا رہا ہے۔ اس کو آپ سے قطعاً کوئی ہمدردی نہیں بلکہ یہ ہم اہل بیت رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سے نفرت، بغض اور دشمنی کی خاطر جھوٹا الزام لگا رہا ہے اگر کل اسے کوئی ہمارے خلاف چلنے کے لئے کہے تو یہ فوراً سے پہلے اس کا ساتھ دے دے گا اگر یہ سچا ہے تو جس طرح میں کہتا ہوں اس طرح قسم اٹھالے تو میرا خون خلیفہ کے لئے حلال ہے۔

اس پر خلیفہ رشید نے عبداللہ بن مصعب کو کہا تم موسیٰ بن عبداللہ کے الفاظ کے ساتھ حلف اٹھاؤ تو وہ جھجکنے لگا تو فضل بن ربیع کہنے لگا کہ تم ہی نے خود کہا تھا کہ موسیٰ بن عقبہ نے تم سے اپنے لئے بیعت لینا چاہتا ہے۔

اس پر وہ حلف اٹھانے کے لئے تیار ہو گیا موسیٰ بن عبداللہ نے کہا کہ:

قُلْ: تَقَلَّدْتُ الْحَوْلَ وَالْقُوَّةَ دُوْنَ حَوْلِ اللّٰهِ وَقُوَّتِهٖ إِلٰي حَوْلِي وَقُوَّتِي إِنْ لَمْ أَكُنْ مَا حَكَيْتُهُ عَنْ مُوْسٰی حَقًّا

"تم ان الفاظ کے ساتھ حلف اٹھاؤ کہ میں نے موسیٰ بن عبداللہ پر جو الزام لگایا ہے وہ اگر غلط ہے تو میں خدا تعالیٰ کی حفاظت اور پناہ سے نکل کر اپنی پناہ میں آجاؤں اور خدا کی پناہ و حفاظت مجھ سے ختم ہو جائے"

جب عبداللہ بن مصعب نے ان الفاظ کے ساتھ قسم اٹھالی تو موسیٰ بن عبداللہ کہنے لگا کہ "اے امیر المومنین آپ مجھے اب گرفتار کرلیں اگر تین دن کے اندر اس پر خدا کی پکڑ اور عذاب نہ آیا تو میرا خون آپ پر حلال ہے کیونکہ مجھے میرے باپ نے اپنے دادا سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے اپنے باپ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے کہ:



مَا حَلَفَ أَحَدٌ بِهٰذِهِ الْيَمِيْنِ، وَهُوَ كَاذِبٌ إِلَّا عَجَّلَ اللّٰهُ لَهُ الْعَقُوْبَةَ، قَبْلَ ثَلَاثٍ

"جو بھی آدمی ان الفاظ کے ساتھ جھوٹی قسم کھائے گا وہ تین دن کے اندر خدا کی پکڑ کا شکار ہو جائے گا"

خلیفہ ہارون الرشید نے فضل بن ربیع کو کہا کہ عبداللہ بن مصعب کو تین دن اپنے پاس رکھو پھر ہم دیکھیں گے۔



فضل بن ربیع کہتے ہیں کہ خدا کی
اس دن عصر کی نماز پڑھ کر جب
باہر نکلا تو عبداللہ بن مصعب کے
سے شور کی آوازیں آنے لگیں میں نے
تحقیق کروائی تو پتہ چلا کہ عبداللہ بن
مصعب پر جذام کا حملہ ہوگیا ہے اور اس
کا پورا جسم سیاہ ہوکر پھول گیا ہے جیسے کوئلہ ہوجاتا ہے میں فوراً خلیفہ ہارون الرشید کے پاس گیا
اور اسے ساری بات بتادی ابھی میں وہیں بیٹھا تھا کہ عبداللہ بن مصعب کی وفات کی خبر آ گئی۔
میں وہاں سے اٹھ کر اس کی تجہیز و تکفین کا جلدی جلدی انتظام کرنے لگا جب اسے
دفن کرنے لگے تو اس کی قبر زمین میں دھنس گئی اور اس کے جسم سے شدید بدبو نکلنے لگی میں
نے اس کی قبر میں کچھ لکڑیاں اور جھاڑیاں ڈال کر برابر کی پھر وہ دھنس گئی پھر میں نے کچھ
تختے منگوا کر اس میں ڈالے اور جلدی سے لاش پر مٹی ڈال کر واپس آ گئے۔

اور خلیفہ کو سارا واقعہ بتایا تو وہ بہت حیران ہوا اور مجھے حکم دیا کہ موسیٰ بن عبداللہ کو آزاد
کر کے اسے ایک ہزار اشرفیاں دی جائیں اور پھر خلیفہ موسیٰ بن عبداللہ کو بلا کر پوچھا کہ تم
نے عام مشہور حلف کے بجائے یہ نیا حلف کیوں دلوایا تو موسیٰ بن عبداللہ کہنے لگا کہ:

مَنْ حَلَفَ بِيَمِيْنٍ مَجَّدَ اللّٰهُ فِيْهَا اِسْتَحْيَا اللّٰهُ مَنْ تَعْجِيْلِ عَقُوْبَتِهٖ وَمَا
مِنْ أَحَدٍ حَلَفَ بِيَمِيْنٍ كَاذِبَةٍ نَازَعَ اللّٰهَ فِيْهَا حَوْلَهٗ وَقُوَّتَهٗ إِلَّا عَجَّلَ اللّٰهُ
لَهُ الْعَقُوْبَةَ قَبْلَ ثَلَاثٍ

''جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی شان اور تعریف بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو جلد نہیں
پکڑتے مگر جو شخص خود کو خدا کی پناہ سے نکال کر جھوٹی قسم کھائے تو اللہ تعالیٰ اسے
فوراً پکڑ لیتے ہیں''

حوالہ: (عجائب القصص 87 تا 90)

عشق میں باپ کو قتل کرنے والی بدکردار لڑکی

25 حیرہ کے علاقے کے حکمران ''فیزن عنسانی'' کے قلعے پر سابور کے حاکم نے حملہ کر دیا
جس کی وجہ سے فیزن قلعہ میں بند ہوگیا اور سابور نامی حاکم نے بھی اس کے قلعے کا محاصرہ
کر لیا۔ محاصرے کو ایک ماہ گزر چکا تھا ایک دن فیزن کی بیٹی نے قلعہ کے کسی سوراخ یا جگہ
سے سابور کو دیکھ لیا جو انتہائی خوبصورت اور طاقتور تھا۔ اسے وہ پسند آ گیا فیزن کی بیٹی نے کسی
طریقے سے سابور کی طرف پیغام بھیجا کہ:

إِنِّي قَدْ هَوِيْتُكَ وَسَأَدُلُّكَ عَلٰى فَتْحِ هٰذِهِ الْمَدِيْنَةِ

''تم مجھے پسند آ گئے ہو اس لئے میں قلعہ کا دروازہ کھول دیتی ہوں''

سابور نے جواب دیا ٹھیک ہے اور میں تمہیں اپنے پاس رکھ لوں گا۔ اور پھر فیزن کی
بیٹی نے قلعہ کے محافظوں کو کوئی ایسی چیز کھلائی جس سے سب بے ہوش ہو گئے اور اس لڑکی
نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ سابور نے قلعے فتح کر لیا اور بہت سے لوگ مارے گئے اور
فیزن گرفتار ہو گیا جب اسے سابور کے پاس پیش کیا گیا تو اس وقت اس کی بیٹی بھی اس کے
پاس ہی بیٹھی تھی جسے دیکھ کر فیزن کی عجیب سی کیفیت ہو گئی اور وہ کپکپانے لگا اور فوراً بے
ہوش ہو کر زمین پر گر گیا۔

جب ہوش میں آیا تو اپنی بیٹی سے کہنے لگا:

مَالَكِ سَوَّدَ وَجْهَكِ كَمَا سَوَّدْتِ وَجْهِي وَسَلَّطَهٗ عَلَيْكِ



’’خدا تعالیٰ تیرا منہ اس طرح سیاہ کرے جس طرح تو نے مجھے ذلیل کر دیا ہے‘‘
سابور نے فیزن کو فوراً قتل کروا دیا اور بہت سا مال غنیمت اور وہ لڑکی لے کر واپس
یہ لڑکی اس کے پاس ایک سال تک رہی سابور کو اس سے بہت محبت ہوگئی تھی اس کو خود سے
جدا نہ کرتا تھا ایک دن رات کو بستر پر لیٹی کہنے لگی کہ مجھے کوئی چیز چبھ رہی ہے جب
دیکھا تو اس درخت کا پتہ پڑا تھا جو کافی کھردرا ہوتا ہے۔
اس کی وجہ سے اس کے جسم کے اتنے حصہ پر اس کے جسم کی نزاکت اور ملائمت سے
نشان پڑ چکا تھا سابور بہت حیران ہوا کہ اس لڑکی کا جسم اتنا نرم ہے کہ ایک پتے نے داغ
ڈال دیا ہے اور پھر اس سے پوچھنے لگا تیرا باپ تجھے کیا کھلایا کرتا تھا جو تیرا جسم اس قدر
ہے تو وہ بولی مجھے صرف جانوروں کا دماغ بھیجا اور خالص سفید آٹا کھلایا جاتا تھا اس پر
بولا پھر بھی تو اپنے باپ کی اتنی غدار نکلی اب تجھے اس غداری کا مزہ چکھایا جائے گا:

فَأَمَرَ بِهَا فَشُدَّتْ ضَفَائِرُهَا إِلٰى أُذْنَابِ فَرَسَيْنِ فَرَكَضَا فَتَقَطَّعَتْ

’’پھر اس کے بالوں کو گھوڑے کے دم سے باندھ کر گھوڑے کو بھگا دیا گیا جس سے
اس کا جسم راستے ہی میں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھرتا گیا۔‘‘ حوالہ: (عجائب القصص 92:93)



دولت کے لئے زندہ جلانے والے چور کا انجام

26 خلیفہ معتز باللہ اپنا ایک محل بنا رہا تھا ایک دن وہ مزدوروں کا کام دیکھنے آیا تو دیکھا کہ ایک حبشی غلام بہت خوش ہے دوسرے مزدوروں کے نسبت دگنا وزن اٹھا کر چڑھتا جاتا ہے۔ خلیفہ معتز باللہ کو اس پر بڑی حیرت ہوئی اسے اپنے پاس بلایا اس سے ایک دو سوال کئے جس پر وہ کچھ گھبرا سا گیا۔ خلیفہ نے اپنے وزیر سے کہا کہ:



قَدْ خَمَّنْتُ فِي هٰذَا تَخْمِيْنًا مَا أَحْسَبُهُ بَاطِلاً، إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ مَعَهُ دَنَانِيْرُ قَدْ ظَفِرَ بِهَا مِنْ غَيْرِ وَجْهِهَا، أَوْ يَكُوْنَ لِصًّا يَتَسَتَّرُ بِالْعَمِلِ

’’اس غلام کے بارے میں مجھے کچھ اندیشہ سا ہے اور میرا اس کے بارے میں خدشہ ضرور درست ہوگا اس کو یا تو بہت سی بلا محنت دولت مل گئی ہے جسے چھپانے کی کوشش میں مصروف ہے یا یہ شخص چور اور ڈاکو ہے جو اپنے کام پر پردہ ڈالنے کی کوشش کر رہا ہے‘‘
اور پھر اس غلام کو اپنے پاس بلا لیا اور کہا سچ سچ جو کچھ ہے وہ بتا دو ورنہ تمہیں ابھی قتل کر دوں گا۔ تو اس نے کہا اگر مجھے امان دیں تو میں بتا دیتا ہوں خلیفہ نے کہا کہ اگر تو قصاص کا مستحق نہ ہوا تو تجھے امان ہے وہ شاید اس بات کو صحیح طور پر نہ سمجھا اسی لئے وہ خوش ہو کر فوراً بتانے لگا کہ وہ ایک بھٹی پر کام کر رہا تھا۔

ایک دن میرے قریب سے ایک آدمی گزرا جس نے اپنی کمر میں اشرفیوں کی تھیلی باندھ رکھی تھی۔ میں چپکے سے اس کے پیچھے لگ گیا اور اسے اپنا احساس ہی نہ ہونے دیا ایک جگہ اس نے بیٹھ کر تھیلی کھولی اور رقم گننے لگا تو مجھے نظر آ گیا کہ اس تھیلی میں کافی ساری اشرفیاں ہیں۔ میں نے فوراً اس پر حملہ کر دیا اس کا منہ کپڑے سے باندھ کر آگ کی بھٹی میں ڈال دیا اور پیسے گنے تو ایک ہزار دینار تھا وہ میں نے رکھ لئے جس پر میں بہت خوش ہوں۔

خلیفہ معتز باللہ نے وہ تھیلی رقم سمیت منگوا کر اس پر لکھے نام کی شہر بھر میں منادی کرائی تو ایک عورت ایک چھوٹے سے بچے کے ساتھ آ گئی اور کہنے لگی کہ یہ میرا خاوند ہے ایک ماہ پہلے وہ گھر سے ایک ہزار اشرفیاں لے کر نکلا تھا مگر آج تک اس کا پتہ ہی نہیں چلا۔ خلیفہ نے وہ رقم اس عورت کے حوالے کی اور اس غلام کو قتل کر دیا اور حکم دیا کہ اس کی لاش بھی آگ کی بھٹی میں ڈال دی جائے۔

حوالہ: (عجائب القصص 102)



اور ڈاکو سسک کر مر گیا

27 ابراہیم بن علی بن صفار کہتے ہیں کہ میں اپنے علاقہ نصیبین سے ایک عالی شان اور قیمتی تلوار علاقہ ربیعہ کے حاکم عباس بن عمر سلمی کو تحفہ دینے کے لئے چل پڑا مجھے امید تھی کہ وہ اس پر مجھے کافی انعام دے گا راستے میں میرے ساتھ ایک بوڑھا بھی شریک سفر ہو گیا باتیں کرتے کرتے ہم آپس میں کافی گھل مل گئے اور قریب ہو گئے۔

یہ بھی میرے ساتھ چلتا رہا جب میں نے عباس بن عمرو سلمی کو تلوار دی تو وہ بہت خوش ہوا اور مجھے ہزار درہم اور بہت سے کپڑے اور دوسرے تحائف دیئے یہ شخص وہاں بھی مجھ سے بار بار ملنے آتا میری خیریت معلوم کرتا:

فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّ الْأَمِيْرَ قَبِلَ هَدِيَّتِي، وَأَجَازَنِي بِأَلْفِ دِرْهَمٍ، وَثِيَابٍ، وَأَنِّي أُرِيْدُ الْخُرُوْجَ فِي يَوْمِ كَذَا وَكَذَا

"چونکہ ہم دوران سفر کافی بے تکلف ہو چکے تھے اس لئے میں نے اسے بتا دیا کہ حاکم نے مجھے ہزار درہم اور بہت سے تحفے دیئے اور اب میں فلاں دن واپس جاؤں گا"

جب مقررہ دن میں جانے لگا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ شخص بھی میرے ساتھ سفر کرنے کو تیار ہے میرا تو دل دہل کر رہ گیا مجھے اس سے خطرے کی بو آنے لگی۔ اب میں ان دیکھے اندیشے کے تحت اس سے ذرا ہٹ کر اور دور دور چلنے لگا مگر وہ پھر بھی میرے قریب آ جاتا۔



میں نے اس سے پوچھا کہ اب تمہارا کدھر کا ارادہ ہے تو وہ کہنے لگا کہ میرا ایک کام ہے میں نے سوچا کہ تیرے ساتھ ہی چلا جاؤں تا کہ راستہ آسانی سے گزرے۔ میں اس سے کافی کٹنے کی کوشش کرتا مگر وہ تو میرے ساتھ سائے کی طرح چمٹا رہا۔ جب ذرا بستی سے دور ہو گئے اور قرب جوار میں کوئی انسان نظر نہیں آ رہا تھا تو اس نے تلوار نکالی۔

میں نے جوں ہی یہ دیکھا تو اپنی سواری سے چھلانگ لگا کر بھاگنے لگا اور دوڑتے دوڑتے راستے کے کنارے میں بنے ہوئے ایک انتہائی ڈراؤنے اور تاریک کمرے میں گھس گیا جس کا دروازہ بھی پتھر کا تھا جسے صرف باہر ہی کی طرف سے دھکا دے کر کھولا اور واپس کھینچ کر بند کیا جا سکتا تھا اندر سے یہ بالکل ہموار اور ملائم تھا یہ کمرہ پہاڑ تراش کر بنایا گیا تھا جس میں باہر سے اندر یا اندر سے باہر آواز جا سکتی تھی نہ ہی روشنی وغیرہ۔



اس کے اندر گھٹا ٹوپ اندھیرا تھا میں اس کا دروازہ کھول کر دروازے کے پیچھے چھپ گیا جب وہ شخص میرے پیچھے اندر آ گیا تو اندھیرے میں اسے کچھ بھی نظر نہ آیا وہ ٹٹولتے ٹٹولتے اس کمرے کے آخری سرے پر جوں ہی پہنچا میں دروازے کے پیچھے سے فوراً باہر نکل کر دروازہ کھینچ کر بند کر دیا اب تو اسے موت اپنی آنکھوں کے سامنے نظر آنے لگی اندر سے بڑی منتیں کرنے لگا مگر میں تو خالی ہاتھ تھا اس کے پاس ننگی تلوار تھی۔

اس نے کہا کہ:

اِتَّقِ اللّٰهَ فِی أَمْرِي، فَإِنَّنِي أَتْلَفُ فَقُلْتُ تَتْلَفَ أَنْتَ أَهْوَنُ عَلَيَّ مِنْ أَنْ أَتْلَفَ أَنَا

"میں یہاں مر جاؤں گا میں نے اسے کہا کہ میرے مرنے سے تیرا مرنا برا تو نہیں ہے"

میں نے اس کا گدھا اور اس پر موجود سامان لیا گدھا بیچ دیا اور اپنے گدھے پر سوار ہو کر اپنے علاقہ میں آ گیا۔ ایک سال بعد جب مجھے اتفاقی طور پر اس علاقے میں جانا ہوا تو میں اس کمرے کو بھی دیکھنے چلا گیا تو دیکھا کہ اس کا دروازہ ابھی تک بند تھا کیونکہ یہ کمرا پرانے دور میں نامعلوم کس نے ایک غیر آباد جگہ پر بنا ڈالا تھا اس میں تو دن کو کسی کے داخل ہونے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔

کیونکہ وہ انتہائی ڈراؤنے قسم کا تھا۔ اس دفعہ جب میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا اندر اس کی ہڈیاں بکھری پڑی تھیں اور پاس ہی اس کی تلوار اور پیسوں کی تھیلی بھی پڑی تھی میں نے وہ دونوں چیزیں اٹھا لیں تھیلی میں پانچ سو چاندی کے سکے تھے وہ بدنیتی کے انجام کو پہنچ چکا تھا اور اس کے گھر والوں کو بھی خبر نہ ہوگی کہ وہ کہاں گیا۔ حوالہ: (عجائب القصص 153 تا 155)



ناقابل یقین قوت رکھنے والے ڈاکو کا عبرتناک انجام

28 شاعر عبداللہ بن محمد بن حسن کہتے ہیں کہ مجھے ابوالغوث کے شاعر غلام نے اپنا واقعہ سنایا کہ ہم شام کے ایک دیہات میں رہتے تھے اور اپنے کھانے کے لئے کئی فرسخ دور چکی سے آٹا پسوا کر لاتے تھے اس علاقہ میں یہ ایک ہی چکی تھی جس کی وجہ سے وہاں بہت رش لگا رہتا تھا تاہم وہاں جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا قانون رائج تھا۔

طاقتور لوگ تو جلد ہی اپنے لئے آٹا پسوا لیتے تھے مگر کمزور اور غریبوں کو طویل انتظار کرنا پڑتا تھا۔ اس لئے وہ اپنے ساتھ تین چار دن بلکہ اس سے بھی زیادہ دنوں کے لئے خوراک کا انتظام کر کے جاتے تھے۔ ایک دفعہ میں اپنا غلہ پسوانے کے لئے جانے لگا تو اپنے ساتھ کئی دنوں کے لئے روٹی اور سالن بھی ساتھ لے گیا۔

جب میں چکی پر پہنچا خچر سے غلہ اتار کر نیچے رکھا اور ایک طرف انتظار میں بیٹھ گیا کہ جب موقع ملے گا اور بڑے بڑے لوگ چلے جائیں گے تو میں اپنا غلہ پسوالوں گا اتنے میں ایک کافی اونچے قد بھاری اور مضبوط جسم والا آدمی میرے پاس سے گزرنے لگا میں اس وقت کھانا کھانے میں مصروف تھا:



وَاجْتَازَ بِي رَجُلٌ عَظِيمُ الْخِلْقَةِ، فَدَعَوْتُهُ لِيَأْكُلَ، فَجَلَسَ فَأَكَلَ كُلَّ مَا كَانَ فِي سُفْرَتِي، حَتّٰى لَمْ يَدَعْ فِيهَا شَيْئًا، وَلَا أُوقِيَّةً وَاحِدَةً

"میں نے اخلاقاً اسے بھی کھانے کی دعوت دی وہ بیٹھا اور میرے تین چار دن کا سارا کھانا چٹ کر گیا"

میرے پاس دوسرے وقت کے لئے کچھ بھی نہ بچا مجھے تو بہت تعجب ہوا جب وہ فارغ ہوا تو مجھ سے پوچھنے لگا کہ تم یہاں کیوں بیٹھے ہو میں نے اپنا سارا قصہ اور کام بتایا تو اس نے کہا کہ تم ابھی کیوں نہیں آٹا پسواتے، میں نے لوگوں کا رش اور طاقتور لوگوں کا دباؤ بتایا تو بپھر گیا اور اٹھ کر لوگوں کو دھکیلتا اور ہٹاتا ہوا سیدھا چکی کے پاس پہنچ گیا اور چکی پر اپنا ایک پاؤں رکھ دیا۔

جس سے وہ چکی ہی جام ہو کر رہ گئی سارے لوگ حیران رہ گئے اس نے کہا جسے جرات ہے تو سامنے آئے:

فَجَاءَ رَجُلٌ ذُوْ أَيْدٍ شَدِيْدٌ، فَأَخَذَ بِيَدِهٖ، وَرَمٰى بِهٖ كَالْكُرَةِ

"ایک طاقتور اور مضبوط آدمی اس کی طرف جوں ہی بڑھا اس نے اسے پکڑا اور ایک گیند کی طرح زمین پر پٹک دیا"





اوراس پر اپنا دوسرا پاؤں رکھ دیا جس سے وہ ہل بھی نہیں سکتا تھا وہ چکی والے سے کہنے لگا کہ میرا غلہ پہلے پیس کر دو ورنہ میں ابھی یہ چکی توڑتا ہوں لوگ سب فریاد کرنے لگے جی چکی نہ توڑیں اپنا غلہ پہلے پیس لیں پھر لوگوں نے مجھے کہا کہ اس کا غلہ لے آؤ میں نے اپنا غلہ اٹھایا اور چکی سے پیس کر نہ صرف آٹا نکال کر دے دیا۔

بلکہ اس نے میری مدد کی اور خچر پر لاد بھی دیا اور مجھے کہنے لگا کہ اب تم اپنے گھر چلے جاؤ میں بولا کہ میں اکیلا نہیں جا سکتا مجھے ڈر لگتا ہے وہ کہنے لگا چلو میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں میں نے دل میں سوچا کہ یہ بہت بڑا بہادر آدمی ہے اس لئے اس سے دوستی کر لیتے ہیں بغیر کسی خطرے اور سکون سے ہم اپنے گھر پہنچ گئے۔

میرے والد اور بھائی اتنا جلدی آٹا پیس کر واپس آجانے سے بڑے حیران ہو گئے میں نے انہیں سارا قصہ بتا دیا ہم نے اس شخص کو اپنے ہاں مدعو کیا اور اس کی دعوت کے لئے ایک گائے ذبح کی اور اس کے لئے ایک عمدہ کھانا سکباج (سرکہ میں گوشت ڈال کر پکانا) تیار کیا وہ سارا اکیلا کھا گیا یہ تقریباً پچاس کلو تھا۔

ہم سب اس کے کھانے سے حیران رہ گئے میرے والد نے اس سے پوچھا کہ آج تک ہم نے آپ جیسا بہادر طاقتور اور بسیار خور انسان نہیں دیکھا آپ ذرا اپنے بارے میں بتائیں تو وہ کہنے لگا کہ میرا نام شداد ہے اور فلاں علاقہ کا رہنے والا ہوں



میرا بھائی عاد مجھ سے بھی زیادہ طاقتور مضبوط اور زیادہ بسیار خور تھا ہم قافلوں کی رہنمائی کا کام کرتے تھے ہم تقریباً ہر راستے سے واقف ہیں ہمیں کسی سے کبھی بھی کوئی مدد لینے کی ضرورت نہیں پڑی۔

کئی بار سینکڑوں آدمیوں کو میں اور میرے بھائی دونوں نے مل کر پچھاڑ دیا اور ان پر غالب آگئے ہر ایک کو ہم شکست دے دیتے تھے جس کی وجہ سے ہماری شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ جس قافلے کے ساتھ ہم ہوتے اور لوگوں کو پتہ چل جاتا تو کوئی بھی ہمارے قافلے سے بھول کر بھی چھیڑ چھاڑ نہ کرتا تھا اور وہ کہتے تھے کہ یہ عاد اور شداد کا قافلہ ہے۔

ایک بار میں اور میرا بھائی ایک قافلے کو لے کر چلے جب ایک صحراء میں پہنچے تو دیکھا سامنے سے ایک کالا سیاہ آدمی آرہا ہے اس نے پوچھا کہ کیا یہ عاد اور شداد کا قافلہ ہے لوگوں نے اثبات میں جواب دیا اس پر اس نے ہمیں للکارنا شروع کر دیا۔ ہم نے اپنی تلوار سونت لی اور سامنے نکل آئے:

فَضَرَبَ سَاقَ أَخِي بِالسَّيْفِ ضَرْبَةً أَقْعَدَتْهُ، وَعَدَا عَلَيَّ، فَقَبَضَ عَلٰى كَتِفِي، فَمَا أَطَقْتُ الْحَرَكَةِ

''اس نے ایک ہی وار میرے بھائی کی ٹانگ پر ایسا کیا کہ اسے بٹھا کر رکھ دیا اور مجھے میرے کندھے سے جو پکڑا تو خدا کی قسم مجھ میں ہلنے کی طاقت ہی نہ رہی''

پھر مجھے اور میرے بھائی کو ہمارے کندھوں سے پکڑ کر اس طرح اپنی اونٹنی پر پھینک دیا جس طرح مسافر اپنا ہلکا پھلکا سامان آرام سے اونٹنی پر پھینک دیتا ہے اور پھر سارے قافلے



سے سب کچھ مال و دولت لوٹ کر ہمیں بھی اپنے ساتھ لے چلا لیکن وہ ایسے راستے پر چلنے لگا جس کا ہمیں بھی پتہ نہ تھا دو دن اور ایک رات وہ ہمیں لے کر چلتا رہا آخر دوسرے دن کی شام کو ایک انجان پہاڑ پر جا پہنچا جہاں انتہائی دشوار گزار گھاٹیوں سے گزرنے کے بعد ایک غار کے دھانے پہنچ کر ہمیں کجاوسمیت اونٹنی سے نیچے اتار کر پھینک دیا۔

اس غار پر اتنا بڑا پتھر تھا جسے کئی سو آدمی مل کر ہی ہلا سکتے تھے لیکن اسے اس شخص نے اکیلے ہی جوں ہی اٹھایا تو اندر سے ایک خوبصورت عورت نکل آئی اس نے اس سے حال احوال پوچھے اور پھر دونوں بیٹھ کر کھانا کھانے لگے۔ پھر اسے اٹھ کر چلے جانے کو کہا وہ عورت غار میں چلی گئی۔

پھر اس نے میرے سامنے ہی میرے بھائی کو ذبح کر دیا۔ تھوڑی دیر میں اس نے آگ جلائی اور اس پر میرے بھائی کا گوشت بھون کر سارا گوشت چٹ کر گیا صرف میرے بھائی کی ہڈیاں بچیں۔ اسی دوران اس نے مجھے اپنی طرف گھسیٹا۔ مجھے تو یقین ہو گیا کہ اب وہ مجھے ذبح کرے گا۔ مگر اس نے مجھے گھسیٹ کر غار کے ایک حصے میں پھینک دیا میری رسیاں کھول دیں اور دروازے کو پھر اسی مضبوط چٹان سے بند کر دیا اب مجھے یقین آ گیا کہ اس نے مجھے کل کے کھانے کے لئے رکھ چھوڑا ہے۔

رات جب کافی گزر گئی تو مجھے محسوس ہوا کہ کوئی مجھے ہلا رہا ہے دیکھا تو وہی عورت میرے پاس کھڑی تھی وہ کہنے لگی کہ:

إِنَّ هٰذَا الْعَبْدَ قَدْ سَكِرَ وَنَامَ وَهُوَ يَذْبَحُكَ فِي غَدٍ كَمَا ذَبَحَ صَاحِبَكَ، فَإِنْ كَانَتْ لَكَ قُوَّةٌ فَاجْهَدْ فِي دَفْعِ الصَّخْرَةِ وَاخْرُجْ فَاقْتُلْهُ، وَانْجُ بِي وَبِنَفْسِكَ

"اس آدمی نے خوب شراب پی لی ہے اب یہ نشے میں مدہوش ہے یہ کل صبح تجھے بھی ذبح کر کے کھائے گا اگر اپنی جان بچا سکتے ہو تو بچا لو کسی طریقہ سے اس چٹان کو ہٹا کر نکل جاؤ اور مجھے بھی بچا لو"

میں نے اس عورت سے پوچھا تو کون ہے وہ کہنے لگی کہ میں فلاں علاقہ کے فلاں قبیلے سے ہوں میں اپنے رشتہ داروں سے دوسرے علاقے میں ملنے ایک قافلے کے ساتھ جا رہی تھی۔ کہ یہ ادھر آ نکلا اس نے سارے قافلہ والوں کو مار کر ان کا سامان لوٹ لیا اور مجھے اپنے ساتھ یہاں لے آیا یہاں یہ روزانہ لوگوں کو پکڑ کر لا کر ذبح کر کے کھاتا ہے۔ کوئی بھی آدمی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا جس آدمی کے بارے میں سنتا ہے کہ وہ مشہور پہلوان طاقت ور اور بہادر ہے اسے ہی جا کر قابو کر کے یہاں لا کر کھا لیتا ہے۔ اسے اس



بات کا یقین ہے کہ اس طرح اس مردہ کی طاقت بھی اسے منتقل ہو جاتی ہے۔ اور جب بھی باہر جاتا ہے تو میرے پاس کئی دن کے کھانے اور پینے کا سامان چھوڑ کر اس چٹان سے غار کا دروازہ بند کر کے چلا جاتا ہے۔

میں نے اس عورت سے کہا کہ یہ چٹان تو بہت بھاری ہے اسے تو میں ہلا ہی نہیں سکوں گا وہ عورت بولی خدا کے لئے کوشش کرو میں اٹھا اور آ کر چٹان کو زور سے باہر دھکیلنے لگا تو وہ سرک گئی میں نے دیکھا کہ اس کے نیچے چھوٹے چھوٹے گول پتھر تھے جس کی وجہ سے وہ لڑھکنے لگ گئی مجھے تو یقین آ گیا کہ اللہ تعالیٰ مجھے بچانا چاہتے ہیں پھر ہم دونوں نے مل کر زور لگایا تو وہ چٹان اتنی سرک گئی کہ ہم آسانی سے نکل سکتے تھے۔



پھر میں نے اس کی انتہائی مضبوط اور بھاری تلوار اٹھا کر دونوں ہاتھوں کی قوت لگا کر اس زور سے اس سوئے ہوئے شخص کی ٹانگوں پر ماری کہ اس کی ایک ٹانگ کٹ گئی اور وہ بیدار ہو گیا اس نے مجھ پر حملہ کرنا چاہا مگر نہ اٹھ سکا میں نے دوسرا زور دار وار اس کے کندھے پر کیا جس سے وہ نیچے گر گیا تیسرا زور دار وار اس کی گردن پر کیا جس سے اس کی گردن ہی الگ ہو گئی۔



اب میں غار کے اندر گھومنے پھرنے لگا ہر طرف سونے چاندی کے ڈھیر لگے تھے قیمتی ہیرے جواہرات اور کپڑوں کا بھی کافی بڑا ذخیرہ تھا۔ میں نے وہ سب سمیٹا اور اس کی اونٹنی پر اس عورت کو لے کر وہاں سے چل پڑا میں نے اپنے ساتھ کافی سارا زادِ راہ وغیرہ بھی لے لیا تھا کیونکہ مجھے راستے کا علم نہیں تھا کہ کتنے دن سفر میں لگیں گے۔ کافی دیر تک چلنے کے بعد ایک بستی میں پہنچا جہاں میں نے وہ اونٹنی اور کافی سارا غلہ اور کچھ سامان اس عورت کو دے کر ان لوگوں کے حوالے کر دیا اور خود یہ سب مال و دولت لے کر آ گیا اس کے بعد میں نے توبہ کر لی کہ آئندہ لوٹ مار نہیں کروں گا اس مال و دولت سے میں نے بہت سی زمین خریدی مکانات بنائے اور آج تک اسے کھا رہا ہوں۔

حوالہ: (الفرج بعد الشدہ علامہ تنوخی 351 تا 356)/موسوعة القصص الواقعیہ 391)

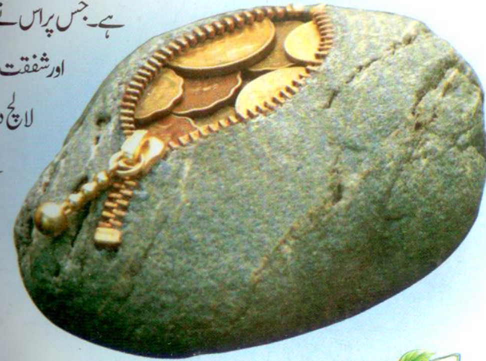
ایک لاکھ درہم چوری کرنے والا چور کیسے پکڑا گیا؟

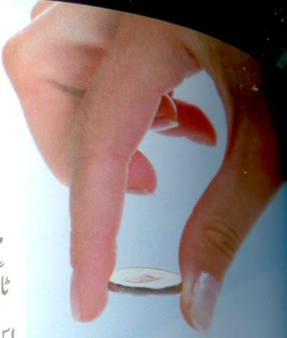
29 ایک بار خلیفہ معتز باللہ نے لشکر کے اخراجات کے لئے لشکر کے خزانچی کو درہم کی دس تھیلیاں دیں جن میں ایک لاکھ درہم تھے۔ خزانچی ان تھیلیوں کو اپنے گھر لے گیا۔ رات کو کسی نے نقب لگا کر ساری تھیلیاں چوری کر لیں۔

صبح جب خزانچی نے دیکھا تو سٹپٹا گیا اس نے پہریدار کو بلایا اور کہا کہ چوری شدہ رقم خلیفہ نے فوج کے اخراجات کے لئے دی تھی۔

اگر رقم برآمد نہ ہوئی یا چور گرفتار کر کے نہ لایا گیا تو میں تجھے خلیفہ کے سامنے پیش کر دوں گا اور خود خزانچی بھی اتنی بڑی رقم کی چوری پر سخت پریشان تھا۔ پھر کیا تھا سارے مشکوک لوگوں سے تفتیش شروع کر دی گئی چور کی مخبری پر کافی بڑا انعام بھی مقرر کر دیا گیا اور ساری سرکاری مشینری اس چور کو تلاش کرنے میں جت گئی آخر ایک دبلے پتلے لاغر اور نحیف جسم والے پراگندہ حالت اور بکھرے بالوں والے شخص کو لا کر پیش کر دیا گیا جو کہ وہاں کا باشندہ بھی نہ تھا۔

چوکیداروں کے سربراہ نے اس ملزم سے کہا کہ یہ بات تو یقینی ہے تو اکیلا اتنا زیادہ وزن تو اٹھا نہیں سکتا یہ بتا دے تیرے ساتھ کون تھے اس نے کہا کہ نہ میں نے چوری کی ہے اور نہ ہی مجھے اس کا پتہ ہے۔ جس پر اس نے اس سے انتہائی نرمی و پیار اور شفقت سے پوچھا اور اسے انعام کا لالچ دینے کے علاوہ بیت المال سے مستقل عطیہ کا بھی وعدہ کیا مگر وہ ملزم بدستور منکر تھا کہ مجھے کچھ بھی پتہ نہیں۔







جب اس طرح کام نہ بنا تو چوکیداروں کے سربراہ نے ڈانٹ ڈپٹ اور مار کٹائی کا سلسلہ شروع کر دیا اسے کوڑوں سے اتنا مارا کہ اس کے پیٹ رانوں پیٹھ چہرے، ٹانگوں، بازؤں اور سر سے خون بہنے لگ گیا اس کا پورا جسم زخموں سے چور ہو گیا مگر پھر بھی وہ بدستور انکار کرتا رہا۔

مگر یہاں تو معاملہ ایک لاکھ درہم کا تھا اور سارے پہریداروں کی جان پر بنی تھی اس لئے انہوں نے اس پر اتنا تشدد کیا کہ اس کے دماغ پر بھی اثر ہو گیا اب الٹی سیدھی باتیں کرنے لگا ناک اور منہ سے خون جاری ہو چکا تھا تاہم چوری کا اعتراف نہیں کیا۔ بدستور انکاری تھا جب اس کی اطلاع خلیفہ معتز باللہ کو ہوئی تو اس نے اس کمانڈر کو بلایا اور کہا کہ آپ نے اتنی بڑی رقم چرانے والے کو پکڑ کر اتنا مارا ہے کہ وہ مرنے کے قریب ہے اگر وہ مر گیا تو رقم بھی ضائع ہو جائے گی بھلا تم اپنی عقل سے کوئی تدبیر کیوں نہیں کر لیتے میرے پاس اس آدمی کو لے آؤ۔

خلیفہ کے پاس جب وہ چور لایا گیا تو خلیفہ معتز باللہ نے اسے کہا کہ:

إِنْ مُتَّ لَمْ يَنْفَعْكَ، وَإِنْ بَرِئْتَ مِنْ هَذَا الضَّرْبِ وَنَجَوْتَ لَمْ أَدَعْكَ تَصِلْ إِلَيْهِ فَلَكَ الْأَمَانَ وَالضَّمَانَ عَلٰى مَا تُصْلِحُ بِهٖ حَالَتَكَ

"اب اگر اس مار سے تو مر گیا تو یہ رقم تیرے کچھ کام نہ آئے گی اور اگر بچ گیا تو میں تجھے ہمیشہ کے لئے قید کر دوں گا پھر بھی تجھے وہ رقم کام نہ آئے گی تجھے میں خود اتنی رقم دیتا ہوں جس سے تیرا خرچ اچھا چلے گا"

خلیفہ نے اپنے وزیر کو کہا کہ اسے حکیموں اور طبیبوں کے پاس لے جاؤ اور انہیں کہو کہ اس کا ایسا اچھا علاج کریں کہ یہ جلد سے جلد ٹھیک ہو جائے اور اسے ان حکیموں کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے دواؤں کے علاوہ اعلیٰ قسم کے خوراک اور مقوی چیزیں دیں کہ وہ چند دنوں میں خوب صحت مند اور موٹا تازہ ہو گیا اور اس کا رنگ نکھرنے لگا اور اسے پھر خلیفہ کے پاس پیش کر دیا گیا۔

اب خلیفہ نے انتہائی نرمی اور شفقت سے اس کے حالات پوچھے اس نے خلیفہ کا شکریہ ادا کیا دعائیں دینے لگا۔ خلیفہ نے ایک بار پھر اس سے نرمی سے پوچھا مگر وہ اپنے موقف پر ڈٹا رہا کہ ”مجھے اس مال کا بالکل پتہ ہی نہیں“۔ خلیفہ نے اسے سمجھایا کہ یہ اتنی بڑی رقم ہے جو تو زندگی بھر بھی کھانے پینے پر



خرچ نہیں کرسکتا تو مر جائے گا اور یہ بچ جائے گی اور اگر تیرے ساتھ دوسرے اور بھی چور شریک ہیں تو ان کے ہی نام بتادے۔

تجھے چھوڑ دوں گا ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا اور تیرے ساتھ شریک چوروں کو تیرے قتل ہو جانے کی کوئی پرواہ بھی نہ ہوگی اگر تو سچ سچ بتادے تو میں تجھے دس ہزار درہم دینے کا وعدہ کرتا ہوں اور تجھے ایک سرکاری سرٹیفکیٹ بھی جاری کر دوں گا کہ اس نے چوری سے توبہ کر لی ہے اب اس سے گزشتہ کیسوں اور چوریوں کی تحقیقات ختم ہو جائے گی اور پھر اس کے ساتھ ساتھ تجھے ہر ماہ دس اشرفیاں بھی ملیں گی یہ تیری تمام ضروریات زندگی کے لئے کافی ہوں گی اور تو قتل سے بھی بچ جائے گا۔

اور چوری کے گناہ سے بھی محفوظ رہے گا مگر وہ پھر بولا کہ جناب عالی محترم خلیفہ صاحب اللہ آپ کو سلامت رکھے مجھے اس مال کا بالکل پتہ ہی نہیں۔ خلیفہ نے کہا اچھا پھر قسم اٹھاؤ اس نے فوراً حلف اٹھالیا۔ خلیفہ نے کہا کہ:

إِنِّي سَأُظْهِرُ عَلَى الْمَالِ فَإِنْ أَنَا ظَهَرْتُ عَلَيْهِ بَعْدَ هٰذِهِ الْيَمِيْنِ قَتَلْتُكَ

”اگر اس کے بعد تجھ سے مال برآمد ہو گیا تو میرا وعدہ ہے کہ تجھے زندہ نہ چھوڑوں گا“

اس نے کہا کہ یہ مجھے منظور ہے۔ خلیفہ نے اب تیس حبشی غلاموں کو بلایا اور ان کی اس آدمی کے ساتھ ڈیوٹی لگا دی کہ اسے مسلسل جگا کر رکھنا ہے اسے ٹیک لگانے لیٹنے اور بیٹھنے نہیں دینا۔ جب اسے نیند یا اونگھ آئے تو زور سے ایک کوڑا اس کے سر پر مار دینا۔



ان حبشی غلاموں نے اسے مسلسل کئی دن تک اسی طرح جگائے رکھا جس سے وہ کافی کمزور اور قریب المرگ ہو گیا خلیفہ نے اسے پھر بلا کر پوچھا مگر آج بھی اس کا وہی جواب تھا کہ مجھے تو اس مال کا پتہ نہیں ہے۔

خلیفہ کہنے لگا کہ اب مجھے شک پڑنے لگا ہے کہ شاید یہ آدمی بے گناہ ہو مگر آج آخری طریقہ آزماتا ہوں اور پھر اس کے لئے اعلیٰ قسم کا کھانا اور ٹھنڈا پانی منگوایا گیا جو اس نے پیٹ بھر کر کھایا اس کا پیٹ اتنا بھر گیا کہ ایک لقمہ کی گنجائش نہ رہی۔ پھر اسے عمدہ قسم کی خوشبو لگائی گئی اور اگربتیاں سلگائی گئیں۔ اور ایک نہایت نرم و نازک بستر اس کے لئے بچھایا گیا اور اسے اس پر لٹادیا وہ جلد ہی گہری نیند میں چلا گیا۔

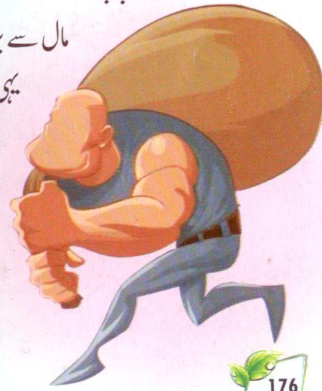
اچانک اسے انتہائی گہری نیند سے اٹھا کر فوراً خلیفہ نے اپنے پاس بلالیا اس کی آنکھوں میں سخت غنودگی تھی اور اس سے پوچھا کہ تو نے کیسے مال لوٹا کیسے نقب لگائی اور کیسے نکال کر لے گیا تو وہ کہنے لگا کہ:

مَا كُنْتُ إِلَّا وَحْدِي، وَخَرَجْتُ مِنَ النَّقَبِ الَّذِي دَخَلْتُ مِنْهُ، وَكَانَ مُقَابِلَ الدَّارِ حَمَّامٌ لَهُ كُومُ شَوْكٍ يُوقَدُ بِهِ، فَأَخَذْتُ الْمَالَ، الخ

"میں اکیلا ہی تھا میں نے خود ہی نقب لگائی مال اٹھایا اور اس مکان کے سامنے حمام ہے جس میں جلانے کے لئے کانٹے دار لکڑیاں پڑی ہیں ان کو اٹھا کر اس کے نیچے گڑھا کھود کر اس میں دفن کر کے ان لکڑیوں کو دوبارہ اوپر رکھ دیا ہے وہ مال اب بھی وہیں ہے"

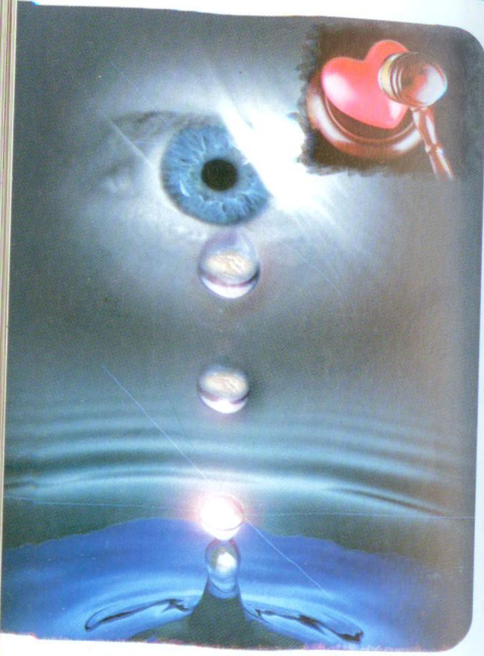
خلیفہ نے اسے دوبارہ لے جا کر سلانے کا حکم دے دیا اور حمام کے پاس دفن شدہ مال لانے کا حکم دے دیا۔

اور خلیفہ نے وزیر، کمانڈر اور دوسرے متعلقہ لوگوں کو بلالیا اور اس ساری رقم کو ایک کونے میں رکھ کر اس پر کپڑا ڈال دیا تھا خلیفہ نے کافی دیر بعد اس چور کو لانے کا حکم دیا اس وقت تک اس کی نیند پوری ہو چکی تھی اور غنودگی بھی ختم ہو چکی تھی۔ خلیفہ نے ان سب کی موجودگی میں اس سے دوبارہ پوچھا تو فوراً منکر ہو گیا کہ مجھے تو اس کا پتہ ہی نہیں۔ خلیفہ نے فوراً اس مال سے پردہ ہٹانے کا حکم دیا اور اسے دکھا کر پوچھا کہ کیا یہی مال نہیں ہے کیا تو نے اس طرح چوری نہیں کی اس کا رنگ اڑ گیا ہکا بکا رہ گیا مگر اب تو خود اس نے اپنی موت کے پروانے پر دستخط کر دیئے تھے خلیفہ نے اسے انتہائی بے دردی سے قتل کرنے کا حکم دے دیا۔



حوالہ: (موسوعة القصص الواقعیہ 718 تا 720)

اللہ والوں کی توہین پر اللہ کی پکڑ



30 عبدالواحد بن زیاد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ کے پاس بیٹھے تھے اور ہمارے ساتھ محمد بن واسع رحمہ اللہ اور حبیب ابو محمد رحمہ اللہ بھی بیٹھے تھے اچانک ایک آدمی آیا اور حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ سے سخت بدتمیزی سے پیش آیا اور ان پر رکیک جملے کسے اس پر حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ رو پڑے اور فرمانے لگے۔

یہ تمہارے سارے الزام غلط ہیں وہ شخص کہنے لگا خدا کی قسم میں سچائی پر ہوں اس پر مالک بن دینارؒ پھر رونے لگے اور کہنے لگے۔

اللّٰهُمَّ أَنْتَ تَرٰى كُلَّ ذٰلِكَ فَأَنْتَ قُدْرَتُكَ فِيْهِ

"اے اللہ تو دیکھ رہا ہے نا۔ اس سے تو خود ہی نمٹ لے"

عبدالواحد بن زیاد رحمہ اللہ کہتے ہیں خدا کی قسم وہ شخص فوراً اوندھے منہ گر پڑا اور تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ جسے اس کے ورثاء چارپائی پر ڈال کر لے گئے۔

اور کوڑا مارنے والے کا ہاتھ کٹ گیا

31 حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہیں شدید بخار ہو گیا جب کچھ افاقہ ہوا تو اپنے کسی کام سے بازار جانے لگے تو راستے میں پولیس والے کھڑے تھے انہوں نے مجھے جلدی جلدی چلنے کا کہا مگر میں تو بیمار تھا تیز نہ چل سکا اس پر ایک پولیس والے نے مجھے کوڑا دے مارا اس کی تکلیف مجھے بخار سے بھی زیادہ ہوئی تو میں نے کہا:

قَطَعَ اللّٰهُ يَدَكَ

''اللہ تیرا ہاتھ ہی کاٹ دے''

اگلے دن جب میں اپنے کام سے بازار جانے لگا تو دیکھا راستے میں وہی شخص کھڑا ہے اور کسی نے اس کا ہاتھ کاٹ کر اس کی گردن میں لٹکا دیا تھا۔



مظلوم عورت کی فریاد پر ظالم کی ہلاکت

32 ایک بڑے ظالم اور متکبر آدمی نے ایک بے گناہ عورت کو گرفتار کر کے لانے کا حکم دیا تا کہ اسے ذلیل وخوار کرے اور یہ بھی حکم دیا کہ اسے گھسیٹ کر لایا جائے۔ عورت نے بہت منت وسماجت کی مگر یہ لوگ ٹس سے مس نہ ہوئے جب وہ مکمل طور پر ان لوگوں سے مایوس ہو گئی تو آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور یہ آیت پڑھی۔

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ

اے اللہ زمین وآسمان کو پیدا کرنے والے غائب وحاضر کو جاننے والے تو ہی اپنے بندوں میں فیصلہ کرے گا جو یہ جھگڑ رہے ہیں۔ (زمر 46)

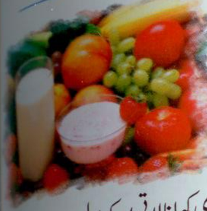
اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ ظَالِمًا فَخُذْهُ

''اے اللہ اگر یہ شخص ناجائز زیادتی کر رہا ہے تو اسے خود پکڑ لے''

اسی وقت وہ شخص اوندھے منہ گرا اور مر گیا۔ اور یہ عورت اللہ کا شکر بجا لا کر صحیح سالم واپس لوٹ آئی۔



ابو مسلم خولانی کا اپنی بیوی کو ورغلانے والی اندھی ہوگئی

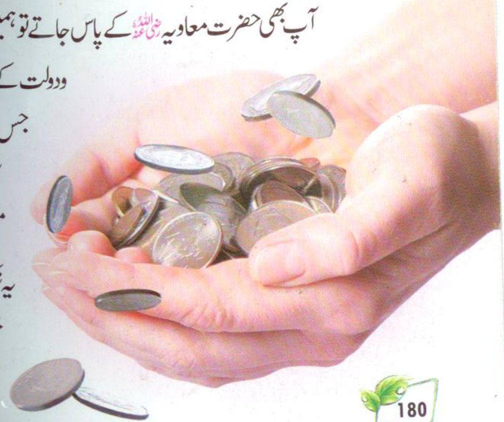


33 حضرت عثمان بن عطا رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ جب بھی گھر میں داخل ہوتے تو سلام کرتے اور گھر کے اندر پہنچ کر اللہ اکبر کہتے اور ان کی بیوی بھی اللہ اکبر کہتی تھی۔ اس کے بعد وہ بیٹھتے اپنے جوتے اور چادر اتارتے اور پھر ان کی بیوی کھانا لاتی اور کھا لیتے۔

ایک بار جب حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ اپنے گھر پہنچے سلام کیا تو کوئی جواب نہ ملا گھر میں داخل ہو کر اللہ اکبر کہا بیوی نے اس کا بھی جواب نہ دیا اور بیوی نے آج تو گھر میں چراغ تک نہیں جلایا تھا۔ بس وہ ایک جگہ بیٹھی زمین کریدرہی تھی۔

حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ نے پوچھا آج تجھے کیا ہوا تو وہ بول پڑی سارے لوگ کیا کیا کرتے ہیں اور کہاں کہاں پہنچ گئے ہیں وہ حکومت سے اتنا مال و دولت اور اتنی جائیداد اور جاگیر لے چکے ہیں جن کے پاس کچھ بھی نہیں تھا وہ بھی شاہانہ زندگی گزار رہے ہیں اور آپ تو بڑے مشہور بزرگ ہیں آپ تو زیادہ لے سکتے ہیں۔

آپ بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے تو ہمیں بھی وہ بہت کچھ دیتے۔ مال و دولت کے علاوہ نوکر اور خادم بھی مل جاتے جس سے گھر کے کاموں میں بڑی آسانی ہو جاتی۔ حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ سمجھ گئے کہ یہ نیک بیوی ہے سادہ مزاج ہے خود نہیں بول رہی بلکہ



کسی نے آج اس کو ورغلا دیا ہے اور اس کے کان بھر دیئے ہیں اور پھر دعاء مانگی کہ:



اللّٰهُمَّ مَنْ أَفْسَدَ عَلَيَّ امْرَ أَتِي فَأَعْمِ بَصَرَهُ

''اے اللہ جس نے بھی میری بیوی کو ورغلایا ہے اسے تو اندھا کردے''

حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ کے گھر ایک عورت آتی تھی جس نے ان کی بیوی کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سخاوت کے قصے اور حضرت ابو مسلم رحمۃ اللہ کی شان بیان کرتے ہوئے کہا تھا کہ تم بھی بہت کچھ حاصل کر سکتی ہو بس تم اپنے خاوند کے سامنے دوسرے لوگوں کے حالات اور ان کی ترقی بیان کرو اور پھر تم بھی مطالبہ کردو کہ وہ بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اپنے لئے کچھ لے لیں۔

یہ عورت رات کو اپنے گھر میں کام کر رہی تھی کہ اچانک آنکھ میں کچھ معمولی سی تکلیف ہوئی اس نے آنکھیں ملیں اور پھر گھر والوں کو کہنے لگی کہ چراغ کیوں بجھا دیا ہے اسے روشن کرو سارے گھر والے حیران ہو گئے اور وہ کہنے لگے کہ چراغ تو بدستور جل رہا ہے۔

پھر اسے یقین آ گیا کہ اس کی آنکھوں کی روشنی ہی چلی گئی ہے اور وہ مکمل اندھی ہو چکی ہے۔

اگلے دن اسے پتہ چل گیا کہ حضرت ابو مسلم نے ہی اندھا ہونے کی بددعا دی تھی۔ پھر تو وہ عورت آ کر حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ کے پاؤں پڑ گئی بڑی روئی سٹپٹائی منت سماجت کرنے لگی اور معافیاں مانگنے لگی اس پر حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ نے اسے معاف فرما دیا اور اس کے لئے دعاء بھی فرما دی وہ پھر اپنی آنکھوں سے دیکھتی واپس اپنے گھر لوٹ آئی۔



لالچی ملاح کا عبرتناک انجام

34 علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ ایک دن خلیفہ معتضد باللہ دن کو آرام کر رہا تھا اور اس کے نوکر اور خادم وغیرہ قریب ہی پہرہ دے رہے تھے کہ اچانک خلیفہ گھبرا کر اٹھ کر بیٹھا اور زور سے دھاڑ کر خادموں کو بلایا اور کہنے لگا کہ جلدی دریاء دجلہ پر پہنچ جو بھی تمہیں پہلی کشتی نظر آئے اسے قبضے میں کر لو اور اس کے ملاح کو میرے پاس لے آؤ۔



سارے خادم دوڑ پڑے وہاں انہیں ایک چھوٹی سی کشتی نظر آئی اسے قبضہ میں کر کے ملاح کو خلیفہ کے پاس پیش کر دیا خلیفہ معتضد باللہ اس ملاح کو دیکھ کر اتنے زور سے دھاڑا کہ ہمارے اوسان ہی خطا ہو گئے اور ملاح کی جان ہی نکل گئی تھی۔ اور کہنے لگا:

يَا لَعِينُ قُلْ بِيَ حَقًا قَتَلْتَ الْمَرْأَةَ الْيَوْمَ اِلَّا فَأَقْطَعُ رَقبَتَكَ

"اے لعنتی مجھے سچ بتا آج تو نے عورت کو قتل کیا ہے اس کا کیا واقعہ ہوا۔ ورنہ میں ابھی تیری گردن اڑاتا ہوں"

تو وہ ملاح ہکا بکا رہ گیا سٹپٹایا اور پھر کوئی چارہ نہ پا کر بولا کہ آج میں آ رہا تھا کہ ایک [عور]ت کو بہت ہی اعلیٰ اور قیمتی کپڑوں میں ہیرے جواہرات پہنے دیکھا اور یہ خوبصورت بھی بہت تھی میں نے اس پر حملہ کر کے اس سے تمام مال اور سامان چھین لیا اور پھر اس کے منہ میں کپڑا ٹھوس کر سانس بند کر کے مار دیا اور دریا میں ڈال دیا۔ اور سوچنے لگا کہ اگر یہ سب مال اور

سامان گھر لے کر جاؤں گا تو لوگوں کو پتہ چل جائے گا تو میں یہ سامان لے کر واسطہ کے لیے چل پڑا مگر راستے میں یہ لوگ آ گئے اور مجھے گرفتار کر کے آپ کے پاس لے آئے۔

خلیفہ نے پوچھا کہ وہ سامان اور مال کہاں ہے تو وہ کہنے لگا کہ کشتی میں کھجور کی بنی ہوئی چٹائی کے نیچے چھپایا گیا ہے۔ خلیفہ نے وہ سارا سامان منگوایا۔ یہ بہت قیمتی سامان تھا اور پھر اس ملاح ہی کے ذریعے اس عورت کو قتل کئے جانے کا مقام معلوم کیا اور وہاں کے قرب و جوار میں مخصوص شناخت کی عورت کی گمشدگی کا اعلان کروایا گیا تین دن بعد اس عورت کے ورثاء خلیفہ کے دربار میں آ گئے جنہیں اس عورت کا سارا سامان اور مال حوالے کر دیا گیا اس میں سے کچھ بھی ضائع نہیں ہوا تھا۔ اور اس ملاح کو قتل کر دیا گیا۔

خلیفہ سے اس کے خادموں نے پوچھا کہ آپ کو اس کا کیسے علم ہوا تو خلیفہ کہنے لگا کہ مجھے خواب میں کوئی کہہ رہا تھا اے احمد اٹھو اور جو ابھی دریاء دجلہ میں کشتی چل رہی ہے اسے پکڑو اور اس سے آج ہی قتل کئے جانے والی عورت اور اس کے تمام مال اور سامان کے بارے میں تحقیق کر کے انصاف کرو۔

(البدایہ والنہایہ)



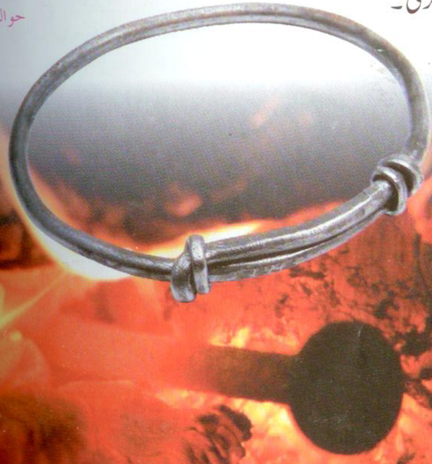
قبر کی غیبی زنجیریں

35 محمد بن مساب سلامی رحمہ اللہ ایک بزرگ ہیں فرماتے ہیں کہ ایک بار بغداد کے لوہار کے پاس ایک آدمی لوہے کے کڑے لایا جو اس لوہار نے خرید لئے مگر جب انہیں گرم کرکے کوٹنے لگا تو وہ نرم ہونے کا نام ہی نہ لیتے تھے اور وہ تنگ آ کر تھک گیا اور پھر خریدنے والے کو تلاش کر کے پوچھا کہ یہ لوہے کے ٹکڑے تو نے کہاں سے لائے ہیں۔

اس نے بتایا کہ بس مجھے ملے ہیں مگر یہ لوھار اس کے پیچھے پڑ گیا اور پوری تفصیل جاننے کیلئے اس کی منت سماجت کرنے لگا تو اس نے بتایا کہ ایک دن میں قبرستان گیا وہاں ایک کھلی قبر میں ایک لاش کی ہڈیاں اس میں جکڑی ہوئی تھیں۔

میں نے اس لوہے کو پتھر سے توڑنے کی بڑی کوشش کی مگر ناکام رہا جس پر میں نے مردے ہی کی ہڈیاں توڑ کر یہ لوہا نکال لیا۔ لوہار بولا تب ہی تو اس لوہے پر دنیا کی آگ اثر نہیں کرتی۔

حوالہ: (شرح الصدور 208)



گستاخ صحابہ رضی اللہ عنہ کا عبرتناک انجام

36 ابن ابی الدنیا کی کتاب المنامات میں مذکور ہے کہ شام میں ایک آدمی کا نصف چہرہ بالکل سیاہ ہو چکا تھا جسے وہ ہر وقت ڈھانپے رکھتا تھا جب اس سے اس بارے میں پوچھا جاتا تو وہ کہتا کہ میں نے خدا تعالیٰ سے وعدہ کر رکھا ہے کہ جو شخص بھی مجھ سے اس بارے میں پوچھے گا تو میں اسے سارا واقعہ سچ سچ بتا دوں گا اور پھر وہ کہنے لگا کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر بہت ہی لعن طعن کیا کرتا تھا ایک رات میں سویا ہوا تھا کہ خواب میں ایک شخص آ کر کہنے لگا کہ:

تَتَبَرَّ أُمِنِّی کُلَّ وَقْتٍ ثُمَّ لَطَمَنِیَ لَطْمَۃً شَدِیْدَۃً، فَلَمَّا أَصْبَحْتُ فَإِذَا طَرَفُ وَجْہِیَ قَدِ اسْوَدَّ

’’تو ہر وقت مجھ پر لعن طعن کرتا ہے یہ کہہ کر مجھے ایک زوردار تھپڑ مارا جب صبح اٹھا تو میرا چہرہ ایک طرف سیاہ ہو چکا تھا‘‘ حوالہ: (کتاب المنامات مصنف ابن ابی الدنیا)



چغل خوری کئی لوگوں کے قتل کا سبب بن گئی؟

37 ایک آدمی غلام خریدنے بازار گیا وہاں ایک سستا غلام فروخت ہو رہا تھا اس کا مالک اعلان کر رہا تھا کہ اس میں اور کوئی عیب نہیں بس یہ چغل خور ہے۔ اس شخص نے سوچا کہ چغل خوری تو ایک معمولی بات ہے مگر غلام کافی سستا ہے اس لئے اس نے وہ خرید لیا۔ کچھ ہی دن بعد اس غلام نے اپنے مالک کی بیوی سے کہا کہ:

اِنَّ زَوْجَكِ يُرِيْدُ أَنْ يَتَزَوَّجَ امْرَأَةً أُخْرٰى وَلَا يُحِبُّكِ

آپ کا خاوند دوسری شادی کرنا چاہتا ہے وہ اب آپ سے محبت نہیں کرتا اگر تم اس کی محبت حاصل کرنا چاہتی ہو تو مجھے اس کی داڑھی کے کچھ بال لا کر دیدو میں اس پر کچھ عمل کروں گا وہ ہمیشہ آپ کا غلام اور تابعدار بن کر رہے گا۔

عورت نے کہا اس کی داڑھی کے بال حاصل کرنا تو مشکل ہی نہیں جب وہ سویا ہوگا میں استرا لے کر آہستہ سے اس کے چند بال کاٹ لوں گی اس کے بعد اس غلام نے اپنے مالک سے کہا کہ آپ کی بیوی نے کسی اور آدمی سے دوستی کر لی ہے وہ اب آپ سے جان چھڑانا چاہتی ہے آپ احتیاط کرنا ورنہ وہ آپ کو مار نہ ڈالے گی مالک بولا یہ سب جھوٹ ہے میری بیوی بہت ہی وفادار ہے وہ ہر وقت میرا بہت خیال رکھتی ہے۔



غلام بولا اچھا خود چیک کر لینا تم کبھی جا کر آنکھیں بند کر کے لٹ جانا گہری نیند نہ سونا بلکہ دیکھتے رہنا کہ وہ کیا کرتی ہے۔ مالک کے دل کو یہ بات لگ گئی اس نے اسی دن گھر پہنچ کر اپنی بیوی کو آزمانے اور چیک کرنے کا پروگرام بنا لیا۔ اور جا کر بیوی کو کہنے لگا کہ مجھے بہت سخت نیند آ رہی ہے مجھے نہ جگانا اور پھر آنکھیں بند کر کے تھوڑی ہی دیر بعد خراٹے لینے لگ گیا۔

بیوی نے خاوند کی اس گہری نیند سے فائدہ اٹھانے کا پروگرام بنایا اور استرا لے کر داڑھی کے بال پکڑ کر کاٹنے ہی لگی تھی کہ خاوند نے جھٹ سے اس کا استرے والا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور اسے غلام کی بات کی تصدیق ہو گئی تھی اس نے فوراً اسی استرے سے اپنی بیوی کو اسی جگہ پکڑ کر ذبح کر دیا۔

جب عورت کے خاندان والوں کو پتہ چلا یہ کام اسی غلام نے خود ہی سر انجام دیا تھا انہوں نے آ کر اس خاوند کو بھی قتل کر ڈالا جس پر مرد کے خاندان اور عورت کے خاندان میں عرصہ دراز تک لڑائی چلتی رہی اور دونوں طرف کی کئی لوگ اس غلام کی صرف ایک دفعہ کی چغل خوری سے قتل ہوئے۔

(حوالہ 1000 قصہ وقصہ من الصالحین 356 تا 357)

اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چغل خور کے بارے میں فرمایا ہے۔

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ

چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا

(رواہ البخاری)

(بخاری مسلم)

جھوٹی قسم نے موت کے منہ میں پہنچادیا

38 شیخ ابراہیم بن محمد رحمہ اللہ بہت بڑے تاجر تھے اور بہت ہی رحمدل اور نیک انسان تھے۔ وہ کبھی بھی کسی سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹاتے تھے ایک دن ایک پڑوسی سید جابران کے پاس آکر کہنے لگا کہ میرے والد آپ کے بہت ہی قریبی دوست تھے انہوں نے مرتے وقت مجھے نصیحت اور وصیت کی تھی کہ جب بھی کوئی مشکل پیش آئے تو میں آپ سے رجوع کروں۔

اب آج ایک مسئلہ درپیش ہے کہ اس سال آپ دیکھ رہے ہیں کہ بارشیں نہ ہونے کی وجہ سے فصل بالکل نہیں ہوئی بلکہ بیج کی قیمت بھی پوری نہیں ملی اب تو کھانے کو کچھ نہیں اوپر سے مقروض بھی ہو چکا ہوں آپ سے درخواست ہے کہ مجھے 75 ہزار ریال دے دیں تا کہ میں اپنے اخراجات پورے کرسکوں اور فوری قرضہ ادا کرسکوں۔

شیخ ابراہیم نے اسی وقت 75 ہزار ریال نکال کر اسے دے دیئے اور اپنے رجسٹر میں اس کا اندراج کر دیا۔ سید جابر نے اصرار کیا کہ اسٹامپ تحریر کرلیا جائے مگر شیخ ابراہیم محمد بولے کہ:

اللّٰهُ ضَامِنٌ بَيْنِي وَبَيْنَكَ وَهُوَ عَلَيْنَا شَاهِدٌ وَحَاكِمٌ

’’تیرے میرے درمیان ضامن اللہ تعالیٰ ہے وہی گواہ اور وہی حاکم ہوگا‘‘

اس کے ایک سال بعد شیخ ابراہیم محمد حرکت قلب بند ہونے سے فوت ہو گئے سوگواران میں ایک بیوہ اور چار بچے رہ گئے سب سے بڑا بیٹا صرف تیرہ سال کا تھا۔



بیوی نے اپنے خاوند کے کاغذات کی چھان بین شروع کی اور کاروباری کاغذات چیک کرنے لگی اس میں اس کے ساتھ اس کا ایک وکیل بھائی بھی مدد کر رہا تھا۔ کاغذات سے سید جابر کے ذمے 75 ہزار ریال نکل آئے جس کا شیخ ابراہیم محمد کی بیوی نے سید جابر سے رقم کی واپسی کا مطالبہ کیا مگر اس نے کہا کہ میں نے یہ رقم ضرور لی تھی مگر ایک سال بعد واپس کر دی تھی اور شیخ ابراہیم محمد اسے لکھنا بھول گئے ہونگے اب محلے میں بحث شروع ہو گئی کوئی تو سید جابر کو جھوٹا کہتا کوئی اسے سچا کہتا اور کوئی شیخ ابراہیم محمد کو قصوروار قرار دیتا کہ انہوں نے اسٹامپ کیوں نہیں لکھا تھا۔

غرضیکہ جتنے منہ اتنی باتیں ہونے لگیں۔ شیخ ابراہیم محمد کی بیوی نے محلے کے کچھ بزرگوں کی وساطت سے سید جابر پر دباؤ ڈالا مگر وہ تو بالکل انکاری ہو چکا تھا مگر بیوہ کو یہ یقین تھا کہ اس نے یہ رقم واپس نہیں کی ورنہ دوسرے مقروضوں کی طرح اس کا نام بھی رجسٹر سے کاٹ دیتے بیوہ نے تنگ آکر اپنے وکیل بھائی کی وساطت سے عدالت میں کیس دائر کر دیا اس کے بعد کیا ہوا یہ شرعی کورٹ کے جج کی زبانی سنیئے وہ کہتے ہیں۔

مجھے محسوس ہونے لگا کہ بیوہ سچی ہے لیکن اس کے پاس اس ایک تحریر کے علاوہ کوئی دوسرا ثبوت نہیں تھا اور یہ ثبوت ناکافی تھا۔ سید جابر اس رقم کے لینے سے انکاری نہ تھا بلکہ اس کا جواب دعویٰ تھا کہ اس نے یہ رقم واپس کر دی ہے۔

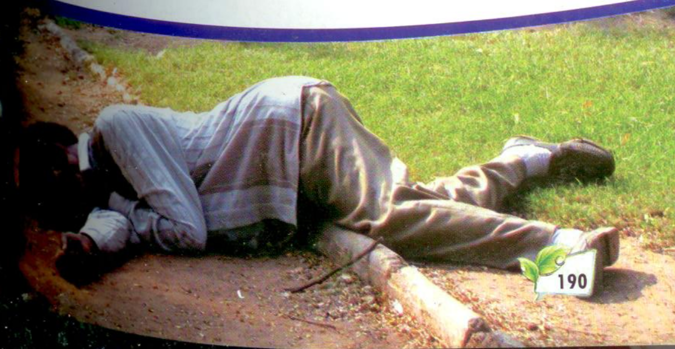
بعض لوگوں نے اس بات کی بھی عدالت میں گواہی دی کہ انہوں نے سید جابر کو شیخ ابراہیم محمد کی تعریف کرتے سنا ہے کہ اس نے میری بڑی مدد کی اور مجھے تباہی سے بچالیا تھا۔ اب یہ کیس بڑا پیچیدہ ہو چکا تھا۔ ایسے مواقع پر پھر شرعی قانون یہی ہے کہ مدعی اگر گواہ پیش نہ کر سکے تو مدعی علیہ حلف اٹھائے گا اس اصول کے تحت میں نے سید جابر سے حلف دینے کا پوچھا وہ حلف دینے کے لئے تیار ہو گیا۔ اس وقت عدالت کا ماحول بڑا سوگوار سا ہو گیا تاہم اس نے حلف اٹھالیا کہ:

اَحْلِفُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ اَنْ لَیْسَ عَلَیَّ لِابْرَاهِیْمَ مُحَمَّدٍ مِنْ مَالٍ وَاَحْلِفُ بِاللّٰهِ ثَانِیًا وَثَالِثًا

''میں خدا کو خاطر ناظر جان کر حلف اٹھاتا ہوں کہ میرے ذمے ابراہیم محمد کی کوئی رقم واجب الادا نہیں میں دوبارہ اور تیسری بار بھی حلف اور قسم اٹھاتا ہوں''

اس پر عدالت نے کیس خارج کر دیا۔

ملزم سید جابر مضبوط جسم کا مالک تنومند توانا اور طاقتور تھا جب دیگر لوگوں کے ساتھ کمراء عدالت سے باہر نکلنے لگا مجھے دھڑام کی آواز سنائی دی اور فوراً ہلچل مچ گئی میں بھی سیٹ چھوڑ کر اٹھ آیا تو دیکھا سید جابر اوندھا منہ پڑا ہے اور بالکل بے حس و بے جان ہے ہل جل نہیں رہا آنکھیں اور منہ کھلا ہوا ہے رنگ زرد پیلا ہو چکا ہے موقع پر موجود سب لوگ کہنے لگے مر گیا مر گیا۔



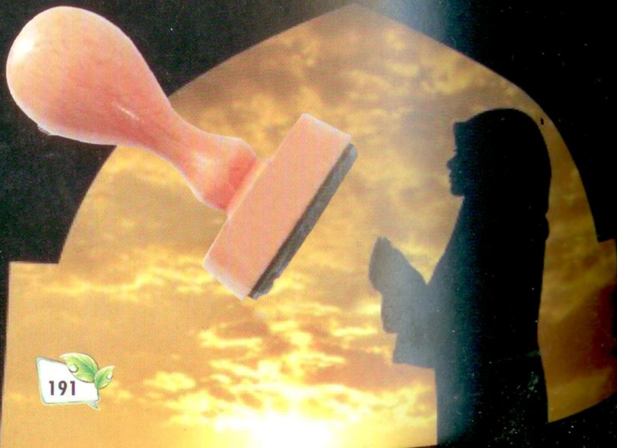
اس کے بعد شیخ ابراہیم محمد کی بیوہ سے جب پوچھا گیا تو وہ بتانے لگی کہ شیخ ابراہیم محمد بہت ہی نیک اور رحمدل انسان تھے وہ ضرورت مندوں کو بغیر تحریر اور اسٹامپ قرض دے دیا کرتے تھے۔ میں اس پر انہیں تنبیہہ کرتی تھی مگر وہ کہتے تھے کہ میں اللہ تعالیٰ کو ضامن گواہ اور منصف بنا کر رقم دیتا ہوں۔ چونکہ میں خود یتیم تھا اللہ نے مجھے سہارا دیا میں غریب تھا اللہ نے مجھے دولت دی تو کسی یتیم، بے سہارا اور سائل کو محروم نہیں کر سکتا۔

جب عدالت میں سید جابر کو حلف اٹھانے کا کہا گیا میں تو کانپ اٹھی تھی میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے مگر مجھے معلوم تھا اور یقین تھا کہ یہ جھوٹا ہے اللہ تعالیٰ خود اس سے نمٹیں گے اب تو میں چپکے سے خدا سے فریاد کرنے لگی کہ:

اَللّٰهُمَّ مَانِلْتُ مِنْ مِحْكَمَةِ الدُّنْیَا حَقِّی فَأَسْتَغِیْثُكَ الْآنَ

''اے اللہ دنیا کی عدالت سے تو مجھے حق نہیں ملا میں اب تجھ سے فریاد کرتی ہوں''

جب فیصلہ ہونے کے بعد وہ عدالت سے نکلنے لگا میں اسے دیکھ رہی تھی جو چند قدم چلنے کے بعد گر کر مر گیا۔ دنیاوی عدالت سے تو بچ گیا مگر عدالت خداوندی سے نہ بچ سکا۔ اب مقابلہ میرا اور سید جابر کا نہ تھا بلکہ اب تو اللہ تعالیٰ کا سید جابر سے مقابلہ شروع ہو چکا تھا۔



اس واقعہ کے چند دن بعد ایک رات جبکہ شدید سردی کی ہوائیں چل رہی تھیں اور موسلا دھار بارش برس رہی تھی اس بیوہ کے دروازے پر کافی رات گزر جانے کے بعد بیل بجی اور یہ مسلسل بجتی جا رہی تھی جب دروازہ کھولا گیا تو ایک عورت برقع میں ملبوس اور اس کے ساتھ ایک چھ سالہ بچہ کھڑا تھا وہ عورت کہنے لگی کہ میرے خاوند نے جھوٹا حلف اٹھایا اور وہ اپنی سزا بھگت گیا۔

مگر مجھے معلوم ہے کہ وہ جھوٹا تھا میں اسے بار بار رقم دینے کا کہتی مگر اس نے میری بات نہیں مانی اور خدا تعالیٰ کی پکڑ کا شکار ہو گیا اور اس نے اس رقم کی بڑی بھاری قیمت ادا کردی یہ لیجئے اپنی امانت پورے 75 ہزار ریال ہیں رقم ادا کر کے اپنے بچے کے ساتھ جلدی سے واپس پلٹ کر اندھیرے میں غائب ہو گئی اور شیخ ابراہیم محمد کی بیوی پیچھے سے اسے دیکھتی رہی۔

(قصص من الواقع)

قبرستان سے گزرنے والا متکبر نوجوان کا انجام

39 شام کے ایک شہر میں ایک کسان کو اپنی قوت، جسم اور بہادری پر بڑا غرور اور گھمنڈ تھا وہ رات کو اپنے گھر واپسی کے لئے مختصر راستے کی خاطر قبرستان سے گزر کر آتا تھا جبکہ عام راستہ جس پر باقی تمام شہر والے چلتے ذرا طویل مسافت پر تھا۔





کئی دفعہ بستی کے لوگوں نے اس کسان کو رات کو قبرستان سے گزر کر آنے سے منع کیا لیکن وہ کہتا تھا کہ آخر یہ طاقت اور مضبوط جسم کس کام کے لئے میرا حوصلہ بہت زیادہ ہے بلکہ وہ فخر سے بیان کرتا تھا کہ میں رات کو بھی اس راستے پر چلتا ہوں جس پر دن کو بھی لوگ چلنے سے کتراتے ہیں اور پھر اپنے بارے میں بڑی باتیں کرنے لگا حالانکہ بڑی بات پر ضرور پکڑ آتی ہے۔

ایک دفعہ ایک دوسری بستی کے کسان کو کہیں جانا پڑ گیا رات ہو چکی تھی اور اسے جلدی اور ضروری جانا تھا اس نے بھی مختصر ہونے کی وجہ سے قبرستان سے گزرنے کا پروگرام بنا لیا اور چل پڑا کافی دیر بعد جب قبرستان کے خاتمے پر لگے فانوس کی دور سے روشنی جب اسے نظر آئی تو وہ خوش ہوا کہ اب خطرناک راستہ ختم ہوا اس خوشی میں وہ تیز دوڑنے لگا اچانک کی نئے میت کے لئے تازہ کھودی گئی قبر میں جا گرا جو آج ہی کھودی گئی تھی شاید کل اس میں میت کو دفن کیا جانا تھا۔

اب یہ شخص گھبرا اٹھا اس نے بڑا شور مچایا آوازیں دینے لگا مگر سب بے فائدہ اس نے از خود نکلنے کی بڑی کوششیں کی مگر کامیاب نہ ہو سکا اب وہ تھک ہار خاموش ہو گیا اور سوچا کہ رات یہیں سو جاتا ہوں صبح جب لوگ آئیں گے تو مجھے نکال لیں گے اور پھر اس کی آنکھ لگ گئی اور وہ ایک کونے میں ٹیک لگا کر سو گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہی گھمنڈی کسان بھی لوگوں کے منع کرنے کے باوجود قبرستان سے

گزرنے لگا اسے بھی آج نئی قبر کے بنائے جانے کا علم نہ تھا اور اسے اپنے اعتماد اور حوصلے پر بڑا گھمنڈ تھا اور چونکہ روزانہ اس راستہ سے چلنا اس کا معمول تھا اس لئے بے دھڑک بے سوچے



اندھیرے میں چلتا جا رہا تھا کہ اچانک اس نئی قبر میں جا گرا۔ اب اسے تھوڑی پریشانی ہوئی مگر اس نے اپنی طاقت کے بل بوتے پر قبر سے نکلنے کی بھرپور کوشش شروع کر دی مگر ناکام ہو گیا اس دوران پہلا کسان بھی جاگ چکا تھا۔ وہ اٹھا اور آہستہ سے اس گھمنڈی کسان کے کان میں کہنے لگا کہ آپ سے پہلے میں بھی بہت کوشش کر چکا ہوں مگر کامیاب نہیں ہوا اب چھوڑو تم بھی یہیں بیٹھ جاؤ یہیں رات گزار لو اس نے ابھی اپنی بات پوری بھی نہ کی تھی کہ:

فَظَنَّ ذَالِكَ الْفَلَاحُ الْفَخُورُ أَنَّ هٰذَا مَيِّتٌ قَدْحَيَّ يَتَكَلَّمُ فَانْسَئَقَ قَلْبُهٗ فَرَقاً وَمَاتَ عَلٰى فَوْرِهٖ

''وہ گھمنڈی کسان سخت ڈر گیا کہ یہ تو مردہ اٹھ گیا ہے جو مجھ سے بات کر رہا ہے۔ یہ سوچ کر اس کا دل ڈوب گیا اور وہ خوف کے عالم میں مر گیا''

جب صبح لوگ اپنی میت کو دفن کرنے آئے تو دیکھا کہ اس میں ایک زندہ آدمی اور ایک لاش پڑی ہے وہ اس گھمنڈی کسان کے یوں خوف سے مر جانے پر بڑے حیران ہوئے حالانکہ مغرور اور تکبر کرنے کا انجام کبھی بھی اچھا نہیں ہوتا۔ بلکہ جو عاجزی اور انکساری کرتا ہے اسے اللہ پسند کرتے ہیں۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ ایک شخص غرور اور تکبر سے اکڑ کر زمین پر چلا جا رہا تھا اللہ تعالیٰ نے اسی وقت اسے زمین میں دھنسا دیا وہ قیامت تک زمین میں دھنستا رہے گا۔

(قصص من الواقع)

اپریل فول (چھوٹے مذاق) نے گھر تباہ کر دیا

40 ماں نے اپنے اکلوتے بیٹے کو بڑی مشکل سے اعلیٰ تعلیم کے لئے بیرون ملک بھیجا اس کا خاوند تو پہلے ہی فوت ہو چکا تھا بڑی مشکل سے اپنے بیٹے کو اعلیٰ تعلیم دلانے میں کامیاب ہوئی یہ پورا عرصہ جب تک بیٹا بیرون ملک پڑھتا رہا بیوہ ماں انگاروں پر رات گزارتی رہی خود بھوکی رہی مگر بچے کو پڑھانے میں کامیاب ہو رہی تھی۔

اب اس کی تعلیم مکمل ہو چکی تھی اب وہ واپس آنے والا تھا اب اس کی ماں کا ایک ایک گھنٹہ ایک سال کی طرح کا بن کر انتظار کر رہی تھی بس اب ہر وقت اس کی نظریں دروازے پر تھیں کہ اب اس کا اکلوتا بیٹا اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے آنے والا ہے۔

اب وہ اپنے بیٹے کے ہاتھوں کو چومے گی اپنی آنکھوں سے لگائے گی آج تو وہ ایک کامل مرد بن چکا ہے اب اپنی حسرتوں اور امیدوں کے بر آنے کے دن آ گئے ہیں جو اتنا عرصہ تک بوتی رہی اب اس کھیتی کے کاٹنے کا وقت آ گیا ہے۔ آج اس کا بیٹا ڈاکٹر بن چکا ہے۔

ان خیالوں میں وہ گم تھی کہ اچانک فون کی گھنٹی بجی وہ فوراً لپکی کہ شاید فون پر بیٹا اپنی آمد کی اطلاع دے رہا ہو، یا کم از کم اس سے بات کر کے ہی دل کو سکون آ جائے گا اس کے علاوہ اور کون اسے فون کرتا ہے کوئی بھی نہیں مگر جب فون اٹھایا تو کوئی انجانی سی آواز تھی ماں کا دل دھڑکنے لگ گیا اور تھوڑی دیر میں کوئی کہنے لگا کہ آپ احمد کی ماں ہیں نا اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ 'ہاں' میں جواب دیا اگلا جملہ اس کے لئے صدمہ ثابت ہوا:



يُخْبِرُهَا أَنْ قَدْ وَقَعَ لِابْنِكِ حَادِثٌ

کیونکہ ''کوئی فون پر اسے بتا رہا تھا کہ آپ کے بیٹے کا آج ایکسیڈنٹ ہوگیا''

یہ اندوھناک خبر وہ سن کر برداشت نہ کرسکی اور ریسیور اس کے ہاتھ سے گرا اور خود بھی بے ہوش ہوکر گر پڑی اس دوران اس کے کوئی قریبی عزیز گھر پر آئے دروازہ کھٹکھٹانے لگے مگر کوئی جواب نہ ملا وہ پریشان ہوئے اور دیوار پھلانگ کر جب اندر داخل ہوئے تو یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئے احمد کی بیوہ ماں زمین پر بے ہوش پڑی ہے۔

انہوں نے فوراً اسے اٹھایا اور ہسپتال پہنچا دیا اسی دوران اس کا بیٹا گھر پہنچ گیا وہ جلد اپنی ماں کو مل کر اس کے ہاتھ چومنا چاہتا تھا۔ وہ اپنے خیالوں میں مست تھا کہ آج اس کی ماں بہت خوش ہوگی جب اسے اچانک اپنے سامنے دیکھے گی۔

جب گھر میں داخل ہوا ماں کو نہ پایا اور پڑوسیوں سے پوچھا جب پتہ چلا کہ اس کی ماں صدمے سے بے ہوش ہوگئی تھی تو وہ برداشت نہ کرسکا فوراً گاڑی واپس بھگائی اور ماں کے پاس پہنچنا چاہتا تھا اس لئے اس نے حد درجہ تیز رفتاری سے گاڑی چلائی اور ایک موڑ کاٹتے ہوئے گاڑی پر کنٹرول نہ رکھ سکا کئی قلابازیاں کھاتے ہوئے دور جا گری:

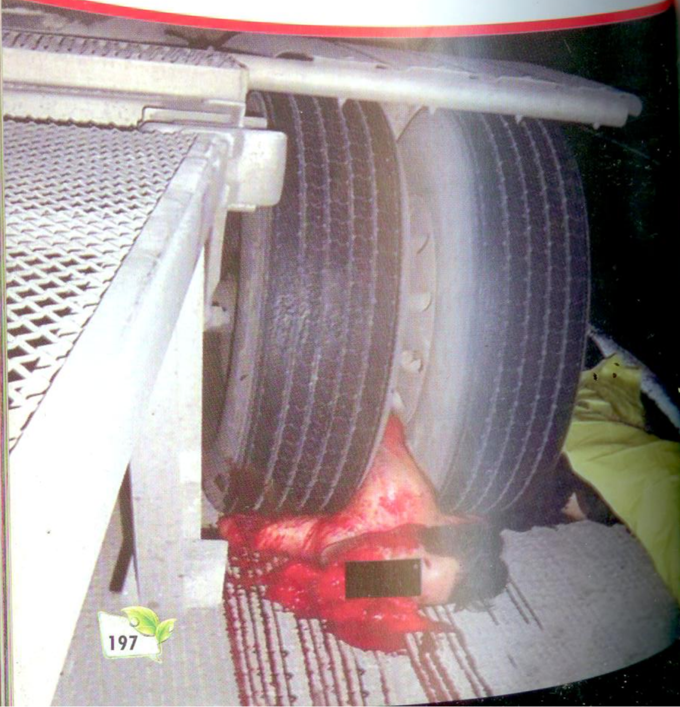


فَلَمَّا وَصَلَ النَّاسُ مَوْقِعَ الْحَادِثِ فَكَانَتْ شَظَايَا جُثَّتِهِ مُتَنَاثِرَةٌ هُنَاكَ قَدْ فَارَقَ الدُّنْيَا

''جب لوگ موقع پر پہنچے تو لاش کے ٹکڑے بکھرے پڑے تھے اور وہ دنیا سے الوداع ہوچکا تھا''

اور دوسری طرف جب ماں ہوش میں آئی اسے پتہ چلا تو اس کا کیا بنا ہوگا اس کا ہم سب صرف اندازہ ہی لگا سکتے ہیں یہ سب کچھ کیا تھا صرف ایک غلط مذاق تھا جس نے ایک گھرانے کو تباہ کردیا یا پھر غیر مسلموں کے دیئے ہوئے رسم اپریل فل جیسے خرافات جس سے مسلمان بھائی اپنے ہی بھائیوں کو پریشان ہے حالانکہ کل کوئی بھی اسے اسی طرح دھوکہ دے کر اس کی بھی دنیا اجاڑ سکتا ہے۔

(قصص من الواقع)



دولت کی لالچ میں بیٹے کو قتل کر دیا

41 ایک تاجر سفر پر تھا اس کے پاس کافی رقم تھی وہ ایک شہر میں رات گزارنے کے لیے پہنچا ایک آدمی سے اس کے گھر میں رات گزارنے کی درخواست کی جو اس گاؤں والے نے اس مسافر کی مالداری اور اچھی حالت دیکھ کر قبول کر لی اور اسے اپنے گھر لے آیا۔



باتوں باتوں میں اس میزبان نے اندازہ لگا لیا کہ اس مسافر کے پاس کافی رقم موجود ہے، اس نے اس مسافر کو ٹھکانے لگانے اور رقم لوٹ لینے کا پروگرام بنا لیا، رات کو اس کے لیے میزبان نے بستر بچھا کر بتا دیا کہ یہ تمہارا بستر ہے اس پر سو جانا اور اپنے بیٹے کو بھی مہمان کی وجہ سے اسی کمرے میں سونے کے لیے بھیج دیا۔



جس کے لیے دوسرا بستر لگا دیا گیا تھا۔ ہر ایک کو ان کا بستر بتا کر یہ میزبان چلا گیا، اتفاق کہیے یا بدنیتی اور خیانت کی خدا تعالیٰ کی طرف سے فوری سزا مہمان اور میزبان کا بیٹا بیٹھے باتیں کرتے رہے کہ مہمان پیشاب کے لیے باہر نکلا واپسی میں کچھ دیر ہو گئی جب واپس کمرے میں آیا تو میزبان کا بیٹا جو مہمان کے بستر پر بیٹھے بیٹھے باتیں کر رہا تھا وہیں پر سو چکا تھا۔ مہمان نے اسے نیند سے اٹھانا مناسب نہ سمجھا اور خود جا کر میزبان کے بیٹے کے بستر پر سو گیا۔

جب تقریباً آدھی رات ہو چکی ہر طرف ہو کا عالم تھا میزبان آیا چپکے سے کمرے میں داخل ہوا اور:

فَذَهَبَ اِلَى سَرِيْرِ الرَّجُلِ وَوَضَعَ الْحَبْلَ عَلٰى عُنُقِهٖ فَخَنَقَهٗ

"سیدھا مہمان کی چارپائی پر لیٹے آدمی کے گلے میں رسی ڈال کر گلا گھونٹ دیا"

تھوڑی دیر تک تڑپنے کے بعد کمرے میں خاموشی چھا گئی اس تڑپنے اور لوٹنے پوٹنے سے مہمان بھی جاگ گیا، میزبان کو اپنے بیٹے کے سینے پر چڑھے دیکھ کر گھبرا کر فوراً کمرے سے باہر نکل کر شور مچانے لگ گیا اردگرد کے سارے پڑوسی گھروں سے نکل آئے انہیں اس نے سارا قصہ بتایا۔

سارے لوگ اس میزبان کے گھر گھس گئے، جہاں اس کے بیٹے کی لاش پڑی تھی اور وہ خود حیران و پریشان کھڑا تھا، تھوڑی ہی دیر بعد اسے گرفتار کر لیا گیا، مہمان نے اپنا مال لیا اور چلتا بنا مگر میزبان کو اس کی نیت کا بدلہ مل گیا۔ قدرت نے نہ صرف اسے ذلیل کر دیا بلکہ بیٹے سے بھی محروم ہو گیا۔

بحوالہ: (الفرج بعدالشدة والضيقة جلد نمبر 1)

حسد نے مجھے قاتل بنادیا

42 حسد زہر قاتل ہے، یہ ایسی بیماری ہے جو حاسد کو اندر ہی اندر کھاتی رہتی ہے، حسد کی وجہ سے ابلیس ملعون بنا اور اللہ کی رحمت سے محروم ہوا، حسد کی وجہ سے دنیا میں پہلی دشمنی قائم ہوئی، جیسا کہ قرآن کریم میں مذکور ہے کہ سیّدنا آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹے ہابیل اور قابیل حسد کا شکار ہوئے اور قابیل نے ہابیل کو قتل کردیا تھا یوں حسد ہی کی بدولت دنیا میں پہلا قتل ہوا۔

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ مؤمن بھی حسد کرتا ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ کیا تم حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ بھول گئے ہوئے کہ ان سے ان کے بھائیوں نے حسد کیا تھا، اسی باعث اللہ تعالیٰ نے حسد سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے۔

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝۵

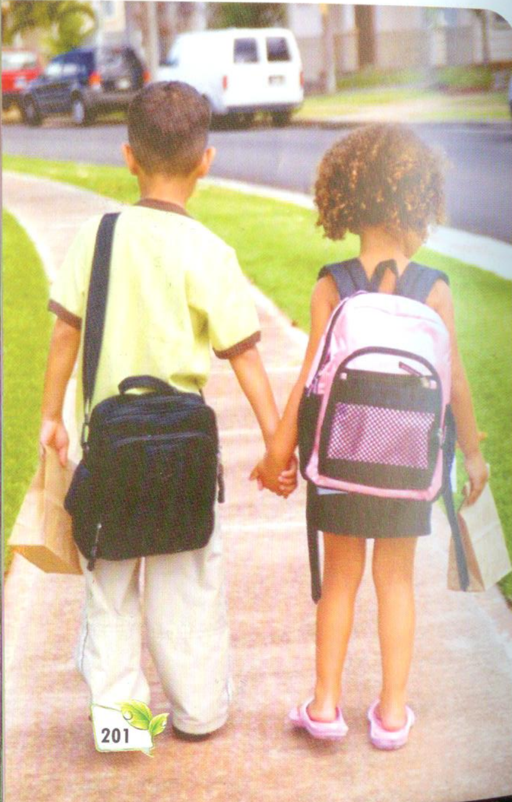
ترجمہ: ''اور پناہ مانگتا ہوں حاسدین کے حسد سے''۔

زیر نظر واقعہ بھی ایک طرح سے ہابیل اور قابیل سے ملتا جلتا ہے اس واقعے میں حسد کرنے والے ہر حاسد کے لیے سامان عبرت ہے، سہیل نے یہ واقعہ جیل کی سلاخوں کے پیچھے کھڑے ہو کر سنایا تھا، ہماری بستی بڑی پرامن تھی لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف رہتے تھے، اور بچے اسکول جاتے یا کھیل کود میں مصروف رہتے تھے۔

میں اور پڑوسی کا بیٹا محمد دونوں ہم عمر تھے دونوں میں دوستی ہونا فطرتی بات تھی اور ہم دونوں ایک جسم دو روح کی مانند تھے، ہم کبھی جدا نہ ہوتے تھے، ہمیشہ اکھٹے کھیلتے تھے، لوگ اکثر پوچھتے تھے کہ ہم جڑواں بھائی تو نہیں؟

ہماری دوستی جوانی تک قائم رہی اسکول اور کالج کی تعلیم ہم نے ایک ساتھ حاصل کی اور ہمارے پڑوس میں ایک اور فیملی آئی تھی ان کی ایک بیٹی تھی، جس طرح محلے والے ایک دوسرے کے گھر آتے جاتے ہیں تو وہ لوگ ہمارے گھر آتے تھے۔

فَأَعْجَبَنِيْ وَ مُحَمَّدًا خُلُقَهَا وَ سِيْرَتَهَا وَ جَمَالَهَا



''میں اور محمد دونوں ہی اس لڑکی کے اخلاق و کردار اور حسن و جمال سے بڑے متاثر ہوئے''

میں نے اپنے بچپن کے دوست محمد سے اپنے دل کی کیفیت چھپانے لگا میں نے محمد کو یہ نہ بتایا کہ میں اس لڑکی کو پسند کرتا ہوں۔

ادھر محمد بھی اپنی تعلیم میں مصروف رہا حتیٰ

ادھر محمد بھی اپنی تعلیم میں مصروف رہا حتیٰ کہ یونیورسٹی سے مکمل امتیاز کے ساتھ فارغ ہوگیا، ساری بستی والے محمد کے علم وذہانت کی داد دیتے تھے، میں میٹرک کے امتحان میں دو بار فیل ہوگیا تھا اس لیے والد صاحب نے مجھے اپنے ساتھ کام پر لگالیا۔

ایک دن خبر ملی کہ محمد نے میرے پڑوس کی مذکورہ بالا لڑکی کو پیغام نکاح بھیجا ہے تو حسد میرے رگ وپے میں سرائیت کر گیا، میں غصے اور غم کی حالت میں دن رات کاٹنے لگا، اب میری دوستی پہلے جیسی نہ تھی، اس کے ساتھ بیٹھنا بھی مجھے پسند نہ تھا، رشتہ قبول ہوتے ہی شادی کی تاریخ پکی ہوگئی۔

پھر وہ دن آگیا جو میرے لیے مرنے کے مترادف تھا میری رگوں میں خون جوش مار رہا تھا کیوں کہ محمد کبھی جڑواں بھائی کے مترادف تھا آج یہ اپنی ڈگری کی وجہ سے افضل واعلیٰ بن گیا ہے، گذشتہ آٹھ سالوں سے میں جس لڑکی کے خواب دیکھ رہا تھا وہ محمد کی ہوگئی تھی۔



میں محمد کو نقصان پہنچانے کے منصوبے سوچنے لگا شیطان نے اس حاسدانہ منصوبے کی مکمل تائید کی، میں بازار سے پستول خرید لایا، دوپہر کو نکاح کے بعد کھانے کی دعوت سے فارغ ہوکر جب محمد شبِ زفاف کی تیاریاں کررہا تھا تو میں بظاہر مبارک باد دینے محمد کے گھر گیا۔

وَلَمَّا كَانَ يُعَانِقُنِي أَخْرَجْتُ مُسَدَّسًا مِنْ جَيْبِي وَأَطْلَقْتُ كُلَّ الرَّصَاصِ

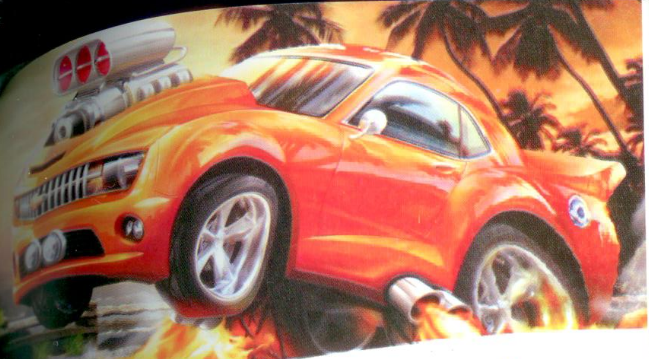
"جب محمد خوشی سے میرے گلے مل رہا تھا تو میں نے جیب سے پستول نکالا اور اس کی تمام گولیاں محمد کے سینے میں پیوست کردیں"



محمد نے سفید جوڑا زیب تن کیا ہوا تھا وہ اپنے کمرے میں شادی کا جوڑا پہنے خون میں لت پت ہوکر گر گیا، گولیوں کی آواز سنتے ہی بھگدڑ مچ گئی۔ خوشی کا گھر ماتم کدہ بن گیا، مجھے پکڑ کر پولیس کے حوالے کردیا گیا تھا اب میں جیل کی سلاخوں کے پیچھے آپ کو اپنی حماقت اور حسد کی داستان سنا رہا ہوں، سارا سارا دن ندامت وشرمندگی کے آنسو بہاتا رہتا ہوں، لیکن اب شرمندگی کا کیا فائدہ؟ فرمان الٰہی ہے!

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾

ترجمہ: "اور جو شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کردے تو اس کا بدلہ جہنم ہوگا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہوگی، اور اللہ نے اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے"۔ (الامة الاسلامية صفحه :32)



دردناک لمحات ! سچا واقعہ

43 میں اور میری خالہ کے بیٹے ایک کار میں جا رہے تھے، دارصل ہم ٹوٹل چھ افراد تھے اس لیے تین تین کر کے دو گاڑیوں میں سفر کر رہے تھے، ریاض شہر کی طرف جاتے ہوئے موٹروے پر گاڑیوں کی رفتار تیز ہو جاتی ہے، اچانک موڑ پر ہم نے گرد وغبار اور مٹی کا طوفان دیکھا میں نے گاڑی روک لی۔

میں سمجھ گیا کہ کوئی نہ کوئی ہولناک حادثہ پیش آیا ہے۔

حادثے کا شکار گاڑی مخالف سمت سے آ رہی تھی، وہ کسی وجہ سے دو سڑکوں کے درمیان لگے کھجور کے درخت سے ٹکرا کر تباہ ہو گئی تھی، گاڑی میں دو افراد شاید میاں بیوی سوار تھے، مرد زخموں سے چور بے ہوش تھا جبکہ اس کی بیوی کو لوگ بمشکل گاڑی سے باہر نکال پائے تھے، میں مدد کرنے کے لیے آگے آیا تو وہاں جمع لوگوں نے کہا زخمیوں کو ہاتھ نہ لگاؤ ابھی ایمبولینس آئے گی تو خود ہی زخمیوں کو طبی امداد دے گی۔

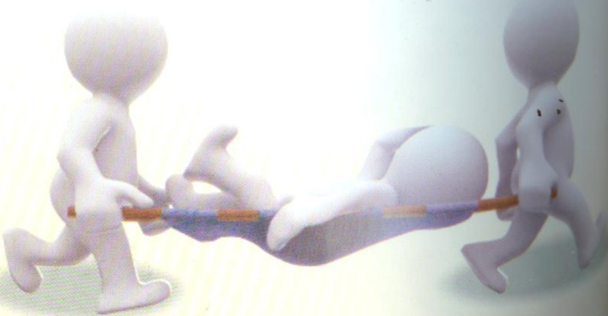
مجھے لوگوں کی باتوں پر شدید رنج ہوا کہ کوئی جان سے جا رہا ہے، اور لوگوں کو قاعدے قانون کی پڑی ہے، میں نے اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر زخمیوں کو اپنی گاڑی پر ڈالا اور تیزی سے قریبی اسپتال کی طرف روانہ ہو گیا۔

راستے میں زخمی عورت کی دردناک آہیں سنائی دیتی رہیں، وہ خون میں لت پت تھی۔

لَمْ أَرَقَطْ مَشْهَدًا أَرْعَبَ مِنْهُ فَكَانَتْ تَصِيحُ كَرْبًا أَحْيَانًا وَ أَحْيَانًا كَانَتْ تَتَأَوَّهُ

"میں نے زندگی میں اتنا خوف ناک منظر کبھی نہیں دیکھا تھا، وہ کبھی چیخیں مارنے لگتی اور کبھی کراہنے لگتی"

ایک گاڑی ہمارے آگے آگے ہارن بجا کر راستہ صاف کر رہی تھی، زخمی عورت کے سر اور جبڑے سے تیزی سے خون بہہ رہا تھا مجھ سے برداشت نہ ہوا تو میں نے ایک رومال اس کے سر پر باندھ دیا اور دوسرے زخم پر سختی سے ہاتھ رکھ کر خون کو روکنے کی کوشش کرنے لگا، مجھے دنیا سے جانے اور موت کے یقینی ہونے کا جتنا یقین اس وقت آیا اتنا پھر کبھی نہ آیا، میرا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا، میں نے جتنی بھی دعائیں یاد کیں تھیں پڑھنے لگا۔



سچ ہے کہ انسان کا آخری سہارا دعا ہی رہ جاتا ہے، اسپتال پہنچے تو وہاں کا عملہ جلدی جلدی اسٹریچر لے کر دروازے تک آگئے، وہاں کی نرسیں اور ڈاکٹرز نے اپنا کام سنبھال لیا، ایک نرس نے کہا کوئی ہمت والا طاقتور شخص مریضوں کو گاڑی سے اٹھا کر اسٹریچر پر رکھ دے میں نے پھر ہمت کر کے مریضوں کو منتقل کر دیا۔

اس دردناک واقعے کو ذکر کرنے کا اصل مقصد یہ تھا کہ جب زخمیوں کو آپریشن تھیٹر میں لے گئے، اور طبی امداد کے لیے ان کا بلڈ چیک کیا گیا تو انکشاف ہوا کہ زخمی

فَانْكَشَفَ لَدَيْنَا أَنَّ فِي دَمِ الرَّجُلِ الْجَرِيحِ آثَارًا كَثِيْرَةً لِلْمُخَدِّرَاتِ يَعْنِي أَنَّهُ كَانَ يَسُوقُ السَّيَّارَةَ بَعْدَ شُرْبِ الْخَمَرَ وَانْكَشَفَ بَعْدَ حِيْنٍ أَنَّ الْمَرْأَةَ الَّتِي أَتَيْتُ بِهَا وَكُنْتُ أَظُنُّهَا زَوْجَةً أَنَّهَا كَانَتْ صَدِيْقَةً

’’مرد کے خون میں کافی مقدار میں نشے کے اثرات تھے، یعنی گاڑی چلانے والا مرد شراب پی کر گاڑی چلا رہا تھا اور بعد ازاں معلوم ہوا کہ جس عورت کو میں اس کی بیوی سمجھ کر اسپتال لایا تھا وہ اس کی گرل فرینڈ تھی‘‘

حادثے کی وجہ ڈرائیور کا نشے میں مبتلا ہونا تھا

(اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن)

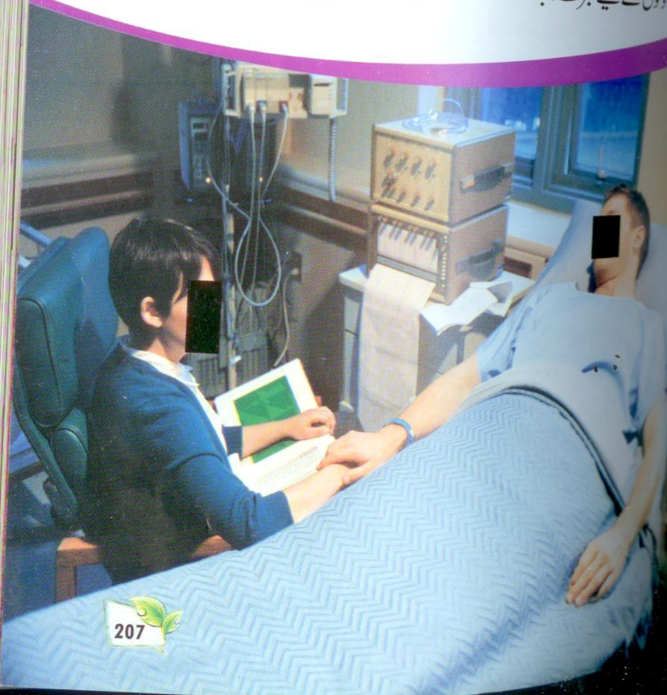


اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے حالات و واقعات سے محفوظ رکھے کہ جب کافی دنوں بعد میں نے اسپتال سے رابطہ کر کے ان کے بارے میں پوچھا تو معلوم ہوا کہ عورت ابھی تک آئی سی یو وارڈ میں بے ہوش ہے۔

میرے بھائیو! مقصد ذکر یہ ہے کہ اگر ہم سوچیں کہ اس لڑکی کی جگہ ہم موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہوتے تو ہمارا کیا بنتا، کیا یہ موت آرام دہ ہوتی، نشہ، تیز آواز میں گانے، بدنظری، حرام کام کے لیے سفر، کیا یہ موت کے وقت کے کام ہیں؟ میرے بھائیو! یہ کتنی دردناک موت ہے اور کتنا بھیانک انجام ہے---

اے اللہ! ہمیں ان لوگوں میں سے بنا جو دوسروں کو دیکھ کر عبرت پکڑیں، اے اللہ! ہمیں لوگوں کے لیے عبرت کا باعث نہ بنانا آمین۔

(موسوعة القصص المؤثرة:21)



اذان کی آواز سے نفرت کرنے والا نوجوان

44 یہ واقعہ میرے پڑوسی کا ہے، وہ بد بخت دن رات ٹی وی کے آگے بیٹھا اپنے پسندیدہ پروگرام دیکھتا رہتا تھا، ہمارے گھر کے قریب ہی اللہ کا گھر یعنی مسجد بھی تھی۔ اللہ کے گھر سے جب اذان کی روح پرور صدا بلند ہوتی تو اس بد بخت کی جان پر بن آتی، اس کو فلم کی آواز کم کرنی پڑتی۔

وَكَانَ يُغْضِبُهُ ارْتِفَاعُ صَوْتِ الْأَذَانِ



وہ اس بات پر غصے کا اظہار کرتا تھا کہ اذان کی آواز اتنی اونچی کیوں ہے کئی بار اس نے مسجد کے مؤذن سے صرف اس بات پر لڑائی کی کہ فجر کی اذان سے اس کی نیند خراب ہوتی ہے، لہٰذا خاص طور پر فجر کے وقت آوازِ اذان دھیمی رکھی جائے۔



جب اس بد بخت نے دیکھا کہ وہ اذان بند نہیں کروا سکتا تو اس نے مسجد سے دور گھر لے لیا، اب وہ سکون میں تھا، لیکن اللہ تعالیٰ کی لاٹھی حرکت میں آچکی تھی۔

وَفِي أَقَلِّ مِنْ شَهْرٍ اعْتَرَاهُ دَاءُ سَمْعٍ عُضَالٍ حَتَّى فَقَدَ سَمَاعَتَهُ رُوَيْدًا رُوَيْدًا

"ایک مہینے کے اندر اندر اس کے کانوں کو خطرناک مرض لاحق ہو گیا، اور وہ آہستہ آہستہ قوت سماعت سے محروم ہو گیا"

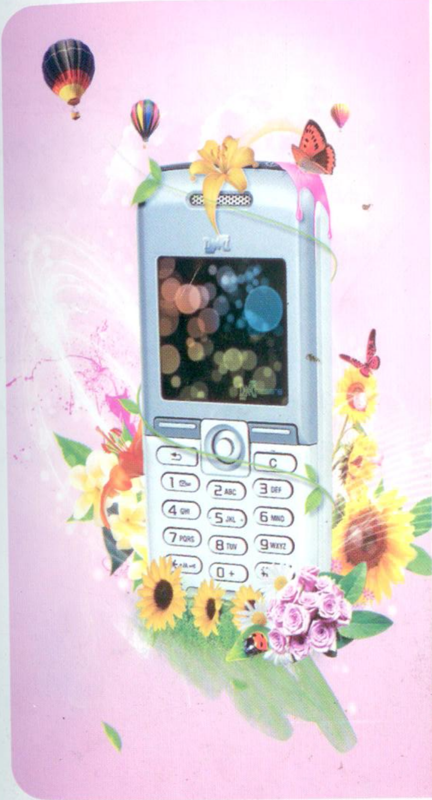
اب اس بد بخت کی زندگی اجیرن ہو گئی، گھر والوں، بیوی بچوں کے ساتھ بات چیت اور لوگوں کی بات سمجھنے میں مشکلات پیدا ہو گئیں، کبھی کبھی کوئی مصیبت بھی انسان کو ہدایت پر لا دیتی ہے، وہ سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے بطور عذاب اس پر یہ بیماری مسلط کر دی ہے۔

اس نے اپنے آپ کو اللہ کے سامنے جھکا دیا، توبہ کی معافی مانگی تمام نمازوں میں اول وقت مسجد جانے لگا۔ اس سال اپنے گھر والوں کے ہمراہ حج پر گیا، میدانِ عرفات میں رو رو کر اللہ تعالیٰ سے معافی کی دعا مانگتا رہا۔ واقعی! کبھی کبھی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو صراطِ مستقیم پر اس طرح بھی لاتے ہیں۔

(بحوالہ موسوعة القصص الواقعة)



زنا کی دلدل میں پہنچ کر مرنے والا بدنصیب نوجوان



45 کمزور ایمان عورتوں کے لیے شیطان کے پجاری مرد شیطانی چالیں چلتے رہتے ہیں، بعض شیطان صفت مردوں کا وطیرہ رہا ہے کہ وہ معصوم اور بھولی بھالی لڑکیوں کو اپنے شیطانی پھندوں میں پھانستے رہتے ہیں۔

یہ واقعہ بھی ایک شیطان صفت مرد کا ہے، پہلے اس نے موبائل فون سے رانگ نمبروں پر کالیں کیں، کسی ایک نمبر پر لڑکی نے کال کیا رسیو کر لی اس کے لیے مصیبت ہوگئی، یہ تو سانپ بن کر اس کے پیچھے پڑ گیا۔

روزانہ کی مسلسل کالوں سے وہ لڑکی اس شیطان کی باتوں میں آگئی، بات ملاقاتوں تک پہنچ گئی، جب دو غیر محرم ملاقاتوں پر اتر آئیں تو شیطان ان کو گناہ پر آمادہ کر لیتا ہے، لڑکی نے خوف کا اظہار کیا کہ کوئی ہمیں دیکھ نہ لے، کوئی ہمیں پکڑ نہ لے، لیکن مرد نے اپنی ہوس پوری کرنے کے لیے اسے کسی طرح مجبور کر لیا۔

أَذْهَبُ بِكِ حَيْثُ لَا يَرَانَا أَحَدٌ حَتّٰى اَرٰى أَنَّهُ لَا يَرَانَا اللّٰهُ فَضْلاً عَنِ النَّاسِ مَعَاذَ اللّٰه

"میں تمہیں ایسی جگہ لے جاؤں گا جہاں کوئی ہمیں دیکھ نہ سکے گا، لوگ تو دور کی بات ہے، وہاں کا پتہ تو خدا کو بھی نہ چلے گا (معاذ اللہ) مرد نے غرور میں آکر دعویٰ کر دیا"

مخصوص جگہ پہنچ کر مرد نے ابھی کپڑے اتارے ہی تھے کہ اس کو ہارٹ اٹیک ہو گیا، اور موقع پر ہی جہنم رسید ہو گیا، اللہ تعالیٰ تو انسان کے ہر عمل سے واقف ہے (اِنَّ اللّٰه بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْر) لیکن انسان اپنے تکبر اور غرور کی بناء پر خدائی دعوے کر لیتا ہے، جب موت کے پنجے اسے جکڑتے ہیں تو اس کے سارے دعوے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔

جس کی موت ایسی حالت میں ہوئی ہو اس کا قبر میں کیا حال ہوگا! (اللہ ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین) وہ روز قیامت اللہ تعالیٰ عزوجل کے سامنے کیسے کھڑا ہو پائے گا؟۔

بحوالہ: (القصص الواقعة)



ڈش اور کیبل کی تباہ کاریاں



46 میں ایک دفعہ ٹیکسی میں سفر کر رہا تھا، ٹیکسی ڈرائیور مجھے بہت رنجیدہ اور پریشان لگ رہا تھا، میں نے جب اس کا نام پتہ معلوم کیا تو معلوم ہوا کہ وہ تو میرے ایک کلاس فیلو کا بھائی ہے، پھر میں نے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا مسئلہ ہے جو آپ اتنے پریشان لگ رہے ہیں؟ میرے اس سوال کو سنتے ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا پھر اس نے بتایا کہ وہ خود ٹیکسی چلاتا ہے اور بیوی ایک جگہ جاب کرتی ہے، اور اس کا ایک بیٹا اور بیٹی ہے جو پڑھتے ہیں، اس نے بتایا کہ اس کو ڈش کا بہت شوق تھا اس نے اپنے گھر میں اعلیٰ قسم کی ڈش لگوائی جو دو سو چینل دکھائی دیتا، ہر قسم کے برے چینل چلتے تھے۔



جب وہ کام سے واپس گھر آتا تو بیوی کے ساتھ ٹی وی دیکھتا اور اپنے بچوں کو بھی دیکھنے سے منع نہیں کرتا تھا، اس کا خیال تھا کہ بچے ابھی چھوٹے ہیں ان کو زیادہ سمجھ نہیں۔

لیکن ڈرائیور کہنے لگا کہ: ایک دن میری طبیعت خراب تھی اس لیے میں جلدی گھر آ گیا اور بغیر آواز پیدا کئے گھر میں داخل ہوا تا کہ بچوں کی نیند خراب نہ ہو، جب میں گھر میں داخل ہوا تو اس نے ٹی وی کی آواز سنی، جس پر ایک فحش فلم چل رہی تھی، اس نے سوچا کہ یہ فلم کون دیکھ رہا ہے۔

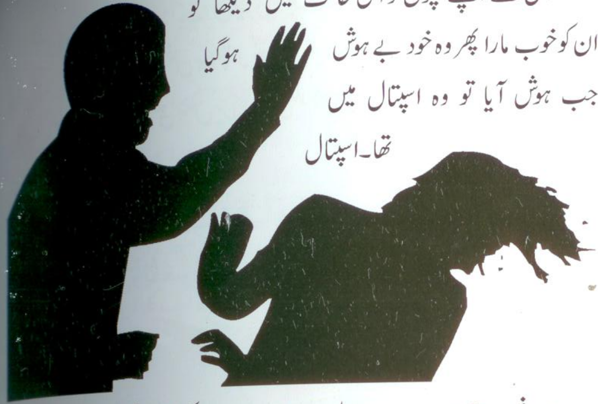
تَسَلَّلَ صَالَةَ التِّلْفَازَ فَدَهِشَ عَجَباً فَإِذَا ابْنُهُ وَ ابْنَتُهُ يُبْصِرَانِ ذَالِكَ الْفِيلِمَ الْفُحْشَ وَيَفْعَلُونَ تِلْكَ الْأَفْعَالَ الْقَبِيْحَةَ الَّتِي يُبْصِرُونَ فِيهِ



جب وہ چپکے سے ٹی وی لاؤنج میں گیا تو حیرت سے گنگ رہ گیا، اس کا بیٹا اور بیٹی وہ فلم دیکھ رہے تھے اور ساتھ ساتھ اس میں دکھائی جانے والی حرکات بھی کر رہے تھے۔

نَعُوذُ بِاللهِ مِنْ ذَالِكَ

اس نے اپنے بچوں کو اس حالت میں دیکھا تو ان کو خوب مارا پھر وہ خود بے ہوش ہوگیا جب ہوش آیا تو وہ اسپتال میں تھا۔ اسپتال



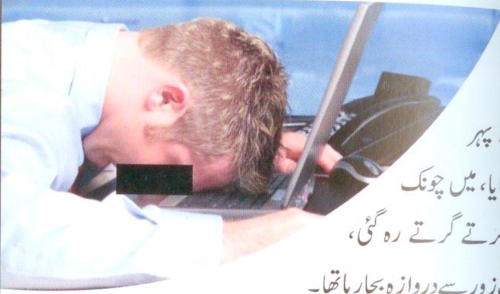
سے فارغ ہوتے ہی سب سے پہلے اس نے اپنے بیٹے کی شادی کی اور بیٹی کو اپنے آبائی وطن مصر بھیج دیا تا کہ وہ وہاں پڑھائی مکمل کرے۔ اور پھر ڈش اور اس سے متعلق ہر چیز یہاں تک کہ اسٹیریو بھی توڑ دیا۔ آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ ڈش اور کیبل کیا تباہی پھیلا رہے ہیں۔

(قصص من الواقع:178)



آخرت سے غافل شخص کو اللہ کی تنبیہ

47 یہ واقعہ ابوخالد کا ہے آیئے ان ہی کی زبانی سنتے ہیں:
میں شہر سے دور اپنے فارم ہاؤس میں کچھ وقت گذارنے گیا تا کہ گھر والوں کی نصیحتوں اور روک ٹوک سے کچھ دیر کے لئے جان چھوٹ جائے، وہاں میں کمپیوٹر اور نیٹ



میں مصروف ہوگیا اور اسی حالت میں رات ہوگئی، رات کے دوسرے پہر اچانک کسی نے دروازہ بجایا، میں چونک گیا اور چائے کمپیوٹر پر گرتے گرتے رہ گئی، دروازے بجانے والا بہت زور سے دروازہ بجا رہا تھا۔

ایسے لگ رہا تھا کہ اگر میں نے دروازہ نہ کھولا تو وہ توڑ دے گا، میں ڈر سے کانپتے ہوئے دروازے تک گیا، ذہن میں بے شمار سوال تھے، میں نے دروازہ کھولا تو سامنے ایک بدو کو پایا جو میرے لیے اجنبی تھا اس نے کہا:

لِمَاذَا لَا تَفْتَحِ الْبَابَ

ترجمہ: ''دروازہ کیوں نہیں کھول رہے تھے''۔

عجیب آدمی تھا بغیر جان پہچان کے مجھ سے حاکمانہ انداز سے بات کر رہا تھا لیکن حقیقت یہ تھی کہ میں اس سے مرعوب ہوگیا تھا، میں نے تھوک نگلتے ہوئے اس سے پوچھا:

مَنْ اَنْتَ

ترجمہ: ’’تم کون ہو؟

اس نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا، اور مجھے ایک طرف دھکیل کر اندر گھس آیا، اور پورے کمرے کا جائزہ لیا میں نے فوراً جا کر پانی پیا تا کہ کچھ ہوش بحال ہوں۔ اس نے مجھ سے کہا:

يَا بَدْرُ قُمْ وَ جَهِّزْ نَفْسَكَ

ترجمہ: ’’بدر! سامان باندھو اور چلنے کی تیاری کرو‘‘۔

میں نے اس سے پوچھا:

’’میں نہیں سمجھا آپ کیا کہنا چاہ رہے ہیں؟‘‘۔

میری بات سن کر وہ زور سے چیخ کر بولا:

يَا بَدْرُ قُمْ وَ الْبَسْ

ترجمہ: ’’اے بدر کھڑے ہو جاؤ اور کپڑے پہنو‘‘۔

میں نے پوچھا کہاں لے جا رہے ہو؟ تو کہنے لگا:

ترجمہ: ’’عنقریب پتا چل جائے گا‘‘۔

اس کا چہرہ انتہائی بارعب تھا بڑے بڑے بہادر اس کے چہرے کو دیکھ کر خوفزدہ ہو سکتے تھے اور میں تو ایک بزدل آدمی تھا میں دل میں سوچنے لگا نجانے یہ آدمی مجھ سے کیا چاہتا ہے اور مجھے کہاں لے جائے گا؟ پتا نہیں میں صحیح سلامت واپس آ سکوں گا یا نہیں؟ کپڑے تبدیل کر کے ایک مجرم کی طرح سر جھکائے اس کے سامنے کھڑے ہو گیا۔ اس نے مجھے پیچھے پیچھے آنے کا حکم دیا۔



ہم باہر نکلے وہ ایسے چل رہا تھا جیسے وہ اچھی طرح سے اس جگہ سے واقف ہو اور مجھے ایسی جگہوں سے لے جا رہا تھا، جو میں نے اس علاقے میں فارم ہاؤس کا مالک ہونے کے باوجود نہیں دیکھی تھی، میں نے ادھر ادھر دیکھا کہ شاید کوئی نظر آئے تا کہ میں اس سے مدد مانگوں لیکن کوئی نظر نہیں آیا۔

اب وہ مجھے لے کر پہاڑ پر چڑھنے لگا، میں تھکن سے چور ہو رہا تھا میرا دل چاہ رہا تھا کہ تھوڑی دیر آرام کر لیتے؟ مگر یہ بولنے کی ہمت بھی نہیں ہو رہی تھی۔

پہاڑ پر چڑھتے ہوئے مجھے اتنی گرمی محسوس ہوئی کہ مجھے لگ رہا تھا کہ میں جل نہ جاؤں جیسے جیسے اوپر چڑھ رہے تھے حرارت بڑھ رہی جب ہم پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے تو مجھے لگا کہ گرمی کی وجہ سے میں پگھل جاؤں گا۔

چوٹی پر پہنچ کر اس بدو نے کہا:

تَعَالَ وَ اقْتَرِبْ

ترجمہ: ’’میرے قریب آ جاؤ‘‘۔

میں کانپتا ہوا اس کے قریب پہنچا، وہاں پہنچ کر میں نے وہ منظر دیکھا جو اس سے پہلے

کبھی نہیں دیکھا، تاحدِ نگاہ تاریکی چھائی ہوئی تھی، وہاں سے آگ کے شعلے بلند ہورہے تھے، جو آسمان تک جارہے تھے، اور وہ آگ سامنے آنے والی ہر چیز کو خاکستر کرسکتی تھی، میں نے آگ کے دائیں طرف بے شمار انسان کھڑے دیکھے، ان میں مرد و عورت سب تھے، اور انہوں نے کچھ نہیں پہنا تھا وہ سب ننگے تھے، اور ان کی چیخ و پکار کانوں کے پردے پھاڑ رہی تھیں۔ اس آدمی نے مجھ سے کہا:

هَيَا اَنْزِلْ

ترجمہ: ''چلو آؤ''۔

میں نے کہا: کہاں؟ تو کہنے لگا ان لوگوں میں جو کھڑے ہیں۔ میں نے کہا:

مَا ذَا فَعَلْتُ حَتّٰى اَكُوْنَ مَعَهُمْ؟

ترجمہ: ''میرا قصور کیا ہے جو مجھے یہ سزا دی جارہی ہے؟

اس نے کہا بحث مت کرو اور چلو! میں نے اس کی بڑی منتیں کیں، مگر وہ نہ مانا، اور زبردستی مجھے پہاڑ سے نیچے اتار کر ان میں داخل کر دیا، انہوں نے میری طرف ذرا بھی توجہ نہ کی، میں نے بھی شور مچانا شروع کر دیا، مجھے خیال آیا کہ مجھے کسی سے پوچھنا چاہیے کہ میں کس جگہ ہوں اور یہ لوگ کون ہیں؟



میں اسی سوچ میں اس مجمع سے باہر نکلا تا کہ پہاڑ پر واپس جاؤں مجمع سے نکلتے ہی سامنے مضبوط اور تنومند قسم کے پہرے دار ہاتھ میں گرز اٹھائے نظر آئے جن کا کام ہی یہ تھا کہ کسی کو جانے نہ دیں مجھے جب باہر نکلنے کا موقع نہ ملا تو میں نے دوبارہ چیخنا چلانا شروع کر دیا اور پوچھنے لگا:

اَيْنَ اَنَا وَلِمَا ذَا اَنَا هُنَا

ترجمہ: ''میں کہاں ہوں اور کس جرم میں لایا گیا ہوں''۔

اچانک میں نے محسوس کیا کہ پیچھے سے مجھے کسی نے آواز دی میں نے مڑ کر دیکھا تو مجھے میری والدہ نظر آئیں۔ میں ہجوم میں سے راستہ بناتا ہوا ان کے پاس پہنچا تو میری والدہ نے مجھ سے پوچھا:

هَلْ تَسْتَطِيْعُ اَنْ تَنْفَعَنِيْ بِشَيْءٍ

ترجمہ: ''کیا تم مجھے کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہو؟''

میں نے کہا آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں میرا سب کچھ آپ کا ہے، وہ کہنے لگی کیا تم مجھے





اپنی کچھ نیکیاں دے سکتے ہو؟ مجھے ضرورت ہے؟ میں نے کہا کیسی نیکیاں؟ والدہ نے کہا بدرتم پاگل تونہیں ہو گئے یہ قیامت کا دن ہے، اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ، یہ کہہ کر وہ چلی گئیں اور میں شاک کی کیفیت میں کھڑا رہا۔

میری والدہ کیا کہہ رہی ہیں، یہ قیامت ہے؟ افسوس میں نے اپنی عمر اور وقت ضائع کر دیا، مجھے ایک ایک کر کے اپنے گناہ یاد آنے لگے اور کوشش کے باوجود کوئی نیکی یاد نہیں آئی، کاش کہ میں گناہ نہ کرتا، اب مجھے افسوس اور ندامت ہو رہی تھی، مگر اب کیا فائدہ؟

میں اسی سوچ میں تھا کہ کسی نے کہا:

هٰذَا رَسُوْلُ اللهِ مُحَمَّدٌ ﷺ اِذْهَبُوْا اِلَيْه

ترجمہ: ''یہ اللہ کے رسول محمد ﷺ ان کے پاس جاؤ''۔

چنانچہ لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے، لوگ اس آواز کے پیچھے چلنے لگے اور لوگ اتنے زیادہ تھے کہ مجھے دائیں بائیں اور سامنے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا، لوگ پیغمبر محمد ﷺ کو ڈھونڈ ہی رہے تھے کہ نگرانوں نے ایک ایک کر کے لوگوں کو اکھٹا کر کے ایک طرف دھکیلنا شروع کر دیا، کچھ لوگوں نے بچنے کی کوشش کی مگر ان کو گرزوں سے مار پڑی۔

نگران ان لوگوں کو ایک تاریکی کی طرف جمع کر رہے تھے، کچھ لوگ گھٹنوں کے بل اس تاریکی میں گر گئے اور کچھ لوگ اس کے اوپر بنے پل پر چڑھ کر وہ تاریکی پار کر گئے، تاریکی کے دوسری طرف ایک نور نظر آ رہا تھا، جو لوگ پل پار کر کے جا رہے تھے وہ اس نور میں چلے جاتے تھے۔

اچانک لوگوں نے کہا:

هٰذَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ترجمہ: ''یہ اللہ کے رسول ہیں''۔

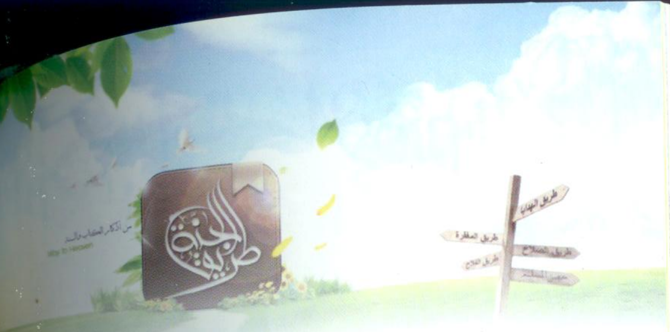
میں نے دیکھا کہ ایک شخصیت نہایت خوبصورت پگڑی اور سفید لباس پہنے ہوئے آرہی ہے، اور لوگ انہیں دیکھ رہے ہیں، اور یہ کہہ رہے ہیں:

اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ

میں نے اتنا ہی دیکھا تھا کہ لوگ درمیان میں آ گئے اور آپ ﷺ پھر مجھے نظر نہ آئے۔

میں آہستہ آہستہ تاریکی کے قریب ہو رہا تھا، لوگ شور مچا رہے تھے، اور کوئی اس میں نہیں





جانا چاہتا تھا، اس وقت مجھے پتہ چلا کہ وہ جہنم ہے جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دی اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس سے ڈرایا ہے۔

اچانک مجھے کسی نے جھنجھوڑا اور پوچھا ابو خالد کیا ہوا؟ مجھے ہوش آیا تو میں نے دیکھا میں بستر پر تھا اور میرے پاس اُم خالد کھڑی تھیں، اور مجھے تشویشناک نظروں سے دیکھ رہی تھیں، اُم خالد نے پوچھا کیا ہو گیا تھا آپ کو؟ آپ آگ آگ پکار رہے تھے اور آج آپ کو بہت زیادہ پسینہ بھی آ رہا ہے۔

میں نے اشارہ کیا کہ ابھی خاموش رہو میں بتاتا ہوں پھر میں نے روشنی بجھا دی اور دروزہ کو آہستہ سے بند کر دیا پھر میں اپنی نشست پر بیٹھا اور پانی پیا اس کے بعد ام خالد کو سارا خواب سنایا، پھر میں نے کہا ام خالد میں چاہتا ہوں کہ آج سے تم میرے اچھے اور نیک آدمی بننے میں میری معاونت کرو، وہ کہنے لگی:

آپ نے کیا خوب بات کی، اللہ کا شکر ہے کہ آپ سیدھے راستے پر آ گئے، میں نے کہا ام خالد اللہ تعالیٰ کا لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں سیدھا راستہ دکھایا اور ان شاء اللہ آئندہ اس پر ثابت قدم بھی رکھے گا۔

فَهَلْ مِنْ مُعْتَبَرٍ قَبْلَ فَوَاتِ

ترجمہ: ”کیا مہلت ختم ہونے سے پہلے کوئی نصیحت پکڑے گا اس قصے سے؟“۔

(قصص من الواقع: 18)

بدنظری نے موذن کو عیسائی بنا دیا



48 مصر میں ایک شخص رہا کرتا تھا، جو اپنے اوقات اکثر مسجد میں گزارتا تھا اور پنج وقتہ اذان بھی دیا کرتا ہے، اور اس پر تقویٰ اور نیکی کے اثرات اس کے چہرے سے واضح نظر آیا کرتے تھے، ایک دن وہ اذان دینے مسجد کے مینار پر چڑھا (اس وقت لاؤڈ اسپیکر نہیں ہوتے تھے اس لیے مینار پر چڑھ کر اذان دی جاتی تھی تا کہ اذان کی آواز دور دور تک جائے۔ از مترجم) مسجد کے برابر میں ایک عیسائی کا گھر تھا۔

جب یہ اذان دینے مینار پر چڑھا تو اس کی نظر عیسائی کی بیٹی پر پڑی یہ اس کو دیکھتے ہی اس پر عاشق ہو گیا، اس نے اذان چھوڑ دی اور مینار سے اتر کر اس کے گھر گیا، اس لڑکی نے پوچھا کیا ہوا؟ کیوں آئے ہو؟

اس شخص نے کہا میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں، لڑکی نے کہا: میں عیسائی ہوں اور تم مسلمان میرا باپ کبھی بھی میری شادی تم سے نہیں کرے گا، اس شخص نے کہا میں عیسائی ہو جاؤں گا، تو لڑکی نے کہا میں شادی کے لیے تیار ہوں۔

غرض وہ شخص عیسائی ہو گیا، اور ان کے گھر میں رہنے لگا، ایک دن وہ کسی کام سے گھر کی چھت پر چڑھا اور چھت سے گر کر ہلاک ہو گیا: ”خَسِرَ الدُّنْيَا وَالآخِرَةَ“ کا مصداق بنا۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے۔



49 سیاہ چہرے والی وزنی میت

یہ واقعہ شیخ حفیظ الرحمان نے بیان کیا ہے، اور کہتے ہیں کہ یہ بالکل حقیقی واقعہ ہے: میں صبح سات بجے کام کے لیے گھر سے نکل جاتا ہوں، اور روزانہ کا معمول ہے کہ عصر کی نماز تک لوٹ آتا ہوں، ایک دن جب شام کو گھر لوٹا تو عصر کی اذان ہونے کو کچھ وقت باقی تھا، میرے گھر کا فون بجنے لگا، فون میرے دوست نے کیا تھا، وہ مجھے ایک میت کو غسل دینے کے لیے بلا رہا تھا، میں فوراً اس کے ہاں پہنچ گیا۔

یہ واقعہ پہلی بار نہیں ہوا تھا، پہلے بھی میں کئی مواقع پر غسل میت میں شریک ہوا تھا، لیکن اس مرتبہ جو منظر رونما ہوا اس نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں ان سطور کر لکھو (اللہ تعالیٰ ہم سب کو حسنِ خاتمہ عطا فرمائے، ہماری موت ایمان پر آئے۔ آمین)

جب میں غسل خانہ میں داخل ہوا تو میت پہلے سے وہاں موجود تھی، کچھ ساتھی بھی غسل دینے کو تیار تھے، غسل خانہ میں عجیب سی بو پھیلی ہوئی تھی، میت کو مکمل طور پر چادر سے ڈھانپا گیا تھا۔

فَلَمَّا رَفَعْنَا الرِّدَاءَ فَإِذَا جُثَّتُهُ أَبْيَضُ وَوَجْهُهُ شَدِيْدُ السَّوَادِ



جب ہم نے چادر ہٹائی تو میں نے دیکھا کہ میت کا سارا جسم سفید رنگ کا ہے، لیکن صرف چہرہ انتہائی سیاہ پڑ چکا تھا۔

جب میں نے میت کے سر کو ہلانا چاہا کہ دوسری طرف پانی ڈال سکوں تو اس کا سر ہل نہ سکا، اس کی گردن لوہے کی طرح سخت ہو چکی تھی، مجھے اس بھیانک منظر نے انتہائی خوف زدہ کر دیا تھا جیسے تیسے کر کے غسل دیا گیا، کفن دیا اور تین افراد نے میت اٹھا کر ایمبولینس میں رکھ دی۔

جب ہم مسجد کے قریب پہنچے تو تقریباً پارکنگ سے مسجد تک کا فاصلہ ۱۰۰ میٹر کا تھا لیکن ہم تین طاقت ور افراد سے بمشکل میت جنازہ گاہ پہنچی، میں نے زندگی میں اتنی وزنی میت پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ آج بھی میں اس گناہ گار شخص کا سوچتا ہوں تو میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں افسوس کہ میں یہ نہ جان سکا کہ اس شخص نے کونسا گناہ کیا تھا جس کی وجہ سے اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔



نمازِ عصر سے فراغت ہو چکی تھی، تمام لوگوں نے نماز جنازہ ادا کی، میں ہولناک مناظر سے گذرنے کی بنا پر اس قابل نہ تھا کہ نماز جنازہ ادا کر سکوں، میرے رونگٹے کھڑے ہو چکے تھے، گھبراہٹ اور خوف کی وجہ سے سارا جسم پسینے سے شرابور تھا۔



میں نے میت کے قریبی افراد سے پوچھا کہ یہ صاحب کون تھے، تو انہوں نے بتایا کہ

كَانَ الْمَيِّتُ طَبِيْبًا وَكَانَ يَغْتَسِلُ فِي الْحَمَّامِ أَمْسِ فَمَاتَ بَغْتَةً بِنَوْبَةٍ قَلْبِيَّةٍ

مرنے والا ایک ڈاکٹر تھا، کل رات حمام میں دورانِ غسل دل کا دورہ پڑ جانے سے اس کی موت واقع ہوگئ

اچانک موت بہت خطرناک ہوتی ہے، انسان کو توبہ کرنے کا موقع بھی نہیں ملتا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اچانک اور بغیر توبہ موت سے محفوظ فرمائے، آمین، مجھ سے مزید چھان بین نہ ہوسکی پھر یہ سوچ کر خاموش رہا کہ ایسا نہ ہو کہ میرے منہ سے میت کے متعلق کوئی ایسی بات نکل جائے جو شرعاً غلط ہو۔



اس ہولناک موت نے مجھے از سرِ نو اپنی زندگی سنوارنے کا موقع فراہم کردیا، میں نے نمازوں اور روزوں کی حفاظت اور پابندی شروع کردی، میں اس شخص سے (جو یہ واقعہ پڑھے) امید کرتا ہوں کہ وہ بھی اپنا تعلق مع اللہ درست کرے گا۔ اپنے آپ کو گناہوں سے دور کرے گا، گناہ گار زندگی دراصل بری موت کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔



معصیت و نافرمانی کی حالت میں مرنا تو ایسے ہے جیسے انسان دنیا و آخرت دونوں میں ناکام ہوگیا ہو۔

بحوالہ: (موسوعة القصص الواقعه: 379)

موت کے وقت قرآن کو ماننے سے انکار کرنے والا بدنصیب

50 سید فتحی مجدی لکھتے ہیں کہ ایک قابل اعتماد دوست نے مجھے بتایا کہ اس کے دوست کا بھائی بہت بے دین اور سیکولر ذہن کے لوگوں کی طرح گندے اور کفریہ عقائد رکھنے والا تھا۔ اس کا بھائی اسے پند و نصیحت کرتا رہتا مگر اس پر اس کا کچھ اثر نہ ہوتا ہوا یہ کہ



یہ ملحد اور بے دین شخص ایک جان لیوا مرض ''کینسر'' میں مبتلا ہو گیا اس کا بھائی اس کے پاس آتا اور صراطِ مستقیم کی راہ دکھاتا۔

اسے امید تھی کہ اللہ اس کے بھائی کی موت آسان کردے گا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ اسکے مریض نے اس سے کہا کہ قرآن کریم لے آؤ۔ اس کا بھائی قرآن کریم کا نسخہ لے آیا تو اس کے بھائی نے قرآن کریم ہاتھ میں پکڑ کر کہا: کیا یہ قرآن کریم ہے؟ جواب دیا کہ ہاں! یہ قرآن کریم ہے۔ اس نے فوراً کہا:

لَا أُومِنُ بِهٰذَا الْقُرْآنِ فَمَاتَ عَلٰى تِلْكَ السَّاعَةِ

میں اس قرآن کو نہیں مانتا......!! اسی وقت اس کو موت آگئی......!!



ہم نے شروع بحث میں امام مجاہد رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے، اس میں وہ اسی بات کی نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مَا مِنْ مَيِّتٍ اِلَّا مُثِّلَ لَهٗ جُلَسَاءُ هٗ

''جب کوئی مرنے لگتا ہے تو اس کے دوست احباب اس کے سامنے کردیئے جاتے ہیں۔''

چونکہ مذکورہ بے راہ اور منحرف کی دوستی ان لوگوں سے تھی جو کفر بکتے، اللہ اور اس کے رسول اور کتاب اللہ کے خلاف گفتگو کرتے، دین اسلام کا مذاق اڑاتے اور دین دار لوگوں سے بھی ٹھٹھا کرتے، اس کیلئے اسی طرح کے برے لوگ اور ان کے ساتھ کی ہوئی مجالس کے احوال موت کے وقت اس کی آنکھوں کے سامنے کردیئے گئے اور ان کے اس تصور و خیال نے اسے دین کے خلاف بہکایا اور اپنے کفر و گمراہی پر ڈٹے رہنے پر اصرار کیا، اور یہ ان کی خیالی باتوں میں آ گیا۔

مختلف گناہوں کا ارتکاب کرنے والے نشئی وغیرہ ہر ایک کے متعلق آپ یہی کہہ سکتے ہیں کہ ان کی طرح کے برے لوگ ان کے دوست بن جاتے ہیں اور وہ نعوذ باللہ انہیں گناہوں پر مسلسل اکساتے رہتے ہیں۔

حوالہ: (بدکار کا عبرتناک انجام 181)

سید مجدی فتحی لکھتے ہیں کہ

مجھے ایک دفعہ خلیجی ممالک کی سیاحت کا اتفاق ہوا۔ اس دوران مجھے وہاں کام کرنے والوں نے ایک خلیجی کا عبرت ناک واقعہ سنایا۔ انہوں نے بتایا کہ ایک ساٹھ ستر سالہ شخص خلیج سے ان اخلاق باختہ اور شر و فساد کے مراکز میں آیا اور اس نے ایک ریسٹورنٹ میں کمرہ کرائے پر لیا۔

وہ وہاں کثرت سے شراب نوشی کرنے لگا۔ ایک دن اس نے خوب شراب پی، پھر مزید جام پر جام چڑھاتا رہا، حتیٰ کہ اس کی طبیعت متلانے لگی اور اس کی حالت خراب ہونے لگی لہٰذا وہ قے کیلئے لیٹرین میں گیا، مگر بے ہوش ہو کر وہیں گر گیا۔ کچھ وقت گزرا تو اس کے ساتھیوں نے دروازہ کھٹکھٹایا مگر دروازہ نہ کھلا۔

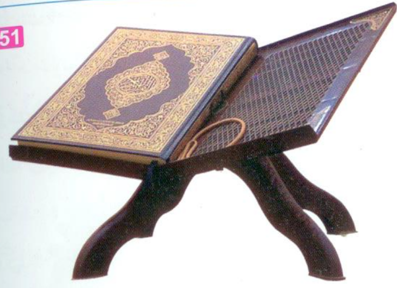
جب وہ دروازہ توڑ کر اندر داخل ہوئے تو کیا دیکھا کہ

فَاِذَا هُوَ مُتَلَّقٍ مَيْتاً وَ كَانَ جُثَّتَهٗ مُغَطّيً بِالنَّجَاسَةِ وَ كَانَ رَأْسُهٗ عِنْدَ مَخْرَجِ النَّجَاسَةِ وَ كَانَ رَمْزًا لِلْعِبْرَةِ

''وہ شخص مردہ حالت میں پڑا ہے۔ اس کا جسم غلاظت سے لت پت تھا اور اس کا سر نجاست کے اخراج والی جگہ پر تھا اور وہ عبرت کا نشان بن چکا تھا۔''

(حوالہ ایضا 185)

قرآن کو سینے سے لگا کر مرنے والا نوجوان



51 زمانہ حال میں ایک پارسا نوجوان کا مشہور واقعہ ہے۔ اس نوجوان نے اپنی ساری زندگی تبلیغ اسلام میں لگا دی۔ جوانی ہی میں وہ شدید بیمار ہو گیا تو اسے اسپتال لے جایا گیا بعض قریبی دوست بتاتے ہیں کہ جب اس کا آخری وقت قریب آیا تو اس نے قرآن کریم کا نسخہ مانگا،

بَعْدَ تِلَاوَةٍ قَلِيْلَةٍ وَضَعَ الْمُصْحَفَ عَلٰى صَدْرِهٖ وَ غَمَضَ عَيْنَيْهِ وَ تُوُفِّىَ إِلٰى رَحْمَةِ اللّٰهِ

"کچھ تلاوت کرنے کے بعد اس نے قرآن کریم اپنے سینے پر رکھ کر آنکھیں بند کیں اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔"

میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے رات کو اس نوجوان کی نماز جنازہ پڑھی تھی۔ ہمیں امید ہے کہ اس کا یہ اچھا انجام تھا۔

میرے پیارے بھائی، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کسی شخص پر ظلم نہیں کرتا۔ کیا مذکورہ واقعات اور قصے آپ پر واضح کرنے کیلئے کافی نہیں کہ انسان کا انجام اس کے پچھلے اعمال کے مطابق ہوتا ہے؟ اگر آپ کو اسی لمحے اچانک موت آجائے تو آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ کیا آپ اپنی اس حالت سے خوش اور مطمئن ہیں؟

کیا آپ اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجا لانے والے اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے رکنے والے ہیں؟



کیا آپ اپنے والدین سے حسن سلوک کرنے والے، رشتے داروں کے حقوق ادا کرنے والے اور اپنے رب سے ڈرنے والے ہیں؟

یا کہ پھر آپ گناہوں اور نافرمانیوں کی دلدل میں دھنسے ہوئے ہیں؟

محترم بھائی! انسان کا اچھا یا برا عمل اس کے اچھے یا برے انجام کا باعث بنتا ہے۔ جس نے ساری زندگی گناہوں اور نافرمانیوں میں گزاری اس کے بارے میں اندیشہ ہے کہ اس کا انجام برا ہوگا اور اس بدقسمت کا ٹھکانا جہنم ہوگا!!! ہاں! اب بھی وقت ہے کہ ہم بیدار ہو جائیں خلوص سے توبہ کر کے اللہ کے دین کے وفادار اور رسول اللہ ﷺ کے فرمانبردار ہو جائیں۔!!!

(حوالہ ایضا 185)

یہ آگ مجھے جلا رہی ہے مجھے اس سے بچاؤ

52 حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ ایک بیمار کے سرہانے تشریف فرما تھے جو قریب الموت تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کئی بار اسے کلمہ شریف پڑھنے کی تلقین فرمائی لیکن وہ دس گیارہ دس گیارہ" کی آوازیں لگاتا رہا جب اس سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو کہا

هُنَاكَ جَبَلٌ مِنْ نَارٍ أَمَامِىْ وَ عِنْدَمَا أُحَاوِلُ قِرَاءَةَ الْكَلِمَةِ فَتَنْدَفِعُ إِلَىَّ هٰذِهِ النَّارُ لِتُحْرِقَنِىْ

"میرے سامنے آگ کا پہاڑ ہے جب میں کلمہ شریف پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں تو یہ آگ مجھے جلانے کیلئے لپکتی ہے۔"

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں سے پوچھا: دنیا میں یہ کیا کام کرتا تھا؟ بتایا گیا کہ یہ سود خور تھا اور کم تولا کرتا تھا۔

(تذکرۃ الاولیاء: ص 320)



جہنم کی گہرائی میں جلنے والا شخص

آہ! سود خوروں اور ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی بربادی چند سکوں کی خاطر اپنے آپ کو جہنم کے شعلوں کی نذر کرنے کی حماقت کرنے والو سنو! سنو!

روح البیان میں نقل کیا گیا ہے جو شخص ناپ تول میں خیانت کرتا ہے قیامت کے روز اسے جہنم کی گہرائیوں میں ڈالا جائے گا اور دو پہاڑوں کے درمیان بٹھا کر حکم دیا جائے گا ان پہاڑوں کو ناپو اور تولو' جب تولنے لگے گا تو آگ اس کو جلا دے گی۔

(روح البیان ج 10 ص 364)

40 سال کی نماز منہ پر ماردی گئی

حضرت سیدنا امام بخاری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو نماز پڑھتے ہوئے رکوع اور سجود پورے ادا نہیں کرتا تھا۔ تو اس سے فرمایا، ''تم نے جو نماز پڑھی اگر اسی نماز کی حالت میں انتقال کر جاؤ تو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر تمہاری موت واقع نہیں ہوگی

(صحیح بخاری ج 1، ص 112)

سنن نسائی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہما نے پوچھا ''تم کب سے اس طرح نماز پڑھ رہے ہو؟ اس نے کہا چالیس سال سے۔ فرمایا تم نے چالیس سال سے بالکل نماز ہی نہیں پڑھی اور اگر اسی حالت میں تمہیں موت آ گئی تو دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں مرو گے۔



(سنن نسائی ج 2، ص 58 دار الجیل بیروت)

آٹے میں ملاوٹ کرنے والے کا بھیانک انجام

51 امام بیہقی رحمۃ اللہ نے ابن محمود سے روایت کی کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور کہا کہ ہم حج کیلئے آئے ہیں اور راستے میں ہمارا ساتھی مر گیا ہم نے اس کے لئے قبر کھودی تو لحد میں ایک مہیب کالا سانپ بیٹھا نظر آیا ہم نے وہ جگہ چھوڑ دی۔ اور دوسری جگہ دوسری قبر کھودی کیا دیکھا کہ اس قبر میں بھی وہی سانپ بیٹھا ہے۔ پھر ہم نے تیسری قبر کھودی تو اس میں بھی وہی سانپ نظر آیا۔

ہم حیران رہ گئے اور اب آپ کے پاس آئے ہیں کہ کیا کریں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا

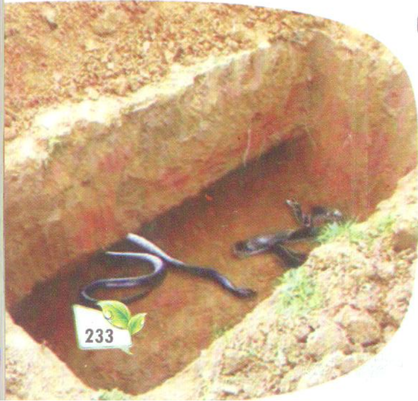
أُدْفِنُوهُ لَدَى الثَّعْبَانِ وَاللّٰهِ لَئِنْ حَفَرْتُمُ الْأَرْضَ لَهُ كُلَّهَا لَتَجِدُنَّ هٰذَا الثَّعْبَانَ

''تم سانپ کے پاس ہی اسے دفن کر دو۔ خدا کی قسم اگر تم ساری زمین بھی اس کیلئے کھودو گے تو یہ سانپ تمہیں ضرور نظر آئے گا''

چنانچہ ہم نے اس کیلئے ایک قبر کھود کر سانپ کے پاس ہی اسے دفن کر دیا۔ اور پھر واپسی پر اس کی بیوی سے اس کے حالات دریافت کئے تو پتہ چلا کہ وہ آٹے کا سوداگر تھا اور آٹے میں لکڑی کا برادہ ڈال کر بیچا کرتا تھا۔

(حیواۃ المحیوان ص 22، ج 1)

سبق: ہمارے پاکستان میں بھی اس قسم کے سوداگر پائے جاتے ہیں انہیں اپنے انجام کی فکر کرنی چاہئے۔



سور بننے والے نوجوان

54 تفسیر جمل میں ہے کہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اپنے مکتب میں بنی اسرائیل کے بچوں کو ان کے ماں باپ جو کچھ کھاتے اور جو کچھ گھروں میں چھپا کر رکھتے وہ سب بتا دیا کرتے تھے۔ جب والدین نے بچوں سے دریافت کیا کہ تمہیں ان باتوں کی کیسے خبر ہو جاتی ہے؟ تو بچوں نے بتا دیا کہ ہم کو حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام مکتب میں بتا دیتے ہیں۔ یہ سن کر ماں باپ نے بچوں کو مکتب جانے سے روک دیا۔

اور کہا کہ حضرت عیسیٰ معاذ اللہ جادوگر ہیں۔ جب حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بچوں کی تلاش میں بستی کے اندر داخل ہوئے تو بنی اسرائیل نے اپنے بچوں کو ایک مکان کے اندر چھپا دیا اور کہہ دیا کہ بچے یہاں نہیں ہیں۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا کہ گھر میں کون ہیں؟ تو شریروں نے کہہ دیا کہ گھر میں خنزیر بند ہیں۔

تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ

إِذًا فِيهَا خَنَازِيرُ فَلَمَّا فَتَحَ الْبَابَ فَإِذَا هُمْ خَنَازِيرُ

''اچھا خنزیر ہی ہوں گے۔ چنانچہ لوگوں نے اس کے بعد جب مکان کا دروازہ کھولا تو مکان میں سے سُوَّر ہی نکلے''

اس بات کا بنی اسرائیل میں چرچا ہو گیا اور ان لوگوں نے غصے میں آکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شہید کرنے کا منصوبہ بنا لیا۔ یہ دیکھ کر حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت سیدنا بی بی مریم رضی اللہ عنہا آپ علیہ السلام کو ساتھ لے کر مصر ہجرت کر گئیں اور اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریروں کے شر سے محفوظ رہے۔

حوالہ: (تفسیر جمل ج 1 ص 20
عجائب القرآن ص 73)



بے نمازی کی نحوست سے درخت سوکھ گئے

55 ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایسی بستی پر ہوا جس میں نہایت سرسبز شاداب اشجار لہلہا رہے تھے اور صاف اور ستھرے پانی کے چشمے ابل رہے تھے۔ بستی والوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی انتہائی عظمت و تعظیم کی اور حضرت علیہ السلام کو اس بستی کے رہنے والوں کے حسن عبادت سے تعجب ہوا۔

اس کے تین سال بعد پھر حضرت علیہ السلام کا گزر اس بستی سے ہوا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے تمام درخت سوکھے کھڑے ہیں اور پانی کے چشمے بھی خشک ہو گئے ہیں اور بستی کے تمام مکانات چھتوں کے بل گر پڑے ہیں۔ اب اس بستی کا یہ حال دیکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انتہائی حیرت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے ان کو مطلع کیا کہ

يَا عِيسٰى إِنَّمَا سَبَبُ خَرَابِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ أَنَّهُ مَرَّبِهَا مَرَّةً تَارِكُ صَلَاةٍ فَغَسَلَ وَجْهَهُ مِنْ إِحْدٰى عُيُوْنِهَا فَجَفَّتْ الْيَنَابِيْعُ وَالْأَشْجَارُ وَ خَرِبَتِ الدِّيَارُ

''اے عیسیٰ علیہ السلام اس بستی کے اجڑنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ یہاں سے کسی بے نمازی کا گزر ہوا جس نے بستی کے ایک چشمے سے منہ دھو لیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بستی کے تمام چشمے خشک ہو گئے درخت سوکھ گئے اور مکانات ویران و تباہ ہو گئے''

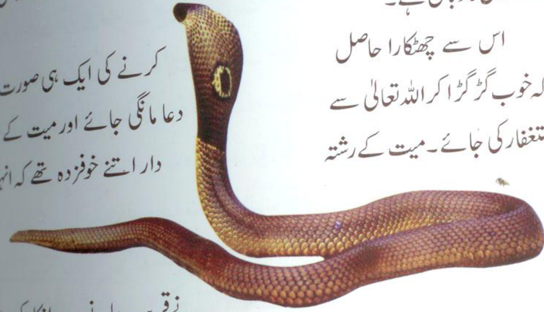
اے عیسیٰ علیہ السلام! جب نماز کا چھوڑ دینا دین کے ڈھے جانے کا سبب ہو سکتا ہے تو پھر دنیا کی ویرانی کا سبب کیوں نہ ہوگا۔

(خیر المونس)



سانپ کی شکل اختیار کرنے والے گناہ

56 سرگودھا شہر کا واقعہ ہے کہ ایک مکان سے بہت سے مرد اور عورتیں خوفزدہ ہوکر نکل رہے تھے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہاں ایک آدمی فوت ہوگیا ہے۔ اور اس کے تمام رشتہ دار اکھٹے تھے ابھی مردہ کو نہلانے کی تیاری ہورہی تھی کہ ایک بہت بڑا سانپ کہیں سے نکل آیا اور اس نے میت کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ جس کی وجہ سے میت کے رشتہ دار گھر سے باہر نکل آئے۔ میت کے لواحقین کو بتایا گیا کہ یہ سانپ نہیں بلکہ اس میت کے اعمال کا وبال ہے۔



اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی ایک ہی صورت ہے کہ خوب گڑ گڑا کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی جائے اور میت کے لئے استغفار کی جائے۔ میت کے رشتہ دار اتنے خوفزدہ تھے کہ انہوں نے قریب جانے سے انکار کردیا۔

بہرحال استغفار اور ذکر واذکار کے کچھ دیر بعد وہ سانپ غائب ہوگیا۔

چنانچہ میت کو نہلایا اور کفن پہنایا۔ جب میت کو دفن کرنے کیلئے قبر کے پاس لے جا کر رکھا تو دیکھا کہ ایک بڑا سانپ قبر میں موجود ہے جو کہ قبر کھودتے وقت وہاں نہیں تھا بڑی مشکل سے میت کو قبر میں اتارا گیا۔

چنانچہ وہ لوگ جلدی سے قبر بند کر کے واپس آ گئے۔

(روزنامہ پاکستان 13 دسمبر 1992)

شیطان کفر پر موت کس طرح کرواتا ہے

57 صوفیاء نے لکھا ہے کہ بغیر علم کے عابد کو شیطان کچے تاگے (یعنی کمزور دھاگے) کی ام ڈالتا ہے۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ بعد نماز عصر شیاطین سمندر پر جمع ہوتے ہیں۔ سمندر کے بیچ میں ابلیس کا تخت بچھا ہوا ہوتا ہے شیاطین کی کارگزاری پیش ہوتی ہے کوئی کہتا ہے: میں نے آج اتنے لوگوں کو شرابیں پلائیں، کوئی کہتا ہے، میں نے اتنے زنا کرائے۔ کسی نے کہا میں نے

مَنَعَ الْيَوْمَ طَالِبُ عِلْمٍ فُلَانًا مِنْ دِرَاسَتِهٖ

"آج فلاں طالب علم کو دین پڑھنے سے باز رکھا"

شیطان یہ سنتے ہی تخت پر سے اچھل پڑا اور اس کو گلے سے لگا لیا اور کہا انت انت یعنی بس تو نے زوردار کام کیا اور شیاطین یہ کیفیت دیکھ کر جل گئے کہ انہوں نے اتنے بڑے بڑے کام کئے ان کو کچھ نہ کہا اور اس شیطان کے چیلے کو طالب دین کو صرف ایک چھٹی کروادینے پر اتنی شاباش دی ابلیس بولا:

تمہیں نہیں معلوم جو کچھ تم نے کیا، سب اسی (علم دین پڑھنے سے روکنے والے) کا صدقہ ہے۔ اگر قرآن وحدیث کا علم ہوتا تو وہ لوگ گناہ نہ کرتے۔ بتاؤ! وہ کون سی جگہ ہے جہاں سب سے بڑا عابد (عبادت گزار) رہتا ہے مگر وہ عالم نہیں۔



انہوں نے ایک مقام کا نام لیا۔ صبح کو قبل طلوع آفتاب ابلیس اپنے چیلے شیاطین کو لے ہوئے اس مقام پر پہنچا اور شیاطین مخفی چھپے رہے اور یہ ابلیس انسان کی شکل بن کر رستہ پر کھڑا ہوگیا۔ عابد صاحب تہجد کی نماز کے بعد نماز فجر کے واسطے مسجد کی طرف تشریف لائے۔ راستہ میں ابلیس کھڑا ہی تھا، حضرت مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے۔ عابد صاحب نے فرمایا: جلد پوچھو، مجھے نماز کو جانا ہے۔ اس ابلیس نے اپنی جیب سے ایک شیشی نکال کر پوچھا: کیا اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ ان آسمانوں اور زمینوں کو اس چھوٹی سی شیشی میں داخل کردے؟

عابد صاحب نے سوچا اور کہا ''کہاں آسمان و زمین اور کہاں یہ چھوٹی سی شیشی!'' (ابلیس) بولا: بس یہی پوچھنا تھا تشریف لے جائیے اور پھر اپنے چیلے شیاطین سے کہا:

دیکھو میں نے اس عابد کی راہ ماردی اس کو اللہ کی قدرت پر ہی ایمان نہیں عبادت کس کام کی۔ طلوع آفتاب کے قریب عالم صاحب جلدی کرتے ہوئے تشریف لائے اس ابلیس نے کہا: مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے انہوں نے فرمایا: جلدی پوچھو نماز کا وقت کم ہے۔

اس نے وہی سوال کیا سن کر عالم صاحب نے فرمایا ملعون! تو ابلیس معلوم ہوتا ہے

وَيْحَكَ إِنَّهُ لَقَدِيْرٌ هٰذِهِ الْقَارُوْرَةُ لَكَبِيْرَةٌ جِدًّا وَ إِنْ اَرَادَهُ اللّٰهُ أَدْخَلَ عَشَرَاتَ أَلْفِ أَلْفِ أَرْضٍ وَّ سَمَاءٍ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ

''ارے! وہ قادر ہے کہ یہ شیشی تو بہت بڑی ہے ایک سوئی کے ناکے کے اندر اگر چاہے تو کروڑوں آسمان و زمین داخل کردے''

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

ترجمہ: بے شک اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

(پ 1 البقرہ 20)

عالم صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد شیاطین سے (ابلیس) بولا: دیکھو! یہ عالم کی برکت ہے۔

60 سال تک بیت اللہ میں عبادت اور کفر پر موت

58 حضرت سیدنا سفیان ثوری رحمۃ اللہ اور حضرت سیدنا شیبان راعی رحمۃ اللہ دونوں ایک جگہ اکٹھے ہوئے۔ سیدنا سفیان ثوری رحمۃ اللہ ساری رات روتے رہے۔ سیدنا شیبان راعی رحمۃ اللہ نے سبب گریہ دریافت کیا تو فرمایا:

اِنَّمَا يُبْكِيْنِيْ مَخَافَةُ سُوْءِ الْخَاتِمَةِ تَعَلَّمْتُ مِنْ شَيْخٍ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً لٰكِنْ كَانَتْ خَاتِمَتُهُ عَلَى الْكُفْرِ

''مجھے برے خاتمے کا خوف رلا رہا ہے۔ آہ میں نے ایک شیخ سے چالیس سال علم حاصل کیا۔ (اس نے ساٹھ سال تک مسجد الحرام میں عبادات کی) مگر اس کا خاتمہ کفر پر ہوا''

سیدنا شیبان راعی رحمۃ اللہ نے کہا اے سفیان! وہ اس کے گناہوں کی شامت تھی آپ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہرگز مت کرنا۔

حوالہ: (سبع سنابل ص34)

موت کے وقت شیطان والدین کے روپ میں

59 امام غزالی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ جب انسان نزع کے عالم میں ہوتا ہے تو دو شیطان اس کے دائیں بائیں آ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ دائیں طرف والا شیطان اس کے والد کا روپ دھار کر کہتا ہے بیٹا! دیکھ میں تیرا مہربان و شفیق باپ ہوں میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو نصاریٰ کا مذہب اختیار کر کے مرنا کیوں کہ وہی سب سے بہترین مذہب ہے۔ بائیں جانب والا شیطان مرنے والے کی ماں کی صورت میں آتا ہے اور کہتا ہے

وَلَدِیَ الْعَزِیْزِ أَسْكَنْتُكَ فِیْ بَطْنِیْ وَأَرْضَعْتُكَ لَبَنِیْ وَ حَضَنْتُكَ فِیْ حِجْرِیْ یَا بُنَیَّ أَنْصَحُ لَكَ أَنْ تَمُوْتَنَّ عَلَی الْیَهُوْدِیَّةِ فَهُوَ خَیْرُ دِیْنٍ

''میرے لال میں نے تجھے اپنے پیٹ میں رکھا، اپنا دودھ پلایا اور اپنی گود میں پالا ہے۔ پیارے بیٹے! میں نصیحت کرتی ہوں یہودی مذہب اختیار کر کے مرنا یہی سب سے اعلیٰ مذہب ہے'' (التذکرۃ للقرطبی ص 38 دار الکتب العلیمۃ بیروت)

اگر موت کی تکالیف کا ایک قطرہ تمام آسمان و زمین میں رہنے والوں پر ٹپکا دیا جائے تو سب مر جائیں۔

(شرح الصدور، ص 32 دار الکتب العلمیۃ بیروت)



اب ایسی نازک حالت میں جب ماں باپ کے روپ میں شیاطین بہکاتے ہوں گے اس وقت انسان کو اسلام پر ثابت قدم رہنا کس قدر دشوار ہو جاتا ہوگا۔ ''کیمیائے سعادت'' میں ہے حضرت سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے خدا کی قسم! کوئی شخص اس بات سے مطمئن نہیں ہو سکتا کہ مرتے وقت اس کا اسلام باقی رہے گا یا نہیں! (کیمائے سعادت ج 2 ص 825)



موت کے وقت شیطان دوستوں کی شکل میں

60 امام محمد غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں سکرات کے وقت شیطان اپنے چیلوں کو مرنے والے کے دوستوں اور رشتے داروں کی شکلوں میں لے کر آ پہنچتا ہے۔ یہ سب کہتے ہیں بھائی! ہم تجھ سے پہلے موت کا مزہ چکھ چکے ہیں مرنے کے بعد جو کچھ ہوتا ہے اس سے ہم اچھی طرح واقف ہیں۔

اب تیری باری ہے، ہم تجھے ہمدردانہ مشورہ دیتے ہیں کہ تو یہودی مذہب اختیار کر لے کہ یہی دین اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہے۔ اگر مرنے والا ان کی بات نہیں مانتا تو اسی طرح دوسرے احباب کے روپ میں شیاطین آ کر کہتے ہیں تو نصاریٰ کا مذہب اختیار کر لے کیونکہ اسی مذہب نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین کو منسوخ کیا تھا۔

یوں ہی اعزہ و اقرباء کی شکل میں جماعتیں آ کر مختلف باطل فرقوں کو قبول کر لینے کے مشورے دیتی ہیں۔ تو جس کی قسمت میں حق سے منحرف ہونا (یعنی پھر جانا) لکھا ہوتا ہے وہ اس وقت ڈگمگا جاتا اور باطل مذہب اختیار کر لیتا ہے۔

(الدرۃ الفاخرۃ فی کشف علوم الآخرۃ ص 511 معہ مجموعۃ رسائل الامام الغزالی دار الفکر بیروت)



علماء فرماتے ہیں کہ ایمان کا معاملہ بے حد حساس ہے۔ عقائد ونظریات بگڑ جانے یا الفاظ کفر کی تحسین یا افعال ارتداد کے ارتکاب کے سبب ایمان ضائع ہوگیا تو کیا ہوگا! سیدنا امام قرطبی رحمۃ اللہ نقل فرماتے ہیں کہ (سکرات کے وقت) شیطان دائیں جانب سے آتا ہے اور یہودی دین کا اچھا ہونا بیان کرتا ہے۔

اور اس کے باپ کا روپ دھار کر یہودی مذہب قبول کرنے کیلئے اکساتا ہے اگر قبول نہ کرے تو پھر شیطان بائیں جانب سے آتا ہے اور اس کی ماں کا روپ دھار کر عیسائیوں (کرسچنوں) کا مذہب قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے اور بعض روایات میں یہ ہے کہ شیطان ایسے موقع پر پانی کا پیالہ لے کر آتا ہے کہ

لَئِنْ قُلْتَ مَا أَقُوْلُ وَ كَفَرْتَ بِرَبِّكَ فَهٰذَا الْكَأْسُ لَكَ

"اگر تو وہ کہہ دے جو میں کہہ رہا ہوں اور دعوت کفر دے رہا ہوتا ہے (یعنی تو اسلام چھوڑ کر کافر ہو جائے) تو پیالہ تجھے پیش کر دوں گا۔"

(بريقة محمودية فی شرح طريقة محمدية ج 1 ص 75)



بیت الخلاء میں مرنے والا بدنصیب

61 پچیس سالہ نوجوان چند سالوں سے سگریٹ کا عادی ہو چکا تھا......ایک دن اچانک اسے دل کا دورہ پڑا اور علاج کیلئے اسپتال داخل کرادیا گیا۔ چند دنوں تک جدید طبی الیکٹرانک مشینوں کے ذریعے اس کے مرض کی تشخیص ہوتی رہی......نوجوان کے علاج پر مامور ڈاکٹر نے نوجوان مریض کے لئے یہ نسخہ تجویز کیا کہ وہ بیڑی سگریٹ کا استعمال ترک کردے کیونکہ اس کی بیماری کا اصل سبب سگریٹ نوشی ہی ہے۔

نیز ڈاکٹر نے نوجوان کے ذمہ داران کو تنبیہ کی کہ اس مریض کی عیادت کیلئے آنے والے لوگوں پر کڑی نگرانی رکھی جائے تاکہ وہ چپکے سے اسے بیڑی سگریٹ مہیا نہ کردیں۔

نوجوان کی صحت رفتہ رفتہ اچھی ہونے لگی اور اس کی جسمانی چستی ونشاط بحال ہوگئی



......لیکن وہ ڈاکٹر کی تعلیمات کی مسلسل پابندی کرنے کی بجائے صحت بحال ہوتے ہی پھر سگریٹ نوشی کرنے لگا اور اس کا دوبارہ عادی بن گیا۔

ایک دن یہ نوجوان گھر سے اچانک غائب ہو گیا......

فَلَمَّا طَلَبَهُ أَهْلُ بَيْتِهِ فَإِذَا هُوَ مَيِّتٌ فِي الْخَلَاءِ وَ فِي يَدِهِ سِيجَارَةٌ

''گھر والوں نے اسے ڈھونڈا تو وہ بیت الخلاء کے اندر دم توڑ چکا تھا اور اس کے ہاتھ میں سگریٹ موجود تھی''



یہ افسوسناک قصہ ہم نے اس لئے بیان کیا ہے تاکہ ہر سگریٹ نوش کیلئے درس عبرت ہو اور وہ اس سم قاتل سے اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرے اور سگریٹ نوشی کی گندی عادت سے باز آجائے۔!

گستاخ رسول ﷺ پادری کی ہلاکت پر چالیس ہزار عیسائی مسلمان ہو گئے

62 ہلاکو خان کے دور میں عیسائیوں نے منگولیوں کے ایک سردار کے عیسائیت اختیار کرنے کے موقع پر ایک عظیم الشان محفل کا انعقاد کیا۔ اس موقع پر ایک عیسائی پادری کو انہوں نے خصوصی طور پر تقریر کرنے کیلئے بلایا۔ جب وہ تقریر کر رہا تھا تو

وَ خِلَالَ خُطْبَتِهِ جَعَلَ الْقِسُّ الْمَسِيْحِيُّ يَقُوْلُ كَلِمَاتٍ فَظٍّ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

''تقریر کے دوران اس عیسائی پادری نے نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں بے ادبی کے کلمات کہنا شروع کر دیئے۔''

اللہ تعالیٰ کی شان جونہی اس بد بخت عیسائی پادری نے نبی اکرم ﷺ کی شان میں نازیبا کلمات کہنا شروع کئے تو پاس ہی ایک بندھا ہوا کتا اس پادری پر جھپٹ پڑا۔ لوگوں نے بڑی مشکل سے بیچ بچاؤ کرایا اور ایک شخص اس عیسائی پادری کے پاس جا کر کہنے لگا کہ جناب! محمد ﷺ کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے یہ کتا تم پر حملہ آور ہوا ہے۔



اس عیسائی پادری نے طنزیہ انداز میں کہا کہ نہیں یہ کتّا بڑا خوددار ہے میں چونکہ تقریر کے دوران اپنے ہاتھ ادھرادھر کر رہا تھا اس کی عزت نفس نے میرے ہاتھ کے یوں یوں والے اشارے کو دیکھ کر یہ خیال کیا کہ شاید میں اسے مارنا چاہتا ہوں یہ دیکھ کر اس نے بھونکنا شروع کر دیا۔

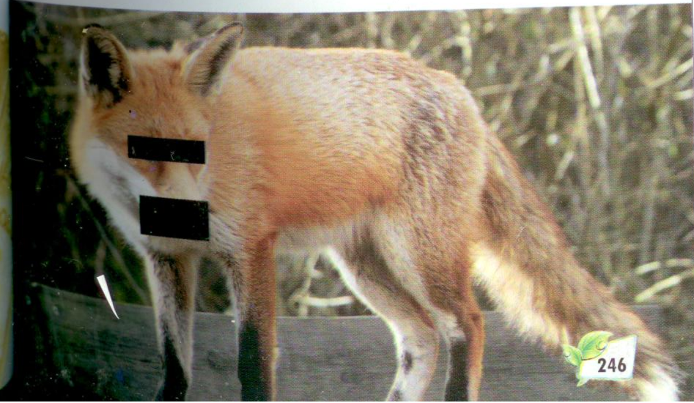
خیر پھر اس عیسائی پادری نے دوبارہ تقریر شروع کر دی تقریر کرتے کرتے اب دوسری مرتبہ اس نے پھر نبی کریم ﷺ کی شان میں پہلے سے بھی زیادہ بدگوئی گستاخی کرنا شروع کر دی۔

فَلَمَّا رَأٰى كَلْبُ ذَالِكَ كَسَرَ الْحَبْلَ وَ وَثَبَ عَلىٰ الْقِسِّ وَ ثَقَبَ أَنْيَابَهُ فِيْ عُنُقِهِ

''یہ دیکھ کر اب تو کتا اپنی رسی توڑ کر شیر کی طرح چھلانگ لگا کر اس گستاخ عیسائی پادری پر جھپٹ پڑا اور اپنے نوکیلے دانت اس کی گردن میں گاڑ دیئے۔''

نتیجتاً وہ بدبخت شخص اس طرح جہنم رسید ہوا۔ اس عجیب وغریب منظر کو دیکھ کر چالیس ہزار منگولی محمد ﷺ کا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔

(الدر المنشور لابن حجر جلد 2، حواله : بے ادب بے نصیب 85)



تکبر نے امیر کو فقیر بنا دیا

63 ایک آدمی کو اللہ نے اتنی زرعی زمین دی کہ تین ریلوے اسٹیشن اس کی زمین میں بنے ہوئے تھے۔ یعنی پہلا ریلوے اسٹیشن بھی اس کی زمین میں دوسرا بھی اس کی زمین میں اور تیسرا بھی اس کی زمین میں تھا۔ جاگیر کا مالک کروڑوں پتی بندہ تھا۔ ایک مرتبہ دوستوں کے ساتھ شہر کے مرکزی چوک میں کھڑا ہوا باتیں کر رہا تھا دوستوں نے کہا کہ کاروبار کی کچھ پریشانیاں ہیں۔

وہ ذرا موڈ میں آ کے کہنے لگا ''او! بھوکے ننگو، تمہارے پلے ہے ہی کیا'' کبھی کبھی جب پیٹ بھر کھانے کو مل جاتا ہے نا تو بندہ خدا کے لہجے میں بولنا شروع کر دیتا ہے۔ اس نے دوستوں کو کہا کہ تم پریشان رہتے ہو کہ آئے گا کہاں سے اور میں تو پریشان پھرتا ہوں کہ لگاؤں گا کہاں۔ بس یہ عجب کا بول اللہ تعالیٰ کو ناپسند آ گیا۔ بیمار ہو گیا اور چند مہینوں کے بعد خود تو دنیا سے رخصت ہوا اور ایک بیٹا پیچھے چھوڑا۔

جوان العمر بیٹا جب سر پر باپ نہیں اور کروڑوں کا سرمایہ ہاتھ میں ہے تو پھر اس کے



کئی الٹے سیدھے دوست بن گئے۔ اس کو انہوں نے شراب اور شباب والے کاموں میں لگا دیا۔ اب جوانی بھی لٹ رہی ہے مال بھی لٹا رہا ہے وہ اپنی مستیاں اڑا رہا ہے۔ کسی نے اس کو یہاں سے لاہور کا راستہ دکھا دیا پھر کسی نے لاہور سے کراچی کا راستہ دکھا دیا، کسی نے اس کو جوئے خانے کا راستہ دکھا دیا۔ کسی نے کہا کہ کیا تم پاکستان میں پڑے ہو چلو باہر کسی دوسرے ملک چلتے ہیں اور اس نے اسے بنکاک کا راستہ دکھا دیا۔

پانی کی طرح اس نے پیسہ بہایا اور جوئے میں تو کروڑوں ہارے حتی کہ جتنا روپیہ بنک میں تھا سارا جوئے میں لگ گیا۔ زمینیں بکنا شروع ہو گئیں آہستہ آہستہ ایک ایک مربع زمین بکتی گئی اور وہ اس زمین کی رقم جوئے میں لگاتا گیا ایک وقت وہ آیا جب ساری زمینیں بک گئیں پھر وہ وقت آیا کہ وہ نوجوان جس گھر رہتا تھا اس گھر کو بھی بیچنا پڑا۔ اب اس کے پاس اپنا گھر نہیں تھا کھانے کیلئے اس کے پاس کچھ نہیں تھا۔ جس جگہ پر اس کے باپ نے بڑا بول بولا تھا اس کا بیٹا اسی جگہ پر آ کر کھڑا ہوتا اور لوگوں سے بھیک مانگا کرتا تھا۔ اللہ اکبر کبیرا۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا

(حوالہ خطبات فقیر 184)



بھیانک موت! دفن ہونے سے پہلے عذاب شروع ہوگیا

64 مارشل اسٹالن تاریخ کا سب سے پہلا ملحدانہ (مذہب سے عاری) نظام کا سربراہ تھا۔ وہ روس کا حکمران تھا 1879ء میں پیدا ہوا اور 1954ء میں مرا۔ اس کا نظام حکومت کیمونزم پر مبنی تھا، جس میں خدا رسول اور تمام مذاہب کا سرے سے انکار کیا جاتا ہے۔ اسے 30 سال تک مکمل حکومت کرنے کا موقع ملا مگر اس کی موت اس قدر بھیانک حالات میں ہوئی کہ اس کی اکلوتی لڑکی نے دہریت چھوڑ کر مذہبی زندگی اختیار کر لی، وہ کہتی ہے "میرا باپ ایک مشکل اور بھیانک موت مرا یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے کسی شخص کو خوفناک طور پر مرتے ہوئے دیکھا ہیمورج (خون کا نکلنا) آہستہ آہستہ اس کے دماغ کے بعض حصوں میں پھیل رہا تھا حالانکہ اس کا دل صحت مند اور مضبوط تھا۔

اس نے سانس کے مرکز کو بتدریج متاثر کیا اور اس کی وجہ سے گلا گھٹنے کی سی کیفیت پیدا ہوئی۔ اس کی سانس کم سے کم ہوتی جا رہی تھی آخری 12 گھنٹوں میں آکسیجن کی کمی بڑی سنگین تھی۔ اسکا چہرہ بدل گیا کالا ہو گیا۔





اس کے ہونٹ بھی سیاہ پڑ گئے اور شکل پہچاننا مشکل ہوگئی۔ آخری لمحات میں اس پر اختناق کی کیفیت طاری تھی موت کی تکلیف ہولناک تھی۔ دیکھنے والے کو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کا گلا گھونٹا جا رہا ہو۔ بالکل آخری لمحات میں اچانک اس نے آنکھ کھول دی اور کمرے کے ہر شخص پر ایک نظر ڈالی یہ دیکھنے والا منظر بھی بڑا بھیانک تھا وہ باؤلا ہو رہا تھا یا غصے میں تھا۔

اس پر دہشت طاری تھی۔ اس کی نظر ایک سیکنڈ میں سب کے اوپر سے گزر گئی۔ تب ایک ہولناک اور ناقابل فہم واقعہ ہوا جسے میں آج تک نہیں بھلا سکی اور نہ سمجھ سکی۔ اس نے اچانک اپنا دایاں ہاتھ اٹھایا جیسے وہ اوپر کسی چیز کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہو اور کوئی آتا ہوا عذاب ہم سب پر ڈال دینا چاہتا تھا۔ اشارہ ناقابل فہم تھا اور خوف سے بھرا ہوا تھا۔ کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ وہ کس کی طرف یا کس چیز کی جانب اشارہ کرنا چاہتا تھا۔ اگلے لمحہ اسے ایک جھٹکا لگا اور جان اس کے جسم سے نکل گئی۔'' یہ ہے اللہ کو نہ ماننے والوں کا انجام۔

معصوم کُتیا کو مارنے پر کروڑوں کی فصل جل گئی

یہ واقعہ غالباً دو سال پہلے ہوا۔ ہوا یہ کہ ایک زمیندار نے تقریباً چالیس ایکڑ گنے کی فصل کاشت کی، فصل تیار ہوگئی تو اس نے اپنے ملازمین سے کہا: ''گنے سے گڑ اور شکر تیار کرو، چنانچہ کام شروع ہوگیا ایک دن عصر کے وقت زمیندار صاحب خود موٹر سائیکل پر معائنے کی غرض سے کھیتوں میں تشریف لائے۔ ادھر چونکہ گڑ وغیرہ تیار ہو رہا تھا اس لئے آوارہ قسم کے کتے بھی آس پاس موجود تھے۔

ایک کتیا نے خان صاحب پر بھونکنا شروع کر دیا۔ بس اتنی سی بات پر خان صاحب جلال میں آگئے اور ملازمین کو گالیاں بکنے لگے۔ کافی دیر تک گالیاں بکنے کے بعد بھی ان کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا تو انہوں نے ملازمین کو حکم دیا کہ اس کتیا کو فوراً پکڑا جائے تاکہ گستاخی کی سزا دی جاسکے۔

بس کام بند کر کے تمام ملازمین اس کتیا کے پیچھے بھاگے اور تقریباً آدھ گھنٹے کی تگ و دو کے بعد آخر کار اس بے زبان جانور کو پکڑ لیا گیا اور اچھی طرح رسیوں سے جکڑ کر خان صاحب کے حضور پیش کر دیا۔





خان صاحب نے اس بندھی ہوئی کتیا کو ڈنڈا لے کر مارنا شروع کیا اور بڑی بے دردی سے مارا مگر پھر بھی غصہ ٹھنڈا نہ ہوا۔ آخر ایک ملازم کو حکم دیا کہ میرے موٹر سائیکل کی ٹنکی کے نیچے صفائی والا کپڑا نکال کر ٹنکی کے پیٹرول سے بھگو کر لاؤ۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور وہ پیٹرول سے بھیگا ہوا کپڑا اس کتیا کی دم پر لپیٹ دیا گیا۔ اب خان صاحب نے بذات خود اسے ماچس سے آگ لگا دی۔

اب بیچاری کتیا شدت تکلیف سے چیخنے اور ادھر ادھر لڑھکنے لگی اسی دوران اتفاق سے وہ رسی جس سے اسے باندھا گیا تھا ٹوٹ گئی اور وہ بھاگتی ہوئی سیدھی گنے کے کھیت میں گھس گئی کھیت کو فوراً ہی آگ لگ گئی کیونکہ فصل پک جانے کے بعد کماد کے پتے خشک ہو جاتے ہیں اب کھیت جلنے لگا انہوں نے آگ بجھانے کی بڑی کوشش کی مگر جیسے جیسے وہ کتیا آگے بھاگتی گئی آگ مزید پھیلتی گئی۔

لوگ اکھٹے ہونا شروع ہو گئے بڑی مشکلوں سے آگ پر قابو پایا تو اس وقت تک تقریباً آٹھ ایکڑ گنا جل چکا تھا اور خان صاحب ہونقوں کی طرح کھڑے اپنی جلی ہوئی فصل دیکھ رہے تھے۔

سچ ہے ظلم ایک نہ ایک دن ضرور اپنا بدلہ لیتا ہے چاہے وہ کسی بھی شکل میں ہو۔

گستاخ صحابہ کو قتل کرنے والا خوش نصیب گدھا!

66 حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پوتے اسماعیل بن حماد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے محلے میں ایک چکی پیسنے والا رہتا تھا جو نہایت غالی قسم کا شیعہ تھا۔ اس نے ایک مرتبہ یہ حرکت کی کہ اپنے دو خچروں میں سے ایک کا نام ''ابوبکر'' اور ایک کا نام ''عمر'' رکھ دیا۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ کچھ ہی عرصہ کے بعد انہی خچروں میں سے ایک نے اسے دولتیاں مار کر ہلاک کر دیا میرے دادا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے حاضرین مجلس سے کہا کہ

اِذْهَبْ وَانْظُرْ فَاِنَّ الْحِمَارَ الَّذِیْ قَتَلَهٗ مَا سَمَّاهُ عُمَرَ فَذَهَبُوْا فَاِذَا هُوَ كَذَالِكَ

ذرا جا کر دیکھو، جس خچر نے اسے قتل کیا ہے وہ ہوگا جس کا نام اس نے عمر رکھا تھا۔ لوگوں نے جا کر تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ واقعتاً وہی خچر تھا۔

(حیاۃ الحیوان ص 130 جلد اول)



والدین کے گستاخ کو قبر نے قبول کرنے سے انکار کر دیا



67 حافظ آباد میں والدین کے گستاخ کو زمین نے قبول کرنے سے انکار کر دیا معلوم ہوا ہے کہ گوجرانوالہ کا رہائشی اسلم قریشی انتقال کر گیا۔ دفنانے کیلئے جب اسے قبرستان لے جایا گیا تو چھ دفعہ قبر کھودی گئی لیکن اسے دفنانے کے وقت زمین دوبارہ مل جاتی۔ والدین کی طرف سے معاف کرنے کے بعد ساتویں مرتبہ قبر کھودنے پر مرحوم کو زمین نے قبول کرلیا۔

وَكَانَ الْمُتَوَفّٰى يَدْعُوْ وَالِدَيْهِ بِاِسْمِ كَلْبَةٍ وَكَلْبٍ وَيَقُوْلُ لِزَوْجَتِهٖ اِرْمِىْ اِلَى الْكَلْبِ وَالْكَلْبَةِ قِطَعًا مِنَ الْخُبْزِ

بتایا گیا ہے کہ مرحوم اپنے والدین کو کتیا اور کتے کے لقب سے پکارتا تھا اور اپنی بیوی کو کہتا تھا کہ کتے اور کتیا کو روٹی کے ٹکڑے پھینک آؤ

جنازہ میں شریک لوگوں اور عزیزوں نے مرحوم کے والدین کو اسے معاف کرنے کیلئے کہا اور جب اس کے والدین نے اسے معاف کیا تب اسے زمین نے قبول کرلیا۔

(روزنامہ نوائے وقت 6 جمادی الثانی 1422ھ 26 اگست صفحہ 16 کالم 7)

موت کے وقت کتے کی طرح بھونکنے والا بدنصیب

ابن عساکر نے حضرت اعمش رحمۃ اللہ سے روایت بیان کی کہ ایک شخص نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر انور پر پاخانہ کر دیا وہ پاگل (مجنون) ہو گیا اور کتوں کی طرح بھونکتا تھا۔ جب وہ مر گیا تو اسی کی قبر سے چیخنے اور کتوں کی طرح بھونکنے کی آوازیں آتی تھیں۔

(حوالہ شرح الصدور مصنف علامہ جلال الدین رحمۃ اللہ)

حرام کمائی نے پراسرار بیماری میں مبتلا کر دیا

عبدالغنی فاروق صاحب مکافات عمل میں لکھتے ہیں کہ وہ منظر جسے میں کبھی فراموش نہیں کر پایا اس کا تعلق غلہ منڈی سیالکوٹ سے ہے۔

میں نے 1959ء میں میٹرک کیا اور جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ میں داخلہ لے لیا چونکہ گاؤں سیالکوٹ سے خاصا دور تھا اس لئے عام حالات میں روزانہ ریل گاڑی پر سفر کر لیتا تھا لیکن سردیوں میں مجھے مجبوراً شہر ہی میں قیام کرنا ہوتا تھا۔ پہلے سال کی بات ہے میں کمڑیال کے ایک کلاس فیلو کے ساتھ ان کے رشتہ داروں کے ایک مکان میں مقیم تھا۔





یہ کمرہ غلہ منڈی سیالکوٹ میں تھا اور اس میں چار پائیوں کے نیچے کسی چیز سے بھری ہوئی بوریاں بھی پڑی ہوئی تھیں۔

میں نے اپنے دوست سے ایک روز پوچھا کہ ان بوریوں میں کیا ہے تو اس نے راز داری سے کہا کہ ان بوریوں میں چائے کا پھوگ ہے اس مکان کے مالک فلاں شیخ صاحب ہیں، وہ ہوٹلوں سے استعمال شدہ چائے خرید لیتے ہیں اور پھر اصل چائے میں ملا کر فروخت کرتے ہیں ان کا اشیائے خورد نوش کی تھوک کا کاروبار ہے۔ یہ شیخ صاحب بظاہر بہت نیک اور پارسا تھے، سر پر جناح کیپ رکھتے تھے لیکن افسوس کہ وہ حرام حلال کی چنداں پروانہ کرتے تھے۔

چنانچہ میں نے اس ظلم کا وبال ان پر اس طرح پڑتے ہوئے دیکھا کہ ان کے بڑے بیٹے صفدر کی کمر پر پھوڑا نکل آیا جو ہزار علاج کے باوجود ٹھیک نہ ہوا اور اسی عارضے میں یہ خوبصورت نوجوان عین جوانی میں جان ہار گیا...... مجھے اس امر میں ہرگز کوئی شبہ نہیں کہ یہ المیہ شیخ صاحب موصوف کی بے ایمانی اور حرام خوری کی وجہ سے رونما ہوا۔



(مکافات عمل ص 11)

ظلم نے بادشاہ سے بھکاری بنا دیا

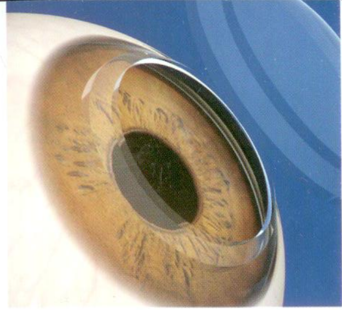


68 مقتدر باللہ کے بعد ان کے بھائی ابو منصور محمد بن معتضد باللہ تخت نشین ہوئے۔ ان سے بیعت غالباً ماہ شوال کی اختتامی دو راتوں میں بغداد میں لی گئی۔ جب انہیں خلیفہ بنایا گیا تو انہوں نے اپنے بھتیجے مکتفی باللہ کو گرفتار کرا لیا۔ پھر مکتفی باللہ کو ایسے گھر میں رکھا گیا جسے اینٹوں اور گچ سے بند کر دیا گیا تھا۔ آخر کار مکتفی اسی حالت میں انتقال کر گیا۔ اسی طرح قاہر نے مقتدر کی ماں سیدہ کو بھی گرفتار کرا لیا اور ان سے اتنا فدیہ کا مطالبہ کیا جو ان کی طاقت وسکت سے زیادہ تھا۔ ان کو ڈرایا دھمکایا۔

مارا، اذیتیں دیں۔ طرح طرح کی پریشانیوں میں مبتلا کیا یہاں تک کہ سیدہ کو الٹا لٹکایا کہ پیشاب بہہ کر منہ میں آتا تھا اور سیدہ یہ کہتی تھیں کہ کیا میں کتاب اللہ کے مطابق تمہاری ماں نہیں ہوتی؟ کیا میں نے پہلی مرتبہ اس سے قبل اپنے بیٹے سے تجھے نجات نہیں دلوائی؟ اس کے باوجود تم مجھے سزائیں دے رہے ہو۔ فدیہ اس



وقت مانگ رہے ہو جب کہ میرے پاس مال و دولت ختم ہو گیا ہے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد سیدہ کا انتقال ہو گیا۔



کچھ دنوں کے بعد قاہر باللہ کے فوجیوں نے بغاوت کردی فساد برپا کر کے دیوان کے ہر گیٹ سے حملہ کردیا آخر کار قاہر غسل خانہ کی چھت پر بھاگ کر کسی جگہ چھپ گیا تھوڑی دیر کے بعد فوجیوں نے آ کر قید کرلیا۔

وَأُزِيْلَتْ عَيْنَاهُ بَعْدَ عَزْلِهِ مِنْ الخِلَافَةِ

''خلافت سے معزول کر کے آنکھیں نکال لیں''

غالبًا یہ سانحہ ماہ جمادالثانیہ 322ھ میں پیش آیا۔

ابن البطریق لکھتے ہیں کہ قاہر باللہ نے گھناؤنے قسم کے جرائم کئے تھے جن کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی پھر اس کے بعد ایک طویل مضمون لکھا ہے مورخین لکھتے ہیں کہ ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں بغداد کی جامع مسجد منصور میں نماز پڑھ رہا تھا کہ اچانک ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کا چہرہ مسخ ہے جسم پر زرد رنگ کا جبہ اور روئی کا گدا ہے۔ اس حالت میں وہ یہ کہہ رہا ہے کہ



أَعِيْنُوْنِي بِالصَّدَقَاتِ فَإِنِّي كُنْتُ
أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْن بِأَلَامْسِ وَالْيَوْمَ
أَنَا أَفْقَرُ الْمُسْلِمِيْنَ

''لوگو تم میری صدقات وغیرہ سے مدد کرو۔ کل میں امیر المومنین تھا اور آج میں مسلمانوں میں سب سے زیادہ فقیر ہو گیا ہوں''

میں نے لوگوں سے پوچھا کہ بھائی ان کے بارے میں کیا معلومات ہیں تو مجھے یہ بتایا گیا کہ یہ قاہر باللہ ہے۔ اس واقعہ سے لوگوں کو عبرت حاصل کرنا چاہئے (اللہ اپنے غیظ و غضب سے پناہ میں رکھے۔

(حوالہ حیات الحیوان 258/1)

بادشاہ کا خوبصورت محل کیسے تباہ ہوا؟

69 حضرت سیدنا وہب بن معتمند رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی جابر بادشاہ نے ایک محل بنوایا اور اسے خوب پختہ کیا ایک مسکین بڑھیا نے پناہ لینے کیلئے محل کے ایک طرف جھونپڑی بنالی ایک دن اس ظالم نے محل کے ارد گرد چکر لگایا تو بڑھیا کی جھونپڑی کو دیکھ کر پوچھا ''یہ کس کی ہے؟'' اسے بتایا گیا: ''یہ ایک فقیر عورت کی ہے وہ اس میں رہتی ہے'' اس نے اس کے گرانے کا حکم دیا اور جھونپڑی گرادی گئی۔ جب بڑھیا آئی تو اسے گرا ہوا پا کر پوچھا: ''اسے کس نے گرایا ہے؟'' اسے بتایا گیا کہ ''بادشاہ نے۔''



بڑھیا نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور عرض کی:

يَا رَبِّي مَا كُنْتُ شَاهِدَةً وَلٰكِنْ كُنْتَ أَنْتَ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ
فَأَمَرَ اللّٰهُ جِبْرَيْلَ أَنْ اقْلِبْ الْقَصْرَ عَلٰى أَهْلِهِ

''اے پروردگار میں تو موجود نہ تھی مگر تو تو موجود تھا؟'' راوی فرماتے ہیں: ''پس اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ محل کو اس میں رہنے والوں پر الٹ دیں۔''

چنانچہ حضرت سیدنا جبرئیل علیہ السلام نے اسے الٹ دیا۔

بعض تاریخی کتب میں لکھا ہے کہ محل کی باقی ماندہ بعض دیواروں پر یہ اشعار لکھے ہوئے پائے گئے تھے۔

اَتَهْزَأَ بِالدُّعَاءِ وَتَزْدَرِيْهِ
وَلَاَ تَرٰی بِمَا صَنَعَ الدُّعَاءُ
سِهَامُ اللَّيْلِ لَاَ تُخْطِیْ وَلٰکِنْ
لَهَا اَمَدٌ وَلِاَمَدِ اِنْقِضَاءُ
وَقَدْ شَاءَ الْاِلٰهُ بِمَا تَرَاهُ
فَمَا لِلْمُلْكِ عِنْدَ كُمْ بَقَاءُ

ترجمہ: کیا تم بددعاؤں کا مذاق اڑاتے ہو اور اسے حقیر جانتے ہو، تمہیں پتہ نہیں ہے کہ ان بددعاؤں سے کتنے بڑے بڑے کام ہو جاتے ہیں۔

رات کے تیر (آخر شب کی بددعا) کبھی خطا نہیں ہوتے لیکن اس کی ایک انتہا ہوتی ہے اور انتہاء ایک دن ختم ہو ہی جاتی ہے۔

یہ جو کچھ تم دیکھ رہے ہو یہ سب اللہ کی مرضی سے ہوا۔ اب تمہارا ملک تمہارے پاس نہیں رہا (بلکہ تو خود بھی نہیں رہا)

(حوالہ دعوة المظلوم
ترجمہ مظلوم کی آہ)

اللہ مظلوم کی بددعا سے بے خبر نہیں

70 منقول ہے کہ جب خالد بن برمک اور اس کے بیٹے کو قید کیا گیا تو بیٹے نے عرض کی: "اے میرے باپ ہم عزت کے بعد قید و بند کی صعوبتوں کا شکار ہو گئے۔" تو اس نے جواب دیا

دُعَاءُ الْمَظْلُوْمِ إِسْتَحَرَّ اللَّيْلَ كُلَّهٗ وَ كُنَّا غَافِلِيْنَ عَنْهُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُنْ غَافِلاً

"اے میرے بیٹے! مظلوم کی بددعا رات کو جاری رہی لیکن ہم اس سے غافل رہے جبکہ اللہ اس سے بے خبر نہ تھا۔"

(کتاب الکبائر للذھبی الکبیرة السادسة والعشرون الظلم ص 120)

حضرت سیدنا یزید بن حکیم رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اس سے زیادہ کسی سے نہیں ڈرا جس پر میں نے ظلم کیا اور میں جانتا ہوں کہ اس کا اللہ عزوجل کے سوا کوئی مددگار نہیں۔ وہ مجھ سے کہتا ہے

كَفٰى بِاللّٰهِ لِیْ فَهُوَ بَيْنِیْ وَبَيْنَكَ

"مجھے اللہ ہی کافی ہے اللہ ہی میرے اور تیرے درمیان (انصاف کرنے والا) ہے۔"

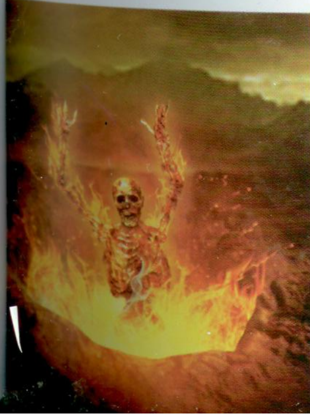
(کتاب الکبائر للذھبی الکبیرة السادسة والعشرون الظلم ص 120)

پہاڑوں کے برابر نیکیاں لانے والا جہنم میں

71 حضرت سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''قیامت کے دن ظالم آئے گا یہاں تک کہ جب وہ جہنم کے پل پر ہوگا تو اسے مظلوم ملے گا اور وہ اس پر اپنے کئے ہوئے ظلم جان لے گا۔ پس ظالم مظلوموں سے نجات نہ پائیں گے یہاں تک کہ ان کی تمام نیکیاں مظلوم چھین لیں گے اور اگر ان کے پاس نیکیاں نہ پائیں گے تو ان پر مظلوموں کے گناہ ڈال دیئے جائیں گے جس طرح انہوں نے ظلم کیا تھا یہاں تک کہ انہیں جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ڈال دیا جائے گا۔''

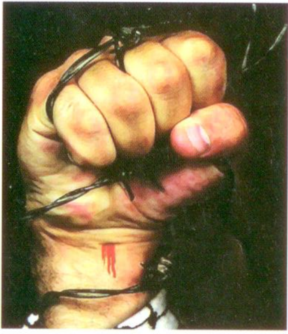
(المعجم الاوسط الحدیث :5976، ج 4 ص 276)

فائدہ:۔ ظلم کسی پر زیادتی یا کسی کو تکلیف دینے کو کہتے ہیں مندرجہ کام ظلم میں داخل ہیں اگر آپ نے ان میں سے کوئی بھی گناہ آج یا 50 سال پہلے کیا ہے تو ابھی اور اسی وقت توبہ کریں اور اگر جسم پر ظلم کیا یا جسم کا مال ل دبایا اس کی رقم واپس کریں ورنہ تو روز قیامت آپ پہاڑوں کے برابر بھی نیکیاں لے کر آئیں گے اور لوگ شکایتیں لاتے رہیں کے اس طرح آپ کی نیکیاں ان کو دی جاتیں رہیں گی حتا کہ آپ کے پاس ایک نیکی بھی ہیں بچے گی اور آپ جہنم میں چلے جائیں گے آج وقت ہے کل وقت نہیں ہوگا آج وہ گناہ جنہیں ظلم کہا گیا ہے وہ یہ ہیں 1 کسی کو مارنا 2 گالی دینا 3 غصہ کرنا 4 کسی کا مذاق اڑانا 5 کسی کا مال یا زین دبالینا 6 میراث نہ دینا 7 کسی کو گھور کر دیکھا 8 ہاتھ سے ایسے اشارہ کرنا جس سے کسی کو تکلیف پہنچے 9 زبان سے کسی کا دل دکھانا وغیرہ وغیرہ



ایک تھپڑ یا گالی دینے پر جنت میں جانے سے روک دیا جائے گا

72 حضرت سیدنا عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا، قیامت کے دن لوگ ننگے پاؤں برہنہ بدن بلا ختنہ اور ایک رنگ میں اکھٹے کئے جائیں گے اور ایک منادی ایسی ندا دے گا جسے دور والا بھی ایسے سنے گا جیسے قریب والا سنے گا۔



''میں غالب بادشاہ ہوں، کسی ایسے شخص کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت نہیں جس سے اہل دوزخ میں سے کسی دوزخی نے اپنا حق لینا ہو (یہاں تک کہ ایک طمانچہ بھی کسی کو مارا ہو یا زیادہ ظلم کیا ہو) اور نہ ہی کسی ایسے جہنمی کو جہنم میں داخلے کی اجازت ہے جس جہنمی کے ذمہ کسی جنتی کا حق ہو یہاں تک کہ ایک تھپڑ یا اس سے زیادہ'' چنانچہ اور اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے

وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ''اور تمہارا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا'' (پ15، الکھف :49)

ہم نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیسے ہوگا جبکہ ہم ننگے پاؤں برہنہ بدن بلا ختنہ اور ایک رنگ میں حاضر ہوں گے؟'' ارشاد فرمایا: ''نیکیوں اور برائیوں کے بدلے میں برابر جزا ملے گی۔ یعنی جہنمی اور جہنم دونوں کا آپس میں نیکیوں اور گناہوں کا تبادلہ ہوگا پھر ان کو جنت اور جنت میں داخلہ کی اجازت ملے گی۔

(المسند للامام احمد بن حنبل حدیث عبداللہ بن انیس الحدیث 16042 ج 5 ص 429، جامع بیان العلم باب ذکر الرحلۃ فی طلب العلم الحدیث :421 ص 130)

جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جس نے کسی مظلوم کو ایک کوڑا مارا بروز قیامت اس سے بھی قصاص لیا جائے گا''

(المعجم الاوسط الحدیث 1445 ج 1 ص 394)

گستاخ صحابہ پر شہد کی مکھیوں کا حملہ

73 حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم خراسان سے آرہے تھے اور ہمارے ساتھ ایک شخص تھا جو کہ شیعہ تھا وہ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو (نعوذ باللہ) برے الفاظ سے یاد کرتا تھا چنانچہ ہم نے اس کو ہر چند منع کیا مگر وہ باز نہ آیا۔

پس ایک دن صبح کے ناشتہ کے بعد وہ شخص قضاء حاجت کیلئے چلا گیا۔ ہم نے کچھ دیر اس کا انتظار کیا لیکن جب کافی دیر ہوگئی اور واپس نہ آیا تو ہم نے اپنا ایک قاصد اس کو بلانے کیلئے بھیجا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ قاصد دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ ذرا چل کر اپنے رفیق کی خبر تو لو۔ یہ سن کر ہم دوڑتے ہوئے وہاں پہنچے تو

فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ عَلٰى حَضْرَةٍ لِقَضَاءِ حَاجَتِهٖ وَقَدْ الْتَصَقَتْ بِهٖ خَلِيْقَةُ نَحْلٍ كُلُّهَا وَقَدْ فَرَقَتْ مَفَاصِلَهٗ

''دیکھا کہ وہ ایک سوراخ پر قضاء حاجت کیلئے بیٹھا ہوا ہے اور اس کو شہد کی مکھیوں کا پورا ایک چھتہ چمٹا ہوا ہے اور ان مکھیوں نے کاٹ کاٹ کر اس کے بدن کے جوڑ و بند جدا کر دیئے ہیں۔''



چنانچہ ہم نے اس کے بدن کی ہڈیاں جمع کیں لیکن مکھیوں نے ہم کو چھوا تک نہیں بلکہ اس کو چمٹی رہیں۔

حوالہ: (حیات الحیوان 265/1)

قرآن کا مذاق اڑانے والا موت کے پنجہ میں

74 عمر غیمور نائیجیریا کے شمال میں اسٹیٹ کانگو کے گاؤں موب کا رہنے والا تھا۔ وہ دین ...یحی کا واعظ و مبلغ اور بڑا مغرور ...دری تھا۔ اکثر قرآن کریم اور دین ...سلام کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ ایک ...مرتبہ وہ چند عیسائیوں کی ایک جماعت کے سامنے وعظ و نصیحت کر رہا تھا اس نے اپنی تقریر کے دوران کہا

اِنْ كَانَ الْقُرْآنُ وَالِاسْلَامُ عَلَى الْحَقِّ فَأَدْعُوا اللّٰهَ لَا يَرُدَّنِي اِلٰى أَهْلِيْ حَيًّا

''اگر قرآن اور دین اسلام برحق ہیں تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے زندہ میرے گھر واپس نہ کرے۔''

یہ بات اس نے بابتیس کے گرجا گھر میں لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے کہی تھی۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ گرجا گھر سے تن تنہا نکلا، راستے میں اس کے گھر سے پہلے ایک چھوٹا سا پانی کا نالا تھا جونہی اس نے نالا پار کرنا چاہا، اس کا پاؤں پھسل گیا اور گر کر اسی کے اندر مر گیا۔ اگلے دن ایک اور آدمی کی موت ہوگئی جو نالے سے اس پادری کی لاش کو نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔



لوگوں کو یقین نہیں آرہا تھا کہ پادری کی موت واقع ہو چکی ہے۔ ان کا خیال تھا کہ اس پر سکتہ طاری ہوا ہے ایک ہسپتال میں لاش لے کر گئے۔ ڈاکٹروں نے بتایا کہ یہ مر چکا ہے۔ وہ دوسرے ہسپتال لے گئے وہاں بھی پہلے ہسپتال کی رپورٹ کی تصدیق کی گئی۔ مگر عیسائیوں کو یقین نہ آیا اب انہوں نے اسے عیسائی مشنری سے منسلک ہسپتال سے رجوع کیا وہاں بھی پادری کی موت کی تصدیق ہو گئی۔

تب جا کر لوگوں نے اس کی موت کو تسلیم کیا اور اسے عیسائیوں کے قبرستان میں دفن کر دیا عمر غیمور نامی یہ پادری پہلے عیسائی تھا، پھر دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا اور مسلمانوں کے درمیان زندگی گزارنے لگا، اس کا مسلمانوں کے ساتھ میل جول اور لین دین ہوا کرتا تھا۔ اس نے اسلامی تعلیمات حاصل کیں، قرآن مجید پڑھا اور اسلامی تاریخ میں واقفیت پیدا کی۔ دائرہ اسلام میں جب اس کی مدت کچھ طویل ہو گئی تو شیطان نے اسے بہکایا چنانچہ وہ اسلام سے مرتد ہو کر دوبارہ عیسائی بن گیا اور گرجا گھروں میں جا جا کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف لوگوں کو ابھارنے لگا۔



اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں فرمایا ہے:

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ

''آپ فرما دیجئے کہ ذرا زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھ لو کہ تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوا۔ (الانعام: 11)

يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ

''وہ اللہ تعالیٰ کو اور ایمان والوں کو دھوکا دیتے ہیں لیکن دراصل وہ خود اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں مگر سمجھتے نہیں۔'' (البقرة: 9)

مزید ارشاد ہے۔

وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ

''وہ تو اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا اور اللہ سب سے زیادہ مستحکم تدبیر کرنے والا ہے۔'' (الانفال: 30)



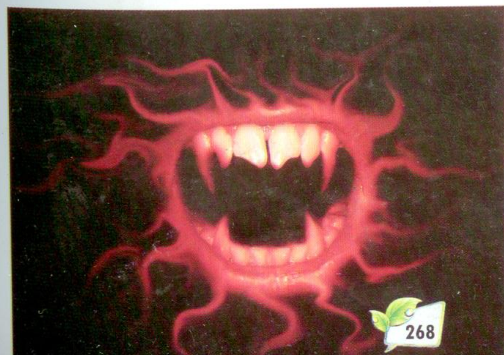


ماں کو مارنے والے بدبخت بیٹے پر فالج گر گیا

75 وہ بڑا ہی بدبخت تھا۔ والدین کا اکلوتا بیٹا ہونے کے باعث بے حد لاڈلا بھی تھا شروع دن سے وہ بڑا خود سر تھا۔ اس نے کبھی اپنے والدین کو اہمیت نہیں دی۔ ان کے خلاف بد زبانی کرتا۔ ان کے بارے میں اس کی زبان قینچی کی طرح چلتی۔ بسا اوقات والدین کو گالی بھی دے دیتا تھا۔ اسے اس بات کا کوئی خیال نہیں تھا کہ شریعت اسلامیہ نے والدین کی خدمت پر کتنا بڑا اجر اور ثواب رکھا ہے۔

وہ کبھی سوچتا بھی نہیں تھا کہ والدین کی اطاعت وفرماں برداری اور ان کی عزت و احترام سے دنیا وآخرت میں کس قدر بلند درجات ملتے ہیں۔ والدین کی اطاعت وفرماں برداری کے حوالے سے دین اسلام نے جو عظیم تعلیم دی ہے کہ ماں باپ کو تکلیف دینا تو درکنار انہیں اف کہنا بھی جرم ہے۔ اس حکم کے وہ بالکل برعکس تھا۔

وقت کے ساتھ ساتھ وہ پروان چڑھتا گیا مگر اس کے دل ودماغ میں والدین کی محبت کا احترام کا جذبہ بیدار نہ ہو سکا۔ وہ کہاوت ''کریلا اور نیم چڑھا'' کا مصداق بنتا گیا کہ ایک تو والدین کی خدمت نہ کرتا، دوسرے والدین سے زبان درازی میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا تھا۔ بلکہ وہ اپنے جارحانہ رویے سے تکلیف دیتا باپ نے اپنی زندگی میں بیٹے کی زبان سے اپنے بارے میں کبھی کلمہ خیر نہیں سنا، یہاں تک کہ اس کی موت آ گئی اور وہ اپنے رب سے جا ملا۔



اب گھر میں اکلوتے بیٹے کے ساتھ صرف ماں رہتی تھی۔ باپ کی وفات کے بعد بھی بیٹے میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ وہ اپنی ماں سے حسن سلوک کی بجائے انتہائی بدتمیزی اور بدتہذیبی سے پیش آتا۔ بلکہ باپ کا سایہ اٹھنے کے بعد تو ماں کے ساتھ اس کا رویہ بد سے بدتر ہوتا گیا۔ مگر ماں بہرحال ماں ہوتی ہے اس کے اندر اولاد کے لئے بے تحاشا محبت ہوتی ہے۔ اولاد لاکھ سرکشی کرے مگر وہ صبر وضبط سے کام لیتی ہے اور ہمیشہ اولاد کے حق میں بھلائی چاہتی ہے۔



فَعَانَتْ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا مَصَائِبَ كَثِيْرَةً

وَلٰكِنْ كَانَتْ تُحِبُّ اِبْنَهَا شَدِيْدًا

''شوہر کے انتقال کے بعد اسے اپنے نوجوان بیٹے سے بہت تکالیف پہنچیں مگر اس کے باوجود وہ اپنے بیٹے سے شدید محبت کرتی۔''

ہمیشہ اسے نصیحت کرتی برے ساتھیوں کے ساتھ میل جول رکھنے، گھومنے پھرنے اور ان کی صحبت اختیار کرنے سے منع کرتی۔ ماں کو اچھی طرح معلوم تھا کہ برے ساتھیوں کی صحبت کے سبب اس کا بیٹا سرکش اور نافرمان ہو چکا ہے۔ اس کی دین اسلام سے بیزاری اخلاق حمیدہ سے دوری اور پڑھائی لکھائی سے نفرت دراصل بری صحبت ہی کا نتیجہ تھی۔

ماں کے لاکھ سمجھانے بجھانے اور نصیحت کرنے کے باوجود اس کے اندر کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔ اس کے برعکس وہ اپنی ماں کی نصیحت کو اپنے حق میں برا سمجھتا بلکہ ماں کو گالیاں بکتا تھا۔ ماں نے جب دیکھا کہ اب پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے تو اس کے صبر کا جام چھلک گیا۔ اس نے بیٹے کو دھمکی آمیز الفاظ میں کہا:

قَدْ تَجَاوَزْتَ وِقَاحَتُكَ عَنِ الْحَدِّ مَازَالَ هُنَاكَ وَقْتٌ تَحَسَّنْ وَإِلَّا أَقُوْلُ لِأَخِيْ بِتَأْدِيْبِكَ

''تیری بدتمیزی اور زبان درازی کی حد ہوگئی اب بھی وقت ہے سدھر جا اور سیدھے راستے پر چل۔ اگر تو نے اپنے آپ کو نہ بدلا تو میں اپنے بھائی سے کہہ کر تجھے ادب سکھلاؤں گی۔''

اس دھمکی کا بیٹے پر کیا اثر ہوتا الٹا وہ ماموں ہی پر برس پڑا اور اول فول بکنے لگا۔ اس نے ماموں کو دھمکی دی کہ اگر اس نے میرے خلاف کوئی کارروائی کی تو میں اس کے ساتھ بہت بری طرح پیش آؤں گا۔

اب اس کی عمر کوئی چوبیس سال ہو چکی تھی۔ وہ ایک ہٹا کٹا جوان لگتا تھا۔ اپنے دفاع کی طاقت رکھتا تھا۔ کوئی اس کے ذاتی معاملات میں مداخلت کرتا تو وہ اس پر برس پڑتا تھا۔ ایک دفعہ اس کی ماں اسے نصیحت آمیز کلمات کہہ رہی تھی۔ اسے گھناؤنی حرکتوں سے باز رہنے کی تلقین کر رہی تھی۔ اس پر بیٹے کا پارہ چڑھ گیا۔

فَنَزَعَ الْحِذَاءَ وَ ضَرَبَ بِهِ أُمَّهُ فَأَصَابَ ظَهْرَهَا

''اس نے پاؤں سے جوتا نکالا اور اپنی ماں کو دے مارا۔ (ماں نے جوتے سے بچنے کی کوشش کی) مگر جوتا اس کی کمر پر جا لگا۔''



ماں بیٹھ گئی اور زار و قطار رونے لگی۔ وہ اپنی قسمت کو رو رہی تھی کہ ایسے بدبخت بیٹے نے اس کی کوکھ سے کیوں جنم لیا۔ شدت رنج و غم سے اس کا کلیجہ جھلس رہا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ایک دن اسی کی

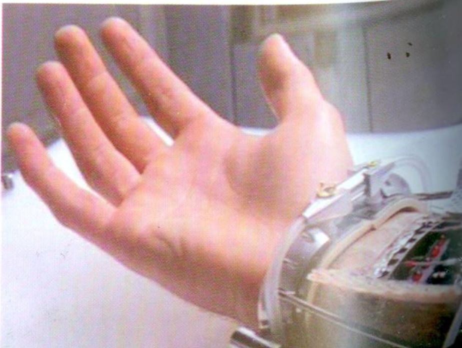
وکھ سے جنم لینے والا بچہ جوان ہو کر اسے جوتا مارے گا۔ اس کی زبان سے اپنے نافرمان ے کیلئے بددعا نکل گئی۔

بددعا اور وہ بھی ماں کی...... یہ نافرمان بیٹا ماں کو جوتا مارنے کے بعد گھر سے نکل گیا۔ ے اپنے کرتوت پر کوئی افسوس نہیں تھا۔ وہ حسب معمول برے ساتھیوں کی صحبت میں پہنچ گیا۔ گپ شپ میں رات ہو گئی۔ اب وہ تھکا ہارا گھر واپس آیا۔

اس نے اب بھی یہ جاننے کی کوشش نہیں کی کہ اس کی ظالمانہ رویہ سے ماں کو کتنی تکلیف پہنچی ہے؟ وہ بستر پر لیٹ گیا اور خراٹے لینے لگا۔ ادھر ماں کا حال یہ تھا کہ اسے ارے رنج و غم کے سبب نیند نہیں آ رہی تھی۔

صبح ہوئی۔ نافرمان بیٹا نیند کے بعد بیدار ہوا۔ اور یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اسکا وہ ہاتھ مفلوج ہو چکا ہے جس سے اس نے ماں کو جوتا مارا تھا۔ اس کا داہنا ہاتھ بے حس و حرکت ہو گیا۔ اس نے فوراً دروازہ بند کر لیا اور چیخ چیخ کر رونے لگا۔ ادھر ماں بھی صبح سویرے بیدار ہو کر گھر کے ضروری کام نمٹا رہی تھی کہ اسے نافرمان بیٹے کے چیخنے چلانے کی آواز سنائی دی۔ وہ اس آواز کی طرف لپکی۔

بیٹے کی حالت دیکھ کر اسکی آنکھیں بھر آئیں۔ آخر تھی تو ماں! ماں کی محبت کا اندازہ بھلا کون کرسکتا ہے۔ بیٹے کو ماں کی نافرمانی کا بدلہ مل چکا تھا اب ماں کے سامنے بیٹے کی شفایابی کیلئے دعا اور آہ و زاری کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔



اس نے فوراً ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دیئے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں گڑگڑا رہی تھی بیٹے کے حق میں دعائے خیر کر رہی تھی پروردگار سے بیٹے کا ہاتھ ٹھیک ہو جانے کیلئے رو رو کر فریاد کر رہی تھی مگر آسمان کا فیصلہ صادر ہو چکا تھا۔

(دیکھئے کتاب کماتدین تدان تالف: سید عبداللہ بن سید عبدالرحمن الرفاعی)

فائدہ:۔ آپ نے ملاحظہ کیا کہ اس نافرمان بیٹے کا کتنا بھیانک انجام ہوا، جس نے جوتا مارتے ہوئے اپنی عمر رسیدہ ماں کی ذرہ بھر بھی پروانہیں کی تھی۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ نے اس نافرمان اور نالائق بیٹے کا کیا حشر کیا کہ جس ہاتھ سے اس نے ماں کو جوتا مارا تھا وہ ہاتھ ہمیشہ کیلئے مفلوج ہو گیا یہ عرش کا فیصلہ تھا۔

سچ ہے مظلوم کی آہ سے بچو یہ براہ راست عرش پر جاتی ہے۔

دولت کے لالچی بیٹوں کا قصہ عبرت

76 یہ قصہ سرزمین مصر میں بچوں، بوڑھوں اور جوانوں سبھی کی زبان پر عام ہے۔ آپ کو جس بستی میں بھی جانے کا اتفاق ہوگا وہاں کے لوگ اس واقعے کو ضرور جانتے ہوں گے جسے میں بیان کرنے والا ہوں۔ یہ قصہ مصر ہی کا ہے کسی زمانے میں وہاں ایک خاندان کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا اور بعد کے لوگوں کیلئے درس عبرت بن گیا۔

قصہ واقعی بہت مؤثر اور عبرت انگیز ہے۔ آپ بھی غور سے پڑھیں اور اپنا جائزہ لیں کہ کہیں آپ بھی ایسی اولاد تو نہیں ہیں جنہیں اپنے والدین سے نہیں بلکہ انکی دولت سے محبت ہوتی ہے۔ واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

مصر میں ایک آدمی کے تین بیٹے تھے۔ اس کے پاس مال و دولت کی کوئی کمی نہیں تھی۔ جب وہ بوڑھا ہو گیا تو اسے احساس ہونے لگا کہ اس کا کوئی بیٹا اس کی اچھی طرح دیکھ بھال نہیں کر رہا۔ اس نے سوچا کہ کیوں نہ وہ اپنے مال کو اپنے بچوں میں تقسیم کر دے تاکہ یہ اس سے کمائیں کھائیں اور اس احسان کے بدلے میں اس کی خدمت کریں۔

اس نے اپنی بیوی سے مشورہ لیا تو اس نے بھی بوڑھے شوہر کے خیال کی تائید کی، چنانچہ ایک دن اس نے ایک مختصر سی میٹنگ رکھی اور اپنے تینوں بیٹوں کو بلوایا۔ جب تینوں بیٹے اس کے پاس حاضر ہو گئے تو اس نے کہا:



''میرے بیٹو! تم سب جانتے ہو کہ میں نے اپنی جوانی کمانے میں خرچ کر دی۔ میں نے اپنے پیسے سے تم تینوں کی اچھے گھرانوں میں شادی بھی کر دی ہے۔ اب میں بوڑھا ہو چلا ہوں میری طاقت جواب دے چکی ہے میں تجارت کیلئے مارکیٹ نہیں نکل سکتا۔

فَأَرَدْتُ أَنْ أَقْسِمَ هٰذَا الْمَالَ كُلَّهُ بَيْنَكُمْ كَيْ تَنْتَفِعُوْا بِهِ

''میں نے سوچا کہ آخر یہ سب مال جو میرے پاس رکھا ہوا، کیوں نہ تمہارے درمیان تقسیم کر دوں تا کہ تم اس سے فائدہ اٹھاؤ اور کماؤ کھاؤ۔ چنانچہ میں نے اپنا سارا مال تم تینوں بھائیوں میں تقسیم کرنے کا ارادہ کیا ہے۔''

میری اور تمہاری والدہ کی زندگی کا بڑا حصہ گزر چکا۔ اب تھوڑی سی زندگی باقی ہے۔ تم لوگ تھوڑی بہت ہم پر توجہ دو گے تو ہماری زندگی آرام سے گزر جائے گی۔ بس اب جاؤ میں نے اپنے پورے مال کو تم تینوں میں برابر برابر تقسیم کر دیا ہے۔



آج کے بعد میرا سارا مال تم تینوں کا ہے۔ کماؤ کھاؤ اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ بس اتنی گزارش ہے کہ اب ہم دونوں میاں بیوی تمہاری خدمت کے محتاج ہیں، تم لوگ ہمیں فراموش مت کرنا۔ ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ضائع نہیں کریں گے۔''

تینوں بیٹوں نے باپ کو یقین دلایا کہ وہ ماں باپ کی خدمت کریں گے۔

پھر تینوں بھائی اپنا اپنا حصہ لے کر تجارت اور دیگر کام کاج میں مشغول ہو گئے کچھ ہی دنوں میں وہ اپنی مشغولیت میں ایسے ڈوبے کہ والدین کی خدمت کرنا بھول گئے۔ ہر بیٹا یہی سمجھتا تھا کہ چلو میں اپنے والدین کی خدمت نہیں کر سکتا یا میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے تو دو بھائی اور ہیں۔ وہ دونوں بوڑھے والدین کی خدمت کرتے ہی ہوں گے۔ یوں بوڑھے والدین تنہا ہو کر رہ گئے۔

شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا تھا کہ ان میں سے کوئی بیٹا اپنے والدین کے پاس مہینے دو مہینے میں ایک دوبار ملاقات کیلئے آ جاتا۔

ایک دن بوڑھے باپ کا ایک دوست ملاقات کیلئے آیا۔ یہ اس کا پرانا جگری دوست تھا خرید و فروخت کے معاملات میں جب بھی کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہوتا، یہ بوڑھا اپنے دوست سے مشورہ لیتا۔ باتوں باتوں میں اس نے اپنے دوست کو بیٹوں کے ناروا سلوک سے آگاہ کیا اس نے یہ بھی بتلایا کہ اب وہ اپنی جائیداد میں سے کسی چیز کا مالک نہیں ہے ساری جائیداد بچوں میں تقسیم ہو چکی ہے اور وہی اس کے مالک ہیں۔

بوڑھے کا جگری دوست بڑا ذہین و فطین تھا۔ اسی لئے بوڑھے نے مشورہ لینے کے لئے اس کا انتخاب کیا تھا۔ بوڑھے کے دوست نے کہا کہ میں تمہیں تمہاری نافرمان اولاد کی بے رخی اور عدم توجہی سے چھٹکارا دلانے کیلئے کافی ہوں۔ لیکن میں چاہوں گا کہ ہمارے درمیان جو باتیں ہوئی ہیں تم اپنے بیٹوں کو ان کی ہوا بھی نہ لگنے دینا۔





بوڑھے باپ نے دوست سے وعدہ کیا کہ وہ اپنے بیٹوں کو اس بارے میں کوئی بات نہیں بتائے گا۔ یہ باتیں صیغہ راز ہی میں رہیں گی۔ اس نے اپنے دوست سے کہا: میں تمہیں اختیار دیتا ہوں کہ ہمارا مسئلہ حل کرنے کیلئے تم جو مناسب طریقہ اختیار کرنا چاہو، کر سکتے ہو۔

اس بات چیت کے بعد بوڑھے باپ کا دوست یکے بعد دیگرے اس کے تینوں بیٹوں کے پاس گیا اور ان تینوں سے یہ باتیں کہیں:

''تم تو اچھی طرح جانتے ہو کہ میں تمہارے والد کا بہت پرانا ساتھی ہوں۔ تمہارا والد آخر وقت تک مجھ سے مشورہ لئے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاتا تھا۔ لین دین ہو یا خرید و فروخت یا روز مرہ کا کوئی بھی الجھا ہوا معاملہ میں ہی اسکا مشیر خاص ہوا کرتا تھا۔ تمہارے باپ نے بہت عرصہ پہلے میرے پاس اپنے مال کا ایک بھاری حصہ بطور امانت رکھوایا ہوا ہے۔

فَتَقْدِيْرُ هٰذَا الْمَالِ لَمْ يَكُنْ أَقَلَّ مِنْ ثُلُثِ مَالِهٖ

''اس مال کا اگر تخمینہ لگایا جائے تو یہ اس کی جمع پونجی کے ایک تہائی سے کم نہیں ہوگا۔''

خود میرے پاس اتنا زیادہ مال ہے کہ میں اس کی حفاظت سے عاجز ہوں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تمہارے باپ کو اس کی رکھی ہوئی امانت واپس کر دوں۔

آخر کب تک میں یہ درد اپنے سر لئے رہوں گا؟ اور ہاں! میں یہ امانت تن تنہا واپس کرنا نہیں چاہتا۔ میں چاہوں گا کہ کل صبح ہی صبح تم اپنے دونوں بھائیوں کے ساتھ اپنے والد کے پاس آجاؤ تا کہ میں تم سب بھائیوں کی موجودگی میں تمہارے والد کو اس کی امانت واپس کر دوں۔



یہاں ایک خاص بات تم سے یہ کہنا چاہوں گا کہ چونکہ اب تمہارے والد بوڑھے ہو گئے ہیں اور انہیں اس مال و جائیداد میں کوئی دلچسپی نہیں ہے اس لئے وہ شاید یہ امانت تم بھائیوں میں سے کسی ایک کے نام کرنے والے ہیں۔

مَنْ كَانَ مِنْكُمْ أَكْثَرَكُمْ خِدْمَةً لَهٗ فَهُوَ الْأَحَقُّ بِهٰذَا الْمَالِ

''تم میں سے جو ان کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرے گا وہی اس مال کا حق دار ہوگا۔''

اس لئے میں نے تمہیں یہ راز بتلا دیا کہ تم اپنے والد کی خدمت میں لگ جاؤ۔

میں نے تمہارے والد سے تمہارے لئے تعریفی کلمات سنے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ تمہارے والد یہ سارا مال تمہیں ہی دے جائیں گے اور تم مزید مالا مال ہو جاؤ گے۔ اور ہاں! میں نے جو باتیں تم سے بیان کی ہیں اس کے بارے میں اپنے دوسرے دونوں بھائیوں کو بالکل بھنک نہ پڑنے دینا مبادا وہی اس مال کے حق دار بن بیٹھیں''

بوڑھے باپ کے اس جگری دوست نے یہ باتیں اس کے تینوں بیٹوں میں سے ہر ایک کے پاس الگ الگ جا کر کیں اور تینوں کو خوب سبز باغ دکھلائے۔

صبح ہوئی تینوں بیٹے وقت سے پہلے ہی اپنے والد کے پاس پہنچ چکے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کی خواہش تھی کہ وہ اپنے والد کو خوش کرنے کی غرض سے سب سے پہلے اس کے پاس پہنچے۔ باپ کا جگری دوست بھی وقت پر پہنچ گیا۔

وہ یہ دیکھ کر حیرت میں پڑ گیا کہ وہی بیٹے جو کئی کئی مہینے تک اپنے بوڑھے باپ کی مزاج پرسی کیلئے نہیں آتے آج مال کے لالچ میں وقت سے پہلے ہی باپ کے دروازے پر پہنچ گئے ہیں۔ اس کے ساتھ دو جوان آدمی بھی تھے جنہوں نے ایک بڑا صندوق اٹھا رکھا تھا۔ صندوق ایک مضبوط تالا لگا کر بند کیا ہوا تھا۔

بوڑھے کے جگری ساتھی نے صندوق کو تینوں بیٹوں کے سامنے ان کے باپ کو واپس کرتے ہوئے کہا: چونکہ آپ نے یہ دولت میرے پاس بطور امانت رکھوائی تھی اب میں آپ کی رکھی ہوئی امانت کی مزید حفاظت کرنے سے قاصر ہوں اس لئے آپ اپنے بیٹوں کے سامنے اپنی یہ امانت واپس لے لیں۔

بوڑھے نے اپنے جگری ساتھی کو تنہائی میں لے جا کر پوچھا بھئی! اس صندوق کے اندر تم نے کیا چھپا رکھا ہے؟ اس نے بتلایا کہ یہ محض میری تدبیر ہے جسے میں نے اپنایا ہے اور وہاں اپنے بیٹوں کے سامنے اس بارے میں کچھ مت کہنا۔ پھر وہ دونوں واپس آئے۔

اب بوڑھے کا ساتھی اس کے بیٹوں سے اس طرح مخاطب ہوا:

''آج میں تمہارے والد کی رکھی ہوئی امانت تمہارے سامنے واپس کر رہا ہوں۔ اب اس امانت کا بوجھ میرے سر سے ختم ہوگیا۔ تم لوگ اس بات پر گواہ رہو۔ آج کے بعد مجھ پر اس سلسلے میں کوئی ذمے داری عائد نہیں ہوگی۔''



یہ کہہ کر اس نے بیٹوں کے سامنے بوڑھے باپ کو صندوق کی چابی دے دی۔ بوڑھے نے اپنے جگری ساتھی سے کہا: دوست واقعی تم نے اپنی دوستی کا حق ادا کر دیا۔ امانت کو اس کے حقدار تک پہنچا دیا۔ اللہ تمہارا بھلا کرے۔

دوست بولا: آپ نے پوری زندگی میں خیر و بھلائی ہی کا کام کیا ہے اور مجھے معلوم ہے کہ آپ یہ مال بھی اپنی جائیداد کی طرح اپنے ان بچوں ہی میں تقسیم کر دیں گے۔ آپ ان میں سے جیسے چاہیں وصیت کر دیں یا سب کو عنایت کر دیں یا بعد میں جسے چاہیں اسے اس کا مختار کل بنا ڈالیں۔

یہ کہہ کر اس نے سلام کیا اور مجلس سے رخصت ہوگیا۔ اس کے بعد بوڑھے کے تینوں بیٹوں کا یہ حال تھا کہ وہ سب کے سب وفا کے پیکر بنے باپ کے سامنے کھڑے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کی تمنا تھی کہ وہی اس صندوق کا حق دار بنے باپ نے بیٹوں سے کہا کہ میں ابھی یہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ یہ صندوق تم میں سے کسے دوں

وَلٰكِنْ بَعْدَ اَيَّامٍ أَضَعُ وَصِيَّتِيْ لِأَحَدِ أَبْنَائِي فِيْ هٰذَا الْمُرَبَّعِ

''البتہ کچھ دنوں بعد اسی صندوق کے اندر میں ایک وصیت اپنے اس بیٹے کے نام لکھ کر رکھ دوں گا جسے دینا چاہوں گا۔''



میرے انتقال کے بعد تم لوگ اسے کھولنا اور اندر سے جس کے نام وصیت نامہ نکلے گا، یہ مال اسی کا ہوگا۔

بیٹے اپنے باپ کی بات سن کر حیرت زدہ رہ گئے۔ وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ ان کا بوڑھا باپ یہ مال بھی ان کے مابین اسی طرح تقسیم کر دے گا جس طرح پہلے تقسیم کیا تھا۔ مگر اس دفعہ ایسا نہیں ہوا۔ اب ان تینوں میں سے ہر بیٹا اس کوشش میں لگ گیا کہ کسی نہ کسی طرح اپنے باپ کے اس مال کا مستحق وہی ٹھہرے۔

بس اب کیا تھا تینوں بیٹے اپنے باپ کی خدمت کیلئے یوں مصروف ہو گئے جیسے بھوکا آدمی کھانے پر ٹوٹ پڑتا ہے۔ کوئی باپ کی خدمت کیلئے صبح آنکھ کھلتے ہی پہنچ جاتا۔ کوئی اپنی بیوی بچوں کے ساتھ باپ کے پاس پہنچ کر اس کے پاؤں دباتا۔

کوئی رات کے وقت بھی اپنے والد کی خیریت دریافت کرنے آجاتا بوڑھا باپ اپنے بیٹوں کے دل کی حقیقت اچھی طرح سمجھتا تھا۔



یہ اور بات ہے کہ بستی کے لوگ اس بوڑھے پر رشک کرتے تھے کہ اس کے بیٹے کتنے وفادار اور اطاعت گزار ہیں۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ یہ سب کچھ مال کے لالچ میں ہو رہا ہے۔ ورنہ یہی باپ دو دو مہینے تک اپنے بیٹوں کی شکل دیکھنے کو ترس جاتا تھا۔

صندوق سامنے رکھا ہوا تھا چابی باپ نے نامعلوم جگہ پر چھپا رکھی تھی۔ بیٹے آتے رہے اور باپ کی خدمت کرتے رہے۔ یہ سلسلہ کوئی دو سال تک چلتا رہا۔ بسا اوقات بیٹے اپنے دل میں سوچتے:

"ہمارا بوڑھا باپ کب تک زندہ رہے گا؟"

ادھر باپ بچوں کی خدمت سے بڑی خوشی محسوس کر رہا تھا۔ دو سال گزرنے کے بعد آخر کار وہ وقت آہی گیا جس کا بیٹوں کو شدت سے انتظار تھا۔ باپ کا انتقال ہو گیا۔ کفن دفن کی کارروائی مکمل کرنے کے بعد بیٹوں کی یہی تمنا تھی کہ جلد سے جلد صندوق کو کھولا جائے اور دیکھا جائے کہ یہ مال کس کے نصیب میں آیا ہے۔ بیٹوں نے سوچا کہ اگر بستی کے لوگوں کو بلا کر اس صندوق کے بارے میں کوئی بات چیت کی جائے گی تو جگ ہنسائی ہوگی چنانچہ انہوں نے اپنے والد کے پرانے جگری دوست ہی کو بلوایا اور اس کے سامنے صندوق کھولنے کی تجویز رکھی۔ انہوں نے صندوق کی چابی اپنے والد کے جگری دوست کے حوالے کر دی اور کہا کہ اب آپ ہی قفل کھولیئے، تینوں کے سانس اٹکے ہوئے تھے۔



ہر بیٹے کو یقین تھا کہ وصیت نامہ اسی کے نام نکلے گا کیونکہ اس نے اپنے والد کی سب سے زیادہ خدمت کی ہے۔ اب صندوق کھل چکا تھا۔ تینوں بیٹے پھٹی پھٹی آنکھوں سے صندوق کو دیکھ رہے تھے۔ انہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا وہ اپنی آنکھیں زور زور سے مل رہے تھے۔ انہیں اپنے آپ پر شک گزر رہا تھا کہ کہیں ان کی آنکھیں دھوکا تو نہیں دے رہیں۔ مگر جو حقیقت سامنے تھی اس میں اب تک کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔

وہ یہ دیکھ کر ہکا بکا رہ گئے کہ اس صندوق میں درہم و دینار اور سونے چاندی کے بجائے پتھر اور مٹی کے ڈھیلے بھرے پڑے ہیں۔ انہیں سخت حیرت ہو رہی تھی۔ صندوق میں ایک کاغذ رکھا ہوا تھا باپ کے جگری دوست نے اسے کھول کر پڑھنا شروع کیا۔ اس میں لکھا ہوا تھا:

هَذَا الْمُرَبَّعِ وَمَا فِيهَا لِأَبْنَائِيْ الْمُتَمَرِّدِيْنَ وَالْجَشْعِ الَّذِيْنَ لَمْ يَقُوْمُوْا بِأَدَا حَقُوَقِ وَالِدِهِمْ إِلَّا طَمَعًا فِيْ مَالِهِ

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ صندوق اور اس کے اندر جو کچھ ہے ان نافرمان اور لالچی بیٹوں کیلئے ہے جنہوں نے والد کے حقوق ادا کرنے کیلئے اپنا فرض نہیں نبھایا، بلکہ مال کے لالچ میں اپنے والد کی خدمت کی۔"



تینوں بھائیوں کے سر شرم سے جھک گئے ان کے چہروں پر ذلت اور رسوائی کی دھول اڑ رہی تھی۔ وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے اور خود اپنے وجود سے ندامت محسوس کر رہے تھے۔ انہیں اندازہ ہو گیا کہ یہ ان کے والد کا کام نہیں بلکہ ان کے جگری دوست کی چال تھی۔ باپ کے جگری دوست نے کہنا شروع کیا:

"ہاں اس کا نام تدبیر ہے۔ یہ میرا ہی کام تھا میں نے ہی یہ چال چلی تھی۔ تمہارے بوڑھے والد نے مجھ سے تمہارے بارے میں شکوہ کیا تھا کہ تم لوگوں نے اس کی جائیداد سے حصہ وصول کرنے کے بعد اسے بھلا دیا، اور اس کے حقوق یکسر فراموش کر بیٹھے چنانچہ میں نے یہ تدبیر اختیار کی تا کہ میرے دوست کی خدمت ہو سکے اور تم مال کے لالچ ہی میں سہی اپنے والد کی خدمت کرو۔"



اپنے والد کے دوست کی باتیں سن کر تینوں بھائیوں کو بے حد پشیمانی ہوئی۔ انہیں یقین ہو گیا کہ انہوں نے اپنے والد کی خدمت میں بڑی کوتاہی کی ہے۔ اس کے بعد انہیں زندگی بھر یہ احساس کھاتا رہا کہ انہوں نے اپنے والد کی خدمت کا فرض کیوں فراموش کر دیا تھا۔

(حوالہ: والدین فرمانبرداری اور اطاعت 163)

عیسائی مسلمان ہوگیا اور مسلمان عیسائی بن گیا! واقعِ عبرت

77 ایک مسلمان عیسائیوں کے ہاتھوں گرفتار ہوگیا۔ وہ پادریوں کی خدمت پر مامور ہوا۔ وہ ان کے لئے خدمات بھی انجام دیتا تھا اور قرآن کریم بھی یاد کرتا تھا۔ جب وہ دونوں پادری اس کی تلاوت کلام پاک سنتے تو ان کے دل نرم پڑ جاتے اور زار و قطار رونے لگتے۔ چنانچہ ان دونوں پادریوں نے اسلام قبول کر لیا لیکن یہ مسلمان نصرانی بن گیا۔ پادریوں نے اس سے کہا: تم اپنے پہلے دین کی طرف لوٹ جاؤ، کیوں کہ اسی میں خیر ہے! لیکن اس بدبخت نے اسلام قبول نہیں کیا اور نصرانیت ہی پر اس کی موت ہوئی۔



ہم سب اللہ تعالیٰ سے حسن خاتمہ کی دعا مانگتے ہیں۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے غلاف کعبہ سے لٹکے ایک آدمی کو دیکھا جو کہہ رہا تھا:

اَللّٰھُمَّ أَعْطِنِیْ اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ

''الٰہی! مجھے عطا فرمانا، الٰہی مجھے سلامتی دے!''

میں نے پوچھا: بھئی! کیا معاملہ ہے؟

اس نے بتایا: ہم چار بھائی تھے میرے تین بھائی وفات پا گئے اور تینوں وفات کے وقت آزمائش میں ڈالے گئے۔ صرف میں ہی باقی ہوں نہ معلوم میرا خاتمہ کس حالت میں ہوتا ہے!

فرعون کا فتویٰ خود اسی کے خلاف ہوگیا

78 ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام فرعون کے پاس ایک استفتاء فتوی لائے جس کا مضمون یہ تھا کہ بادشاہ کا کیا حکم ہے ایسے غلام کے بارے میں جس نے اپنے آقا کی دولت و نعمت میں پرورش پائی پھر اس کی ناشکری کی اور اس کے حق میں نہ صرف منکر (یعنی انکار کرنے والا ہوا) بلکہ خود ''آقا'' ہونے کا مدعی (دعویدار) بن گیا۔

اس پر فرعون نے یہ جواب دیا کہ

جَزَاءُ الرَّقِیْقِ الْمُتَمَرِّدِ الَّذِیْ یَکْفُرُ نِعَمَ مَوْلَاہُ وَ یُقَاوِمُہٗ أَنْ یُغْرَقَ فِی الْبَحْرِ

''جو نمک حرام غلام اپنے آقا کی نعمتوں کا انکار کرے اور اس کے مقابل (یعنی مقابلے پر) آئے، اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو دریا میں ڈبو دیا جائے۔''

چنانچہ فرعون جب خود دریائے نیل میں ڈوبنے لگا تو حضرت سیدنا جبرئیل علیہ السلام نے اس کا وہی فتویٰ اس کے سامنے کر دیا اور اس کو اس نے پہچان لیا۔ (تفسیر کبیر ج 6 ص 296)



سودخور حکیم کی عبرتناک موت

79 ملتان میں ایک حکیم حکمت کی دکان چلاتا تھا، ایک دن وہ حکیم شام کو مطب سے فارغ ہوکر گھر گیا، کھانا کھایا، عشاء کی نماز پڑھی اور معمولات شب سے فارغ ہوکر سو گیا۔ جب رات کا ایک حصہ گزر گیا تو اچانک وہ حکیم جاگ اٹھا اور اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گیا۔

اس پر بے چینی کی کیفیت طاری تھی کچھ دیر کے بعد ایک سنسنی خیز منظر یوں رونما ہوا کہ اس کا پیٹ پھٹا اور تمام گھر میں گندگی اور بدبو کی شدید آندھی چل پڑی جو پھیلتے پھیلتے پورے محلّہ میں پھیل گئی بدبو اتنی شدید تھی کہ کئی افراد بیہوش بھی ہوگئے۔

اہل خانہ نے میونسپل کارپوریشن کے لوگوں کو راتوں رات بلایا اور اس بدبودار لاش کو کوڑا کرکٹ والی گاڑی میں ڈلوا کر شہر سے باہر پھینکوا دیا۔



اگلی صبح اس سنسنی خیز واقعہ کی خبر تمام علاقے میں پھیل گئی ہر شخص بے چین تھا کہ آخر یہ حکیم ایسا کون سا برا کام کیا کرتا تھا کہ اس قدر شدید عذاب کا شکار ہوکر مرا۔ اس بھیانک انجام کی خبر بتاتے ہوئے ایک شخص نے بتایا کہ یہ حکیم مطب کے علاوہ سودی لین دین بھی کیا کرتا تھا اور سانحہ والے دن اس نے ایک مقروض عورت سے سودی رقم کم ہونے پر بدتمیزی کی، جس پر اس نے بددعا دی اور یوں یہ حکیم سودی لین دین کی وجہ سے عبرتناک عذاب سے دوچار ہوگیا۔

فائدہ! مذکورہ واقعہ سے معلوم ہوا کہ سودخوری کی وجہ سے دنیا میں بھی پریشانیوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے بہت سے گناہ ایسے ہیں جن پر عذاب قبر یا جہنم میں ملتا ہے مگر بہت سے گناہ ایسے ہیں جن کے کرنے پر دنیا ہی میں اس کا عذاب ملتا ہے۔ 1 اللہ والوں کی بے ادبی کرنا 2 والدین کی نافرمانی کرنا 3 کسی مسلمان یا کافر پر ظلم کرنا۔ 4 سود کھانا اور کھلانا۔



سود سے پاگل پن پھیلتا ہے

حضور ﷺ کا فرمان ہے: ''جس قوم میں سود پھیلتا ہے اس قوم میں پاگل پن پھیلتا ہے۔''

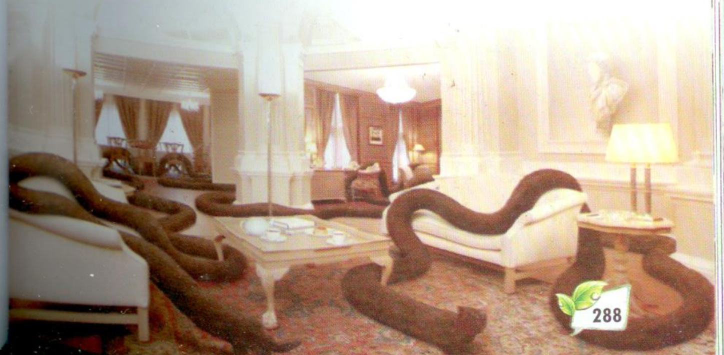
(کتاب الکبائر لذھبی، الکبیرۃ الثانیۃ عشرۃ، ص 70)

سود خور کے پیٹ میں سانپ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ شب معراج میں ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرا، جن کے پیٹ کمروں کی طرح (بڑے بڑے) تھے، جن میں سانپ پیٹوں کے باہر سے دیکھے جا رہے تھے۔ میں نے جبرائیل سے پوچھا: ''یہ کون لوگ ہیں؟'' انہوں نے عرض کی: ''یہ سود خور ہیں''

(سنن ابن ماجہ کتاب التجارات، باب التغلیظ فی الربا الحدیث:2273، ج 3، ص 72)

آہ صد کروڑ آہ! آج ہمارے پیٹ میں اگر معمولی سا کیڑا چلا جائے تو طبیعت میں بھونچال آ جاتا ہے۔ قیامت کا یہ سخت عذاب کیسے برداشت کریں گے؟ سود کھانے والے لوگوں کے پیٹ اتنے بڑے ہوں گے جیسا کہ کسی مکان کے کمرے ہوں ان میں سانپ اور بچھو وغیرہ ہوں گے۔ کس قدر بھیانک عذاب ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو سود کی لعنت سے محفوظ فرمائے۔



سودی کاروبار میں شرکت باعث لعنت ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے محبوب ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، اس کی تحریر لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت کی اور فرمایا کہ یہ سب (گناہ میں) برابر شریک ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب المساقات باب لعن آکل الربا و موکلہ الحدیث :1598، ص 862)

ترجمہ: اے سودی کھاتے لکھنے اور سود پر گواہ بننے والو! دیکھو کس قدر وعید مروی ہے۔

سود کھانا جیسے اپنی ماں سے زنا کرنا

حضور ﷺ کا فرمان ہے: ''بے شک سود کے 72 دروازے ہیں، ان میں سے کمترین ایسے ہے جیسے کوئی مرد اپنی ماں سے زنا کرے۔''

(المعجم الاوسط، الحدیث:7151، ج 5، ص 227)

ایک روایت میں حضور ﷺ کا فرمان ہے: ''سود کے 70 دروازے ہیں ان میں سے کمتر ایسا ہے جیسے کوئی مرد اپنی ماں سے زنا کرے۔

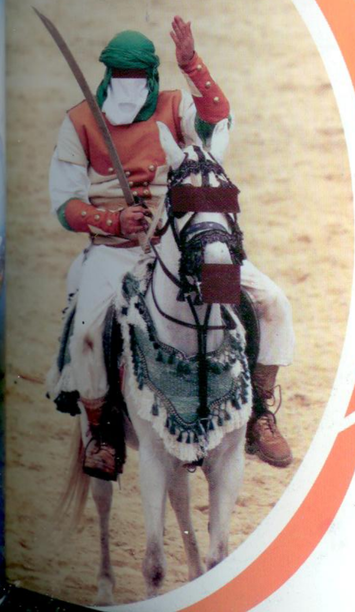
(شعب الایمان، الحدیث:552، ج 4 ص 394)



اللہ سے بغاوت کا عبرت ناک انجام

80 عبیداللہ کے دورِ خلافت میں ایک شیخ بمع اپنے ساتھیوں کے گھوڑوں پر سوار ہو کر سفر کے لئے نکلے۔ وہ لوگ رات کے وقت مسجد میں ٹھہرے اور اپنے گھوڑوں کو بھی مسجد میں لے گئے جب ان سے مسجد کے متولی نے پوچھا کہ تم نے اپنے گھوڑوں کو مسجد میں کیسے داخل کر لیا؟ تو ان سے شیخ اور اس کے ساتھیوں نے کہا: ان گھوڑوں کا گوبر اور پیشاب پاک ہے، کیونکہ یہ مہدی کے گھوڑے ہیں۔ مسجد کے متولی نے کہا:

إِذَا مَا خَرَجَ مِنْ جَسَدِ الْمَهْدِيِّ نَجَسٌ فَكَيْفَ يَطْهُرُ مَا خَرَجَ مِنْ فَرَسِهِ



''جب مہدی کے جسم سے خارج ہونے والی چیز نجس ہے تو اس کے گھوڑے سے نکلنے والی چیز کیسے پاک ہو سکتی ہے؟''

یہ سن کر وہ لوگ بہت غصہ ہوئے اور متولی سے کہا: تم نے مہدی کی شان میں گستاخی کی ہے، یہ کہہ کر اسے پکڑ کر مہدی کے پاس لے گئے چنانچہ مہدی نے جمعہ کی شام اس کو باہر نکالا اور قتل کر دیا۔

پھر جب وہ مرنے کے قریب تھا تو اس نے مہدی کو بددعا دی، اللہ تعالیٰ نے اس کی بددعا قبول فرمائی اور مہدی کو ایک بری بیماری میں مبتلا کر دیا، چنانچہ اس کی بیماری کچھ اس طرح تھی کہ

فَخَلَقَ اللّٰهُ فِي جَوْفِهِ دُوْدًا مِثْلَ بُذُوْرِ الْيَقْطِيْنِ مَا تَأْكُلُهُ أَمْعَاءَهُ

''اللہ تعالیٰ نے اس کے پیٹ میں کدو کے بیج کی شکل کے کیڑے پیدا کئے جو اس کی آنتوں کو کھاتے تھے''



اس کے پاس مینڈھوں کی بڑی بڑی دمیں لائی جاتیں جن کو وہ اپنے پیٹ میں داخل کرتا تاکہ وہ کیڑے اس کی آنتوں کو چھوڑ کر ان دموں کو کھانے میں مشغول ہو جائیں۔ اس طرح ان کے دموں میں مشغول ہونے سے اس کو کچھ راحت حاصل ہوتی پھر جب وہ ان دموں کو باہر نکالتا تو کیڑے ان کو کھا کر پھاڑ چکے ہوتے۔ اور یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا آخر کار اسی حالت میں ہلاک ہو گیا۔

اس کی ہلاکت کے بعد غسانی کے بھانجے کو لایا گیا تاکہ اس کے سر کے پاس تلاوت کرے اور

وہ بہت اچھی تلاوت کرنے والا تھا، اس وقت عبید اللہ کے بیٹے اس کے گرد بیٹھے رو رہے تھے۔ بغدادی نے غسانی سے کہا: تلاوت کرو! وہ کہتے ہیں کہ میں سوچنے لگا کہ کون سی آیت پڑھوں تو مجھے صرف یہ آیت ہی یاد آئی:

يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ

ترجمہ: ''وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا پھر ان کو دوزخ میں جا اتارے گا۔''

پھر میں نے کوئی اور آیت پڑھنی چاہی مگر نہ پڑھ سکا اور اسی کو بار بار دھراتا رہا، یہاں تک کہ مجھے اس بات کا اندیشہ ہوا کہ اگر اس کے بیٹوں کو رونے سے کچھ افاقہ ہو جائے اور وہ میری تلاوت پر غور کریں تو مجھے قتل کر دیں گے، یہ سوچ کر میں وہاں سے ہٹا اور باہر نکل گیا۔



ابن عذاری مراکشی کہتے ہیں اس کے بیٹوں کا دور خلافت مستقل تین سو سال تک رہا اور وہ لوگ سبتہ کی گھاٹی سے لے کر مکہ تک کے علاقے پر قابض ہو گئے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دنیا اللہ کی نظر میں بہت ذلیل اور انتہائی حقیر اور بے قدر و قیمت والی جگہ ہے، یہی وجہ ہے کہ اس نے ان کافر اور فاجر لوگوں کو اس میں اختیار دیا کہ وہ اللہ کے اولیاء کو بدترین عذاب اور تکلیفیں دیں۔

(البیان المغرب 283/1 (حوالہ دعوۃ المظلوم، اردو ترجمہ مظلوم کی آہ).

والد کی بددعاء نے فالج میں مبتلا کر دیا

81 ملک یمن سے تعلق رکھنے والا ''عبداللہ بانعمہ'' نامی شخص ان دنوں سعودی عرب کے معروف تجارتی شہر جدہ میں مقیم ہے۔ اس کا دھڑ مکمل طور پر فالج زدہ ہے۔ صرف اس کا سر اور جسم کا اوپر والا حصہ سلامت ہے۔ وہ بستر پر پڑا رہتا ہے۔ اس قدر معذوری کے باوجود آج وہ ایک کامیاب داعی کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔

وہ معمولی سی بھی حرکت نہیں کر سکتا۔ سامنے رکھے ہوئے قرآن کریم کا صفحہ بھی الٹ کر نہیں پڑھ سکتا اس کا بیان ہے کہ اسے باپ کی بددعا لگ گئی ہے۔ اس کے پاس اس کی ماں بیٹھی رہتی ہے اور اس کی خدمت میں لگی رہتی ہے۔ والدین کی نافرمانی کے حوالے سے اس کا قصہ عرب ممالک میں بڑا مشہور ہے۔ مختلف عربی چینلز اس کی تقریریں نشر کرتے رہتے ہیں۔



آئیے ہم عبداللہ بانعمہ کا معروف قصہ اور انٹرویو آپ کی نذر کرتے ہیں۔

استاذ عبداللہ بانعمہ آپ کے بارے میں وہ قصہ جس کا تعلق حقوق والدین سے ہے، بڑا معروف ہے۔ اس میں ان لوگوں کیلئے درس عبرت ہے جو والدین کی اہمیت و عظمت کو نہیں پہنچانتے۔ کیا آپ اس بارے میں ہمیں کچھ بتلانے کی زحمت فرمائیں گے؟

استادعبداللہ بانعمہ: حمد وثنا کے بعد میں کہنا چاہوں گا کہ میں ایک ادنی سا طالب علم ہوں۔ آپ نے مجھ سے اپنا قصہ بیان کرنے کی فرمائش کی ہے۔ میں یہ قصہ بطور درس عبرت سناتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ

''اورآپ نصیحت فرمائیں کہ نصیحت مومنوں کو نفع پہنچاتی ہے'' (الذریت 55:51)



آپ نے والدین کی نافرمانی کے حوالے سے جو قصہ سننے کی خواہش کا اظہار کیا ہے وہ قدرے طویل ہے مگر میں اختصار کے ساتھ آپ کو سنائے دیتا ہوں۔ میں اپنا قصہ بیان کرنے سے پہلے آپ سے کہنا چاہوں گا کہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر انتہائی فضل وکرم اور احسان ہے کہ اس نے مجھے توبہ کرنے کی توفیق بخشی۔ میری زندگی بھی باقی رکھی، تاکہ میں اس کے دین کی خدمت کرسکوں اور زندگی بھر اسلام کی سچی اور صحیح راہ کی طرف لوگوں کو دعوت دے سکوں۔

یہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا اتنا عظیم احسان ہے کہ میں اسے کبھی نہیں بھلا سکتا۔

صَحِيْحٌ أَنَّ أَسْفَلَ جِسْمِيْ مُصَابٌ بِالشَّلَلِ وَالتَّعْطِيْلِ وَمَعَ ذَالِكَ أَنَا سَعِيْدٌ فَاِنِّيْ وُفِّقْتُ لِلتَّوْبَةِ

''یہ سچ ہے کہ میرے جسم کا نچلا دھڑ فالج زدہ اور ناکارہ ہے مگر اس کے باوجود میں خوش قسمت ہوں کہ مجھے پروردگار کی طرف سے توبہ کرنے کو توفیق ملی۔''

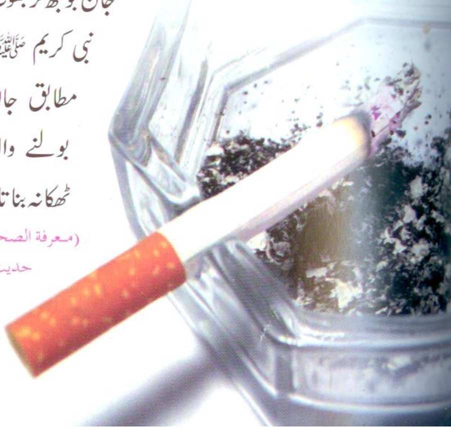
مجھے دین کی تھوڑی بہت خدمت کا موقع بھی ملا۔ اس نعمت پر میں اللہ تعالیٰ کا جتنا زیادہ شکرادا کروں، کم ہے۔

اب میں آپ سے اپنی زندگی کا وہ لمحہ بیان کرنے کی جرات کر رہا ہوں جسے سن کر رونگٹھے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ قصہ یہ ہے کہ میں نے برے ساتھیوں کی صحبت اختیار کرلی اور سگریٹ پینا شروع کردیا۔ اسٹائل کے ساتھ سگریٹ کے کش لینا میری عادت تھی۔ والد محترم کو کسی نے میری اس بری عادت کے بارے میں اطلاع دے دی۔

ماں باپ کیلئے بہرحال یہ ایک تکلیف دہ بات ہے کہ ان کی اولاد سگریٹ نوشی کرے یا اس طرح کی دیگر بری عادتوں میں مبتلا ہو، چنانچہ میرے والد فوراً میرے پاس تشریف لائے اور غصے میں پوچھا: میں نے سنا ہے کہ تم سگریٹ پینے لگے ہو، کیا یہ بات صحیح ہے؟ ''نہیں نہیں، آپ کو یہ جھوٹی خبر کس نے سنادی؟ میں نے تو کبھی سگریٹ کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔''

مجھے اس بات کی کوئی پروا نہیں تھی کہ میں اپنے والد کے سامنے جھوٹ بول رہا ہوں۔ میرے اندر خوف الٰہی کی کمی تھی۔ میں جان بوجھ کر جھوٹ بول گیا۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ کی حدیث کے مطابق جان بوجھ کر جھوٹ بولنے والا دوزخ میں اپنا ٹھکانہ بناتا ہے۔

(معرفة الصحابة لابی نعیم: 247/8، حدیث: 2611)



''کیا تم سچ بول رہے ہو کہ واقعی تم سگریٹ نہیں پیتے اور مجھے تمہارے بارے میں جو رپورٹ پہنچی ہے وہ غلط ہے؟''
والد نے پوچھا

''میں بار بار آپ سے کہہ رہا ہوں کہ میں سگریٹ نہیں پیتا، نہیں پیتا نہیں پیتا پھر بھی آپ مجھ سے یہی سوال کئے جا رہے ہیں، آخر آپ کیا چاہتے ہیں؟!

میں نے بآواز بلند انہیں ڈانٹ دیا اور کہا کہ میرے کمرے سے نکل جائیے۔ میرے والد نے میرے کمرے سے نکلتے ہوئے بڑے درد سے کہا:

إِنْ كُنْتَ مُرَخِناً فَحَطَمَ اللّٰهُ رَقَبَتَكَ

''اگر تم سگریٹ پیتے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہاری گردن توڑ دے''

میرے والد کی میرے لئے یہ ایک قسم کی بددعا تھی۔ میں نے ان کی بددعا کی کوئی پروا نہیں کی۔ میرے لئے یہ گفتگو ایسی ہی تھی جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ میرے بھائی! آپ مجھے اس حالت میں دیکھ رہے ہیں کہ میں فالج زدہ انسان ہوں مگر کم سے کم زندہ تو ہوں اور راہ ہدایت پر آچکا ہوں۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے زندہ سلامت رکھا۔ یوں مجھے توبہ کرنے کا موقع مل گیا۔ خدانخواستہ اگر ایسا ہوتا کہ میں اپنے والد کی بددعا کے بعد مر جاتا تو میرا کیا حشر ہوتا؟

کیا یہ سچ نہیں ہے کہ والدین کی رضا وخوشنودی میں اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی ہے؟ کیا یہ درست نہیں ہے کہ والدین کی ناراضی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضی ہے؟ کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ ماں باپ کے قدموں تلے جنت ہے اور ان کی نافرمانی مول لینے والے پر جہنم واجب ہے؟

میں نے اپنے والد کو اپنی چرب زبانی اور جھوٹے جواب سے نہ صرف قائل کر
کوشش کی بلکہ انہیں ڈانٹ بھی دیا۔ مگر میرے والد کو سو فیصد یقین تھا کہ میں سگریٹ
ہوں یہی وجہ تھی کہ وہ ناراض ہو کر اور مجھے بددعا دے کر میرے کمرے سے چلے گئے۔
شام ہوئی میں گھر آیا کھا پی کر سو گیا صبح ہوئی ہاتھ منہ دھو کر میں اسکول روانہ ہو
اسکول سے واپسی پر میں نے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ سوئمنگ پول کا رخ کیا
معمول تھا کہ ہم چند دوست ہمیشہ سیر وتفریح کی غرض سے سوئمنگ پول پہنچ جاتے
چنانچہ اس مرتبہ بھی ہم سوئمنگ پول جا پہنچے۔

میں سوئمنگ میں بہت تیز تھا۔ دس دس منٹ تک ڈبکی لگائے رکھتا تھا۔ جب ہم
ساتھی سوئمنگ پول کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ پانی کا نل بند ہے۔ ساتھیوں نے فیصلہ کیا
واپس چلتے ہیں۔

مگر میں نے انہیں کہا کہ چلنے کی ضرورت نہیں، میں نل کھولتا ہوں۔ نل سوئمنگ پو
کے نچلے حصہ میں تھا۔ سوئمنگ پول کی گہرائی کوئی تین ساڑھے تین میٹر تھی جبکہ میرا قد ا
میٹر اور بیاسی سینٹی میٹر تھا۔ میں
ایک کرسی کی مدد سے ان
جانے کی کوشش
کی۔



فَلَمَّا غُصْتُ فِيْ حَمَّامِ
السَّبَاحَةِ لِفَتْحِ الْأُنْبُوْبَةِ فَإِذَا أَنَا
مَدْفُوْنٌ تَحْتَ الْكُرْسِيِّ

''میں نے سوئمنگ پول کے اندر داخل ہو کر نل کھولنے کیلئے ابھی ڈبکی ہی لگائی تھی کہ میں یکایک کرسی کے نیچے ہی دب کر رہ گیا۔''

میرے ساتھی یہ سمجھتے رہے کہ میں چونکہ دیر تک پانی کے اندر ڈبکی لگائے رکھنے کا عادی ہوں، اس لئے میرے اوپر نہ آنے سے انہیں کوئی تشویش نہیں ہوئی۔ میں نے لاکھ کوشش کی کہ میں پانی کے اوپر آجاؤں مگر اللہ تعالیٰ نے میرے لئے کچھ اور ہی مقدر کر رکھا تھا۔ میں نے پانی کے اندر جسم کو حرکت دینے کی لاکھ کوشش کی مگر جسم نے حرکت کرنے سے انکار کر دیا، پھر جب میں پانی کے اوپر آیا تو میرے جسم کا نچلا حصہ فالج زدہ ہو چکا تھا۔

سوئمنگ پول کے اندر جب میں پانی میں ڈوبا ہوا تھا تو مجھے یقین ہو چکا تھا کہ اب میں زندگی کے آخری مرحلے میں ہوں اور میرا جنازہ آج ہی اٹھایا جائے گا۔ مجھے اس وقت یاد آیا کہ رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق مصیبت کی گھڑی میں اپنے نیک اعمال کا حوالہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگی جائیں اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں۔

میں نے بھی جلدی جلدی اپنے ایک نیک عمل کے حوالے سے دعائیں مانگنی شروع کیں۔ وہ نیک عمل یہ تھا کہ میں ایک زمانے میں اپنی آمدنی کا کچھ حصہ ایک ضرورت مند بڑھیا کو دے دیا کرتا تھا۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

وہ بڑھیا میرے حق میں دعائے خیر کیا کرتی تھی۔ میں جب بھی اس کو صدقہ دیتا اس کے دونوں ہاتھ میرے لئے آسمان کی طرف بلند ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی دوران پانی کے اندر نبی کریم ﷺ کی اس حدیث کی طرف بھی میرے رہنمائی فرمائی:

مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ

''دنیا میں جس کا آخری جملہ لا الہ الا اللہ ہو گا وہ جنت میں داخل ہو گا۔''

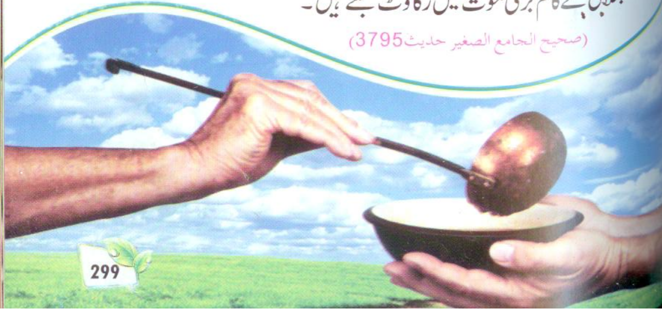
(سنن ابی الجنائز، حدیث: 3116 علامہ البانیؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔)

چنانچہ میں نے کلمہ شہادت کا ورد شروع کر دیا۔ اس دوران میرے پیٹ میں بہت سارا پانی چلا گیا۔ اب مجھ پر بے ہوشی طاری ہو چکی تھی۔ میرے بھائی کا بیان ہے کہ تقریباً پندرہ منٹ بعد مجھے سوئمنگ پول سے باہر نکالا گیا۔ اگر اس طویل وقفہ کو دیکھیں تو میں ایک مردہ انسان تھا۔ مگر نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

صَنَائِعُ الْمَعْرُوْفِ تَقِي مَصَارِعَ السُّوْءِ

''بھلائی کے کام بری موت میں رکاوٹ بنتے ہیں۔''

(صحیح الجامع الصغیر حدیث 3795)

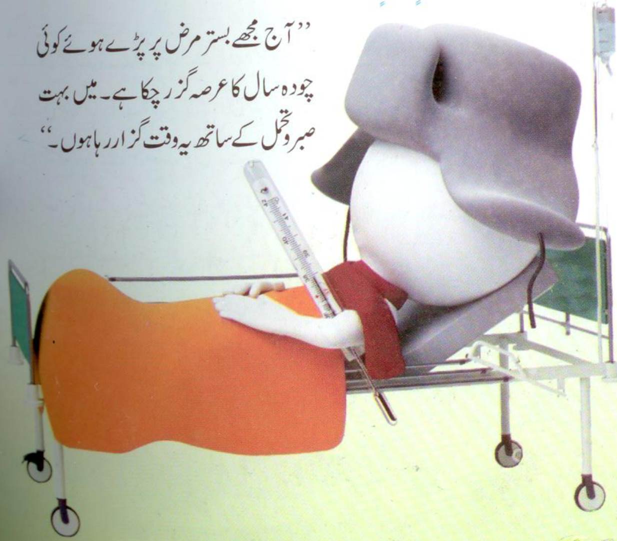


میرے بھائی کا بیان ہے کہ سوئمنگ پول سے نکالنے کے بعد مجھے اوپر نیچے کیا گیا۔ میرے پیٹ پر ہاتھ رکھ رکھ کر دبایا گیا تو میرے منہ سے کئی لیٹر پانی نکلا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں اسپتال میں زیر علاج تھا۔ چار سال تک اسپتال میں رہا۔ اسپتال میں میرا جو پہلا علاج ہوا وہ میرے حلق میں سوراخ کے سلسلے میں تھا۔ مجھے سانس لینے میں بڑی تکلیف ہو رہی تھی۔ تقریباً نو ماہ تک میں بات چیت کرنے سے قاصر تھا۔

کیونکہ سانس کی ہوا حلق کے راستے نکل جاتی تھی۔ آکسیجن کا بھی بڑا مسئلہ تھا۔ کم و بیش سولہ چھوٹے بڑے آپریشن میرے جسم کے ہوئے۔ میری پشت کا سارا حصہ ناکارہ ہو چکا تھا دس بارہ برس تک میری کمر کا علاج چلتا رہا۔

وَقَدْ مَضَتْ عَلَيَّ فَتْرَةُ أَرْبَعَ عَشَرَةَ سَنَةً عَلٰى فِرَاشِ الْمَرَضِ وَ أَقْضِي هٰذَا الْوَقْتَ مَعَ صَبْرٍ تَامٍّ

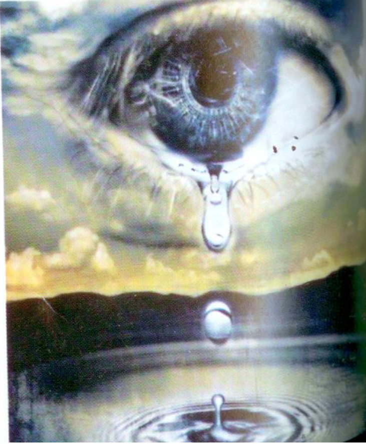
’’آج مجھے بستر مرض پر پڑے ہوئے کوئی چودہ سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ میں بہت صبر و تحمل کے ساتھ یہ وقت گزار رہا ہوں۔‘‘



آج مجھے آپ ایک فالج زدہ انسان کی صورت میں دیکھ رہے ہیں اس کا سبب میں خود ہوں۔ میں نے جوانی میں اپنے باپ کی نصیحت کی کوئی پروا نہیں کی۔ غفلت کی زندگی گزاری جھوٹی قسم کا سہارا لیا اور برے ساتھیوں کی صحبت میں رہا چنانچہ اس کا انجام بد اس صورت میں سامنے آیا کہ میں جوانی کے خوشگوار ایام سے محروم رہا۔ آج میں آپ کے سامنے ایک اپاہج کی حیثیت سے بستر پر پڑا ہوں۔

میں اپنی ماں کے حوالے سے بھی چند باتیں آپ کے گوش گزار کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ مجھے آج اس بات کا شدید احساس ہے کہ ہماری نئی نسل اپنے ماں باپ کی خدمت میں پیچھے کیوں ہے؟ ہم نے آخر اپنے والدین کو کیا دیا ہے؟ جبکہ انہوں نے ہمیں جنم دیا۔ ہماری پرورش و پرداخت کی ہمیں عدم سے وجود میں لانے کا وہی سبب بنے۔

میرے پاس ایک دفعہ بیس یتیموں پر مشتمل ایک ٹیم آئی۔ وہ لوگ میرے ارد گرد بیٹھ گئے میں نے ان کو اپنا واقعہ تفصیل سے سنایا۔ انہوں نے مجھ سے جو کچھ پوچھا میں نے اس کا جواب دیا۔ جب وہ میرے پاس سے اٹھ کر جانے لگے تو ان میں سے ایک نوجوان میرے پاس ہی کھڑا رہ گیا۔ وہ ٹیم کے ساتھ باہر نہیں نکلا۔



وہ زار و قطار رو رہا تھا۔ اس کے آنسو دیکھ کر میرے قریب بیٹھے ہوئے لوگوں کے بھی آنسو نکل پڑے میں نے اس سے دریافت کیا عزیزم! آخر تمہیں یکایک کیا ہو گیا کہ تم زار و قطار رونے لگے؟ نوجوان نے عرض کیا:

”عبداللہ! میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہو رہی ہے کہ کاش! آپ کی جگہ میں ہوتا۔“



میں نے نوجوان سے کہا:

”میرے بھائی! اللہ کا خوف کرو، تم کیوں چاہتے ہو کہ میری جگہ تم آجاؤ؟“

اس نے انتہائی معصومیت سے کہا: تمہارے پاس ماں باپ ہیں اور ہم ماں باپ کے سائے کے بغیر ہی جی رہے ہیں۔ اس کے باوجود کہ آپ ناگفتہ بہ حالت میں ہیں پھر بھی آپ بے حد خوش قسمت ہیں کہ آپ کے والدین ابھی زندہ ہیں اور آپ کے پاس موجود ہیں۔ جبکہ ہمارے پاس یہ عظیم نعمت موجود نہیں۔ بھلا ماں باپ جیسی انمول دولت دنیا میں کہاں ملتی ہے۔

قارئین کرام! یہ تھا یمن کے اس نوجوان کا قصہ جو آج بھی زندہ ہے اور جدہ میں مقیم ہے۔ اس کے والدین بھی الحمد اللہ اب تک بقید حیات ہیں۔ عبداللہ بانعمہ نامی یہ نوجوان آج ایک کامیاب داعی بن چکا ہے۔

دنیا کے مختلف معروف چینلز پر اس کے پروگرام نشر ہو چکے ہیں۔ جب آپ اس سے ملیں گے تو وہ سلام دعا کے بعد انتہائی محبت سے آپ سے محو گفتگو ہوگا۔ آپ جب اس سے اس کی حالت کے بارے میں پوچھیں گے تو وہ آپ کو اپنا یہ قصہ ضرور سنائے گا۔

(والدین فرمانبرداری اور اطاعت 96)

برے خاتمے کے چار اسباب

82 شرح الصدور میں ہے بعض علماء کرام رحم اللہ السلام فرماتے ہیں برے خاتمے کے چار اسباب ہیں 1 نماز میں سستی 2 شراب نوشی 3 والدین کی نافرمانی 4 مسلمانوں کو تکلیف دینا۔

(شرح الصدور ص 27)

فائدہ:۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ نماز پڑھنے میں سستی کرتے ہیں اللہ کے بلانے پر نماز نہیں پڑھتے بلکہ اپنے کاروبار کو زیادہ اہم سمجھتے ہیں یا پھر نماز تو اہتمام سے پڑھتے ہیں مگر والدین کی نافرمانی کرتے ہیں ان کی خدمت نہیں کرتے یا پھر یہ دونوں کام کرتے ہیں مگر پڑوسیوں کو زبان یا ہاتھ سے تکلیف دیتے ہیں ایسے شخص کے بارے میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایسا شخص ایمان پر نہیں مرے گا اس کی موت بدترین ہوگی۔

منہاج العابدین میں ہے، حضرت سیدنا فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ اپنے ایک شاگرد کی نزع کے وقت تشریف لائے اور اس کے پاس بیٹھ کر سورہ یٰسن شریف پڑھنے لگے۔ تو اس شاگرد نے کہا سورہ یٰس پڑھنا بند کر دو۔“ پھر آپ رحمۃ اللہ نے اسے کلمہ شریف کی تلقین فرمائی وہ بولا:



أَنْ لَنْ أَقْرَأُ هَذِهِ الْكَلِمَةَ وَقَدْ سَئِمْتُ مِنْهَا

''میں ہرگز یہ کلمہ نہیں پڑھوں گا میں اس سے بیزار ہوں۔''

بس انہیں الفاظ پر اس کی موت واقع ہوگئی۔

حضرت سیدنا فضیل رحمہ اللہ کو اپنے شاگرد کے برے خاتمے کا سخت صدمہ ہوا۔ چالیس روز تک اپنے گھر میں بیٹھے روتے رہے۔ چالیس دن کے بعد آپ رحمہ اللہ نے خواب میں دیکھا کہ فرشتے اس شاگرد کو جہنم میں گھسیٹ رہے ہیں۔



آپ رحمہ اللہ نے اس سے استفسار فرمایا: کس سبب سے اللہ تعالیٰ نے تیری معرفت سلب فرمالی؟ میرے شاگردوں میں تیرا تو مقام بہت اونچا تھا اس نے جواب دیا: تین عیوب کے سبب سے (1) چغلی کہ میں اپنے ساتھیوں کو کچھ بتاتا تھا اور آپ رحمہ اللہ کو کچھ اور (2) حسد کہ میں اپنے ساتھیوں سے حسد کرتا تھا (3) شراب نوشی کہ ایک بیماری سے شفا پانے کی غرض سے طبیب کے مشورے پر ہر سال شراب کا ایک گلاس پیتا تھا۔

(منہاج العابدین ص 165)

کتوں کی شکل میں اٹھنے والے بدنصیب

افسوس آج کی چغلی اس قدر عام ہے کہ اکثر لوگوں کو شاید پتا تک نہیں چلتا کہ میں چغلخوری کر رہا ہوں۔ چغل خوری آخرت کیلئے سخت تباہ کن ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے غیبت طعنہ زنی چغل خوری اور بے گناہ لوگوں کے عیب تلاش کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) کتوں کی شکل میں اٹھائے گا۔

(الترغیب والترهیب ج 3 ص 320)

ایک حدیث پاک میں ہے چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔

(صحیح البخاری ج 4 ص 115 حدیث 6056)

عورتوں سے محبت کے شوق نے آگ میں پکوادیا

83 ہارون واثق کا جسم کثرت جماع سے ٹوٹا جا رہا تھا۔ انہوں نے ایک دن طبیب کو یہ حکم دیا کہ میرے لئے قوت باہ کے اضافہ کیلئے ایک دوا تیار کردو۔ طبیب نے خلیفہ سے یہ کہا عالی جاہ! امیر المومنین، آپ اپنے بدن کو جماع کی وجہ سے خراب نہ کیجئے اور اللہ سے خوف کیجئے۔ اس کے باوجود ہارون واثق نے کہا نہیں فوراً دوا تیار کردو۔ چنانچہ طبیب نے یہ نسخہ لکھا۔



درندے کا گوشت لے کر خمر کے سرکے میں ملا کر سات مرتبہ جوش دیا جائے۔ پھر اس کے عرق کو تین درہم کی مقدار میں پی لیا جائے۔ لیکن یہ مقدار متعین ہے اس سے زائد استعمال نہیں کرنی چاہیے۔

ہارون واثق نے درندے کو ذبح کرنے کا حکم دے دیا۔ گوشت کو پکایا گیا جوش دیا گیا یہاں تک کہ گاڑھا عرق بن گیا۔ اتنے میں ہارون واثق سب پی گیا۔

تمام اطباء کا اس پر اتفاق ہوا کہ سوائے نزول بطن (اسہال) کے اب کوئی دوا موثر نہیں ہوگی۔ نزول بطن کے بعد انہیں زیتون کی لکڑیوں کے دھکتے ہوئے انگاروں میں چھوڑ دیا جائے۔ پھر اس میں بیٹھا دیا جائے۔ چنانچہ یہ عمل کیا گیا۔ تین گھنٹے پانی پینے سے روک دیا گیا۔ وہ برابر پانی مانگتے رہے لیکن نہیں دیا گیا۔ تھوڑی دیر میں اس کے جسم پر خربوزے کے برابر آبلے پڑ گئے۔ پھر انہیں الگ کر دیا گیا۔

ہارون برابر یہ کہتا رہا کہ پھر مجھے تنور ہی میں لے چلو ورنہ میں مر جاؤں گا۔ فوراً لوگ لے گئے تو وہ خاموش ہو گیا پھر وہ آبلے پانی کی طرح بہہ پڑے۔ پھر اسے تنور سے نکالا گیا اس حال میں کہ اس کا سارا جسم سیاہ ہو چکا تھا۔ پھر وہ تھوڑی دیر کے بعد مر گیا۔ جب وہ مرنے لگا تو یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

اَلْمَوْتُ فِيْهِ جَمِيْعُ النَّاسِ تَشْتَرِكُ
لَاْ سُوْقَةٌ مِنْهُمْ يَبْقٰى وَلَا مَلِكٌ

ترجمہ: موت میں سبھی لوگ شریک ہیں نہ اس سے معمولی لوگ بچ سکے ہیں اور نہ بادشاہ۔

مَاضَرَّ أَهْلُ قَلِيْلٍ فِيْ
مَقَابِرِهِمْ
وَلَيْسَ يُغْنِيْ عَنِ
الْمُلَّاكِ مَامَلَكُوا

ترجمہ:۔ غریبوں کو ان کی قبروں میں نہ تو نقصان اٹھانا پڑا اور بادشاہ جن چیزوں کے مالک تھے ان سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوا''

مورخین لکھتے ہیں کہ اس قسم کا ایک دوسرا بھی واقعہ ہے۔ چنانچہ واثقی کہتے ہیں کہ میں خلیفہ ہارون واثق کا تیمار دار تھا۔ اچانک ہارون پر غشی طاری ہوئی۔ مجھے بالکل یقین ہو گیا کہ ان کا انتقال ہو گیا تو ہم میں سے بعض آدمی ایک دوسرے سے یہ کہہ رہا تھا کہ انہیں دیکھو کیا حال ہے؟ لیکن کسی کی ہمت نہیں ہوئی۔

آخر کار میں ہی بڑھا تو میں نے اپنی انگلی اس کی ناک پر رکھ کر دیکھا تو اس نے آنکھ کھول دی تو میں اتنا ڈر گیا قریب تھا کہ کہیں میں مر نہ جاؤں۔ پیچھے ہٹ کر سیڑھیوں میں تلوار کے قبضے پکڑ کر لٹک کر اس کے بعد زمین پر پھسل کر گر گیا۔

تلوار ٹوٹ گئی قریب تھا کہ تلوار میرے جسم میں گھس جاتی۔ پھر میں نے دوسری تلوار تلاش کر لی۔ تھوڑی دیر کے بعد لوٹ کر آیا اور ہارون واثق کے پاس کھڑا ہو گیا مجھے کچھ ایسا یقین ہوا کہ اب یہ مر گئے ہیں تو میں نے داڑھی باندھ دی، آنکھیں بند کر دیں پھر انہیں کپڑے سے ڈھک دیا فراش لوگ انہیں تنہا چھوڑ کر ان کا قیمتی فرش خزانہ میں داخل کرنے کی غرض سے اٹھا کر لے گئے۔

مجھے احمد بن ابی داؤد قاضی نے بتایا کہ ہم لوگ بیعت کے سلسلے میں مصروف ہیں۔ تم دفن ہونے تک نعش کی حفاظت کرو تو میں لوٹ کر دروازے پاس بیٹھ گیا تھوڑی دیر بعد مجھے کچھ حرکت محسوس ہوئی تو میں اندر آیا

فَأذَا فَارَةٌ أَخْرَجَ عَيْنَ هَارُوْنَ فَأَكَلَهَا

''کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چوہا ہارون کی آنکھ نکال کر کھا گیا۔''

یہ دیکھ کر میں نے کلمہ توحید پڑھا بعد میں دل میں سوچا کہ یہ آنکھیں ابھی کھلی ہوئی تھیں اور اب انہیں چوہا کھا گیا ہے۔

حوالہ: (حیات الحیوان 242/1)



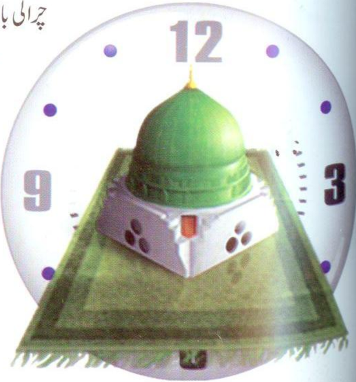
صدقے کا مال چرانے پر قبر میں آگ کا کرتہ

84 حضرت سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جب عصر کی نماز پڑھ لیتے تو بنی عبد الاشھل کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کے پاس گفتگو فرماتے رہتے یہاں تک کہ مغرب کیلئے اذان یا اقامت کہی جاتی۔ حضرت سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ جلدی جلدی نماز مغرب کیلئے تشریف لے جا رہے تھے کہ بقیع کے مقام پر ہمارے پاس سے گزرے اور ارشاد فرمایا:

''تم پر افسوس! تم پر افسوس!'' اس بات سے میرے دل میں ڈر اور خوف پیدا ہوا اور میں پیچھے ہو لیا اور گمان کیا کہ آپ ﷺ مجھ سے فرما رہے ہیں آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کیا ہوا جلدی چلو؟'' میں نے عرض کی: ''آپ ﷺ نے ابھی کچھ ارشاد فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تو تجھے کیا ہوا؟ میں نے عرض کی:

''آپ ﷺ نے مجھ پر افسوس فرمایا ہے۔'' ارشاد فرمایا: ''نہیں بلکہ وہ تو فلاں شخص ہے جسے میں نے بنی فلاں کے پاس صدقہ لینے کیلئے بھیجا اور اس نے ایک دھاری دار چادر چرا لی بالآخر ویسا ہی آگ کا کرتہ اسے (قبر میں) پہنا دیا گیا۔''

(سنن النسائی کتاب الامامة باب الاسراع الی الصلاة من غیر سعی الحدیث: 863، ص 2142)



موت کے وقت کفر کرنے والا بدنصیب نوجوان

85 علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ ایک ثقہ آدمی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ان کے ایک دوست کا بھائی دین سے منحرف تھا باطل اور کفریہ نظریات وعقائد کا پرچار کرتا تھا اس کے دوست نے اپنے گمراہ بھائی کو راہ راست پر لانے کی بڑی جدوجہد کی مگر کوئی بھی نتیجہ نہ نکلا بلکہ وہ مزید کفر والحاد کے گڑھے میں گرتا چلا گیا۔

کچھ دنوں کے بعد وہ کفریہ عقائد والا شخص کینسر کی بیماری میں مبتلا ہوگیا اور بستر مرگ پر پڑ گیا۔ اس کا بھائی اس کی عیادت کو آتا، اس سے باتیں کرتا اور اس کی رشد وہدایت کا خواہاں رہتا اس کو تبلیغ کرتا کہ شاید اللہ تعالیٰ نے میرے بھائی کا خاتمہ بالخیر فرمادے!

ایک دن مریض نے اپنے بھائی سے کہا: مجھے کلام پاک دو۔

بھائی یہ سن کر مارے خوشی کے کھل اٹھا کہ شاید اللہ تعالیٰ اس کے مریض بھائی کو ہدایت عطا فرمادی ہے اور وہ اس کی تلاوت کا خواہاں ہے۔

جب وہ قرآن کریم لے کر اپنے مریض بھائی کی خدمت میں پہنچا تو اس نے دیکھتے ہی کہا:

أَهٰذَا قُرْآنٌ؟ قَالَ الْأَخُ: نَعَمْ فَأَشَارَ الشَّقِيُّ إِلٰى نَفْسِهٖ وَقَالَ: هٰذَا الْعَبْدُ يَكْفُرُ هٰذَا الْقُرْآنَ ثُمَّ مَاتَ



”یہ قرآن ہے؟ بھائی نے کہا: ہاں۔ اس بدبخت نے اپنی طرف اشارہ کر کے کہا: یہ بندہ اس قرآن کا منکر ہے۔ پھر اسی وقت مر گیا۔“

والعیاذ باللہ۔

عقلمند حکمران

86 ایک بادشاہ کو معلوم ہوا کہ کچھ ڈاکوؤں نے راستے میں لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ ان کی رہائش پہاڑوں کی بلندی پر ہے دن رات وہ راہ گیروں اور قافلوں پر حملہ آور ہوتے ہیں اور جا کر اونچے اونچے پہاڑوں پر پناہ گزین ہو جاتے ہیں کوئی ان پر قابو پانے کی قدرت نہیں رکھتا۔

حکمران نے ایک تاجر کو بلایا اور

فَوَضَعَ الْحَلْوَاءَ الْمَسْمُوْمَةَ فِي الْأَوَانِي الْحَسَنَةِ فَجَعَلَهَا فِيْ مُرَبَّعَيْنِ

”زہر ملا ہوا بہترین حلوہ خوبصورت سے برتنوں میں رکھ کر دو صندوقوں میں رکھوا دیا“

اور انہیں ایک خچر پر لاد کر تاجر کے حوالے کیا اور حکم دیا کہ وہ قافلے کے ساتھ جائے اور راستے میں اگر ڈاکو ملیں تو ان پر یہ ظاہر کرے کہ یہ امراء کی خواتین کے لئے ہدیہ جا رہا ہے۔





تاجر قافلے کے ساتھ روانہ ہوگیا۔ ڈاکوؤں کی جماعت نے راستے میں گھیر کر قافلے کا سارا سامان لوٹ لیا۔ ان میں وہ حلوا بھی شامل تھا۔ ایک چور خچر کو لے کر پہاڑوں پر چڑھ گیا۔ جب صندوق کھولا تو اس میں میٹھا میٹھا حلوہ دیکھا اس نے اکیلے کھانا پسند نہ کیا،

فَلَمَّا فَتَحَ الْمُرَبَّعَ فَاِذَا فِیْهِ حَلْوَاءُ فَكَرِهَ اَنْ یَّاْكُلَهٗ وَحْدَهٗ فَدَعَا اَصْحَابَهٗ الخ

''چنانچہ اپنے دوسرے ساتھیوں کو بھی بلایا اور سب نے مزے لے لے کر حلوہ کھالیا گیا اور تھوڑی ہی دیر بعد وہ سبھی ہمیشہ کی نیند سو چکے تھے۔''

پھر اس قافلے کے تمام تاجروں نے اپنا اپنا سامان لیا اور خوشی خوشی روانہ ہوگئے۔

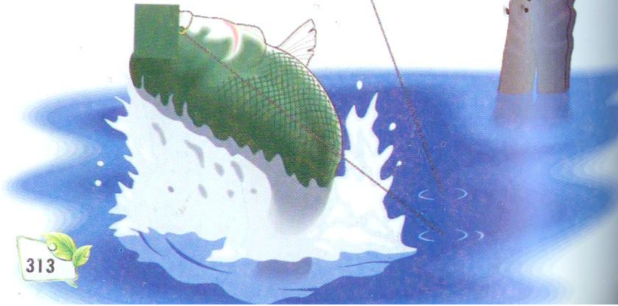
سچ ہے گناہوں پر ایک نہ ایک دن ضرور پکڑ آتی ہے چاہے دیر ہی سے کیوں نہ آئے مگر یہ گناہ ایک روز اپنے ساتھ کالی سیاہی اور پریشانیوں کے بادل ضرور لاتا ہے۔ بدنصیب اور بے وقوف ہے وہ شخص جو تھوڑی دیر کے مزہ کے لئے ہمیشہ کی پریشانیاں خرید لیتا ہے۔

بندر بننے والے 12000 ہزار یہودی

87 روایت ہے کہ حضرت داوٗد علیہ السلام کی قوم کے ستر ہزار آدمی عقبہ کے پاس سمندر کے کنارے ''ایلہ'' نامی گاؤں میں رہتے تھے اور یہ لوگ بڑی فراخی اور خوشحالی کی زندگی بسر کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا اس طرح امتحان لیا کہ سنیچر کے دن مچھلی کا شکار ان لوگوں پر حرام فرمادیا اور ہفتے کے باقی دنوں میں حلال فرمادیا مگر اس طرح ان لوگوں کو آزمائش میں مبتلا فرمادیا کہ سنیچر کے دن بے شمار مچھلیاں آتی تھیں اور دوسرے دنوں میں نہیں آتی تھیں تو شیطان نے ان لوگوں کو یہ حیلہ بتادیا کہ سمندر سے کچھ نالیاں نکال کر خشکی میں چند حوض بنا لو اور جب سنیچر کے دن ان نالیوں کے ذریعہ مچھلیاں حوض میں آجائیں تو نالیوں کا منہ بند کردو اور اس دن شکار نہ کرو بلکہ دوسرے دن آسانی کے ساتھ ان مچھلیوں کو پکڑلو۔

ان لوگوں کو یہ شیطانی حیلہ بازی پسند آگئی اور ان لوگوں نے یہ نہیں سوچا کہ جب مچھلیاں نالیوں اور حوضوں میں مقید ہوگئیں تو یہی ان کا شکار ہوگیا۔ تو سنیچر ہی کے دن شکار کرنا پایا گیا جو ان کیلئے حرام تھا۔



اس موقع پر ان یہودیوں کے تین گروہ ہو گئے 1 کچھ لوگ ایسے تھے جو شکار کے اس شیطانی حیلہ سے منع کرتے رہے اور ناراض و بیزار ہو کر شکار سے باز رہے۔

2 اور کچھ لوگ اس کام کو دل سے برا جان کر خاموش رہے دوسروں کو منع نہ کرتے تھے بلکہ منع کرنے والوں سے یہ کہتے تھے کہ تم لوگ ایسی قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا یا سخت سزا دینے والا ہے۔

3 اور کچھ وہ سرکش و نافرمان لوگ تھے جنہوں نے حکم خداوندی کی اعلانیہ مخالفت کی اور شیطان کی حیلہ بازی کو مان کر سنیچر کے دن شکار کر لیا۔ اور ان مچھلیوں کو کھایا اور بیچا بھی۔

جب نافرمانوں نے منع کرنے کے باوجود شکار کر لیا تو منع کرنے والی جماعت نے کہا کہ اب ہم ان معصیت کاروں سے کوئی میل ملاپ نہ رکھیں گے چنانچہ ان لوگوں نے گاؤں کو تقسیم کر کے درمیان میں ایک دیوار بنا لی اور آمد و رفت کا ایک الگ دروازہ بھی بنا لیا۔



حضرت داؤد علیہ السلام نے غضب ناک ہو کر شکار کرنے والوں پر لعنت فرما دی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ ایک دن خطا کاروں میں سے کوئی باہر نہیں نکلا۔ تو انہیں دیکھنے کیلئے کچھ لوگ دیوار پر چڑھ گئے تو کیا دیکھا کہ

هُمْ مُشَوَّهِيْنَ فِي الْقُرُوْدِ

''وہ سب بندروں کی صورت میں مسخ ہو گئے ہیں۔''

اب لوگ ان مجرموں کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے تو وہ بندر اپنے رشتہ داروں کو پہچانتے تھے اور ان کے پاس آ کر ان کے کپڑوں کو سونگھتے تھے اور زار و زار روتے تھے مگر لوگ ان بندر بن جانے والوں کو نہیں پہچانتے تھے۔

ان بندر بن جانے والوں کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ یہ سب تین دن تک زندہ رہے اور اس درمیان میں کچھ بھی کھا پی نہ سکے بلکہ یوں ہی بھوکے پیاسے سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ شکار سے منع کرنے والا گروہ ہلاکت سے سلامت رہا۔ اور صحیح قول یہ ہے کہ دل سے برا جان کر خاموش رہنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہلاکت سے بچا لیا۔ (صاوی ج 1 ص 35)

اس واقعہ کا اجمالی بیان تو سورہ بقرہ کی اس آیت میں ہے۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ

اور بے شک ضرور تمہیں معلوم ہے کہ وہ جنہوں نے ہفتہ میں سرکشی کی تو ہم نے ان سے فرمایا کہ ہو جاؤ بندر دھتکارے ہوئے۔ (البقرہ رکوع 8)

اور مفصل واقعہ سورہ اعراف میں ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔

اور ان سے حال پوچھو اس بستی کا کہ دریا کنارے تھی۔ جب وہ ہفتہ کے بارے میں حد سے بڑھے۔ جب ہفتے کے دن ان کی مچھلیاں پانی پر تیرتی ان کے سامنے آتیں اور جو دن ہفتہ کا نہ ہوتا نہ آتیں اس طرح ہم انہیں آزماتے تھے ان کی بے حکمی کے سبب اور جب ان میں سے ایک



گروہ نے کہا کیوں نصیحت کرتے ہو ان لوگوں کو جنہیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا سخت عذاب دینے والا ہے۔

بولے تمہارے رب کے حضور معذرت کو اور شاید انہیں ڈر ہو پھر جب بھلا بیٹھے جو نصیحت انہیں ہوئی تھی ہم نے بچالئے وہ جو برائی سے منع کرتے تھے۔ اور ظالموں کو برے عذاب میں پکڑا بدلہ ان کی نافرمانی کا۔ پھر جب انہوں نے ممانعت کے حکم سے سرکشی کی ہم نے ان سے فرمایا ہو جاؤ بندر دھتکارے ہوئے۔ (سورة اعراف 163 تا 165)

درس ہدایت: معلوم ہوا کہ شیطانی حیلہ بازیوں میں پڑ کر اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانیوں کا انجام کتنا برا اور کس قدر خطرناک ہوتا ہے اور خدا کے نبی جن بدنصیبوں پر لعنت فرمادیں وہ کیسے ہولناک عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر دنیا سے نیست و نابود ہو کر عذاب نار میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ اور دونوں جہان میں ذلیل و خوار ہو جاتے ہیں۔

(تَوْبَةً نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْهُ)

اصحاب ایلہ کے اس دل ہلا دینے والے واقعہ میں ہر مسلمان کے لئے بہت بڑی عبرت اور نصیحتوں کا سامان ہے کاش! اس واقعہ سے مسلمانوں کے قلوب میں خوف خداوندی کی لہر پیدا ہو جائے اور وہ اللہ تعالیٰ و رسول ﷺ کی نافرمانیوں کی پگڈنڈیوں میں بھٹکنے سے منہ موڑ کر صراط مستقیم کی شاہراہ پر چل پڑیں اور دونوں جہانوں کی سربلندیوں سے سرفراز ہو کر اعزاز و اکرام کی سلطنت کے تاجدار بن جائیں۔

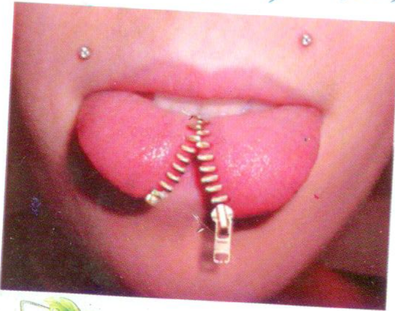
اللہ والوں سے زبان درازی کرنے پر کفر کی موت

88 یاد رکھیئے ایسے لوگ جو اہل اللہ پر زبان درازی کرتے ہیں ان کا انجام بھیانک ہوتا ہے تاریخ میں ایسے بہت سے واقعات بھرے پڑے ہیں راقم کی نظر سے ایک انتہائی عبرت انگیز واقعہ گزرا۔ جی چاہا کہ اپنے قارئین کو سنایا جائے شاید کسی کے لئے موعظت کا سبب بن جائے۔

چھٹی صدی ہجری میں ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ یوسف بن ایوب ہمدانی رحمۃ اللہ آپ اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم، فقیہ، زاہد و عابد اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ بغداد میں مدرسہ نظامیہ میں وعظ فرمایا کرتے تھے، آپ کا ایک واقعہ ابوالفضل صافی بن عبداللہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"ایک دفعہ میں مدرسہ نظامیہ میں اپنے شیخ یوسف ہمدانی کی مجلس وعظ میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ کا وعظ سننے کے لئے ایک عالم اکٹھا ہوا ہے۔ مجمع میں سے ایک فقیہ عالم جس کا نام ابن السقاء تھا وہ اٹھا اور اعتراضات کرنے شروع کر دیئے اور محض آپ کو اذیت دینے کیلئے کسی مسئلہ پر بحث شروع کر دی امام یوسف نے فرمایا:

إِجْلِسْ فَإِنِّي أَشْعَرُ مِنْ كَلَامِكَ رَائِحَةَ الْكُفْرِ وَأَخْشٰى أَنْ لَا تَمُوْتَ عَلَى الْإِيْمَانِ



"بیٹھ جا مجھے تیری باتوں سے کفر کی بو محسوس ہو رہی ہے شاید تیرا خاتمہ ایمان پر نہ ہو، ابو الفضل کہتے ہیں کہ بات آئی گئی ہوگئی۔"

پھر ایسا ہوا کہ ایک مدت کے بعد شاہ روم کا ایک نصرانی سفیر خلیفہ وقت کے پاس آیا تو ابن السقاء اس کے پاس گیا اور اس سے درخواست کی کہ آپ مجھے اپنے ساتھ لے چلیں، ابن السقاء نے اس سفیر سے یہ بھی کہا کہ میں اپنا دین چھوڑ کر آپ کے دین میں داخل ہوتا ہوں نصرانی سفیر نے ابن السقاء کی بات مان لی اور اسے اپنے ساتھ لے کر قسطنطنیہ چلا گیا وہاں جا کر ابن السقاء شاہ روم سے جا ملا اور عیسائی بن گیا اور عیسائیت پر ہی اس کا خاتمہ ہو گیا۔

ابن النجار بغدادی فرماتے ہیں کہ میں نے ابوالکرم عبدالسلام بن احمد سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ ابن السقاء قرآن کا قاری تھا۔ تجوید کے ساتھ قرآن پڑھا کرتا تھا مجھے ایک شخص نے بتلایا جس نے ابن السقاء کو قسطنطنیہ میں دیکھا تھا۔

ابن السقاء ایک چبوترہ پر بیمار پڑا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک بوسیدہ سا پنکھا تھا جس سے مکھیاں اڑا رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کیا تمہیں کلام پاک یاد ہے؟ ابن السقاء نے جواب دیا کہ میں پورا کلام بھول چکا ہوں سوائے اس آیت کے

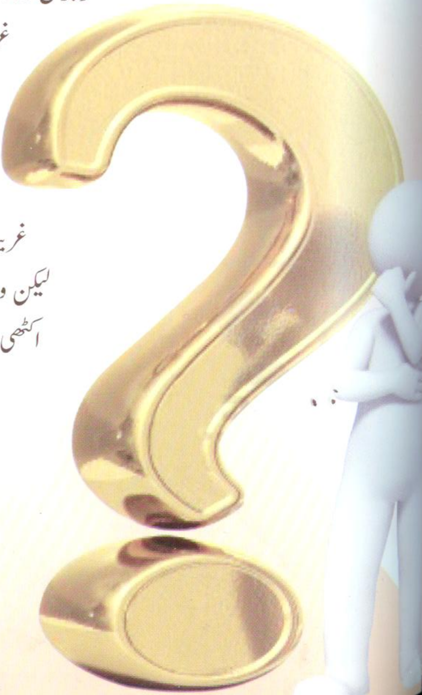
رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ

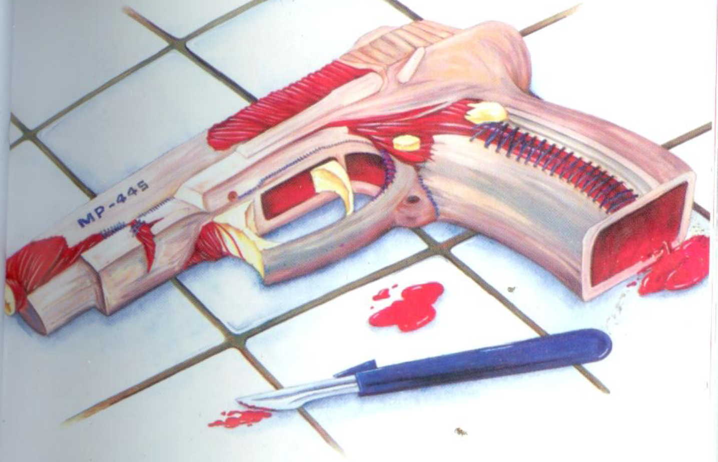
"ایک وقت ایسا آئے گا کہ کافر لوگ یہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔"

نوجوان کی ڈاڑھی مونڈنے والے کا عبرتناک انجام

89 یہ بھٹو دور کی بات ہے۔ پیپلز پارٹی کا ایک وزیر ملک سردار علی خان کے گاؤں میں آیا ہوا تھا اور ملک کے ڈیرے پر ہی براجمان تھا، بے شمار لوگ اس کی پذیرائی کیلئے موجود تھے کہ اچانک ایک ڈاڑھی والے نوجوان نے وزیر سے ایک ایسا چبھتا ہوا سوال کیا کہ وزیر اس کا جواب نہ دے سکا۔ وہ بغلیں جھانکنے لگا بھرے مجمع میں اس کی سخت سبکی ہوئی اور وہ شرمندگی کے ساتھ اٹھ کر چلا گیا۔

وزیر کے جانے کے بعد ملک سردار علی خان کے بھتیجوں نے سوال کرنے والے نوجوان کو جو جماعت اسلامی کا ایک غریب کارکن تھا خوب مارا اور اس کی ڈاڑھی مبارک کو بے دردی سے مونڈ ڈالا۔ غریب کے آنسو نکل آئے لیکن وہ پی گیا اس کی برادری اکٹھی ہو کر آ گئی اور بدلہ لینے کا اعلان کیا لیکن اس نوجوان نے





جواب دیا ”میں کس چیز کا بدلہ لوں، داڑھی میری نہیں میرے رب کے حکم کی تعمیل تھی، اگر اس نے بدلہ لینا ہے تو وہ خود لے گا“

اور اللہ نے اس ظلم کا بدلہ یوں لیا کہ ملک صاحب کے جس قریبی عزیز نے جماعت کے غریب کارکن کی ڈاڑھی مونڈھی تھی وہ اس قدر نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا ہوا کہ اس نے اپنے عالی شان بنگلے میں اپنی ہی بندوق سے خودکشی کر لی۔

ملک کے خاندان پر زوال ٹوٹ کے آیا وہ 1977 کے الیکشن میں پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر ایم این اے بنا لیکن اللہ کی تقدیر نے ساری بساط ہی الٹ دی پی پی کی حکومت ختم ہوگئی.

ملک سردار خان پر قتل کا مقدمہ بن گیا اور وہ چھپ کر ملک سے فرار ہونے پر مجبور ہوگیا۔

اللہ نے اپنے ایک غریب بے بس بندے کی توہین و تذلیل کی خوب خوب دادرسی کی اور اس سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخ کو عبرتناک موت میں ذلت کے ساتھ مبتلا کر کے ہلاک کیا۔

اولاد کیلئے بیوی کو طلاق دینے کا انجام

90 ڈاکٹر عبدالغنی لکھتے ہیں کہ میں اپنے علاقے کے ایک قریبی گاؤں کے ایک دوست ماسٹر عبدالرشید صاحب سے ملنے گیا۔ ان کے گھر کے قریب ہی رحمت پہلوان کا بڑا سا مکان ہے۔ میں نے عبدالرشید صاحب سے معلوم کیا کہ رحمت پہلوان کا آج کل کیا حال ہے؟ انہوں نے بتایا کہ وہ بالکل قلاش ہوگیا ہے اور مزدوری کرتا ہے مجھے بے حد تعجب ہوا اور اللہ کی بے نیازی سے خوفزدہ بھی ہوا کہ وہ تو اچھا خاصا امیر آدمی تھا۔

مین نے تفصیل چاہی تو انہوں نے بتایا کہ رحمت نوجوانی میں سعودی عرب چلا گیا تھا۔

اس نے بہت مال کمایا اور واپس آکر ایک کنال میں بڑا گھر بنایا۔ پھر اس نے شادی کی۔

اسے بہت اچھی بیوی ملی نیک خدمت گزار اور خوش اخلاق لیکن دو سال تک اس سے اولاد نہ ہوئی تو رحمت نے اسے طلاق دے دی۔ ماں نے اس ظلم سے روکنا چاہا تو اس سے بہت بدتمیزی کی اور ماں سے بدتمیزی کرتا ہی رہتا تھا۔



رحمت نے پہلی بیوی کو طلاق دے کر جلد ہی دوسری شادی رچالی لیکن دوسری بیوی اس کے لئے مصیبت بن گئی۔ اس سے دو بیٹے اور چار بیٹیاں پیدا ہوئیں بڑا بیٹا پانچ سال کا تھا جب وہ کرنٹ لگنے سے مر گیا۔

دوسرا بیٹا اب جوان ہے اور چھٹا ہوا بدمعاش ہے۔ وہ ہر طرح کی وارداتیں کرتا ہے اور باپ کیلئے رسوائی اور بدنامی کا سبب بنا ہوا ہے چاروں بیٹیاں جوان ہیں بڑی کی عمر پچیس سے زیادہ ہے لیکن کسی کی بھی شادی نہیں ہوئی۔ اس کے رزق سے بھی برکت اٹھ گئی ہے اور اب وہ مزدوری کرنے پر مجبور ہے جبکہ پریشانیوں اور غموں نے اسے ادھ موا کر دیا ہے اور اس کی زندگی جہنم کا نمونہ بن گئی ہے اور یہ سارا وبال نیک بیوی کو طلاق اور خصوصاً ماں کی نافرمانی کا پڑا ہے۔



گناہ گاروں کو مکہ اور مدینہ میں داخل نہ ہونے دیا گیا

91 ڈاکٹر عبدالغنی فاروق صاحب مکافات عمل نامی کتاب میں لکھتے ہیں

میں ساڑھے تیرہ سال یعنی 1980ء سے 1994ء تک لاہور کے معروف تعلیمی ادارے گورنمنٹ دیال سنگھ کالج میں تدریس کے فرائض انجام دیتا رہا ہوں۔ اس دوران میں مکافات عمل کے حوالے سے یوں تو کئی مشاہدات ہوئے لیکن ایک واقعہ بہت ہی حیرت انگیز اور عبرت ناک ہے۔

اس کالج کے شعبہ انگلش میں ایک لیکچرار تھا ماجد خان (اصلی نام کچھ اور تھا) یہ اصلاً دہریہ تھا اور دہریوں کی ساری خصوصیات کا حامل تھا یعنی پرلے درجے کا غیر سنجیدہ پھکڑ باز باتونی دینی شعار کا برملا مذاق اڑاتا اور علما کو سان پر چڑھائے رکھتا۔

بدعقیدہ اور بدزبان ہونے کے ساتھ ساتھ بدعمل بھی تھا۔ میری موجودگی میں تو وہ بدگوئی کی جرات نہیں کرتا تھا لیکن فرصت اور دوران گفتگو وہ دین اسلام کے خلاف خبث باطن کا اظہار کئے بغیر جانے نہیں رہتا تھا۔ ماجد خان نے بعد میں ایف سی کالج میں تبادلہ کرالیا تھا۔ رہائش وحدت کالونی کے سرکاری فلیٹوں میں تھی۔

ماجد خان کا بڑا بھائی امریکہ میں مقیم تھا۔ والدہ اس کے پاس وحدت کالونی میں رہتی تھی والدہ کی خواہش پر اس کے امریکہ والے بھائی نے اسے رقم بھجوا دی اور مطالبہ کیا کہ والدہ کو سعودی عرب لے جا کر عمرہ کرالاؤ۔

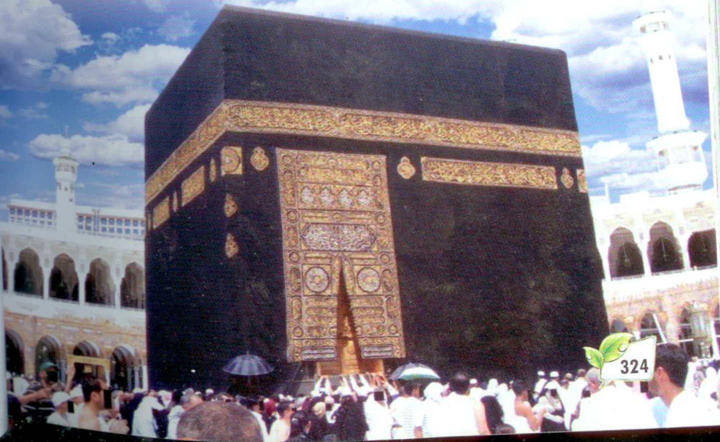


ماجد خان نے اسٹاف روم میں بیٹھ کر یہ بات اپنے حلقے کے لوگوں کو خود سنائی کہ ''مجھے عمرے وغیرہ سے ذرا بھی دلچسپی نہ تھی۔ میں نے سوچا کہ میرا کیا خرچ ہوتا ہے۔ رقم بھائی نے بھجوائی ہے اس کا مطالبہ ہے تو میں والدہ کے ساتھ چلا جاتا ہوں مفت کی سیر ہو جائے گی۔''

چنانچہ ماجد خان اپنی والدہ کو لے کر حجاز کے لئے روانہ ہو گیا لیکن عجیب و غریب بات یہ ہوئی کہ جدہ پہنچتے ہی وہ بیمار ہو گیا اس کی قوت سلب ہو گئی اور چلنا تو درکنار ہلنے جلنے کے قابل نہ رہا اور علاج کیلئے اسے ایک اسپتال میں داخل ہونا پڑا۔ لیکن اللہ کی شان دیکھئے کہ کوئی علاج کارگر نہ ہوا اور اس کی بیماری بڑھتی ہی چلی گئی۔

ماں نے دو چار روز انتظار کیا اور پھر وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ مکہ مکرمہ چلی گئی وہاں آٹھ دس روز قیام کر کے مدینہ پہنچ گئی اور وہاں بھی ایک ہفتہ ٹھہر کر واپس جدہ آ گئی اس سارے عرصے میں ماجد خان علالت کی حالت میں ہسپتال میں پڑا رہا...... اور پھر ماں کے ساتھ واپس پاکستان آ گیا۔

اللہ نے ایک بدعمل، گستاخ اور دہرے کو اپنے مقدس شہروں میں داخلے سے اپنی قدرت سے روک دیا تھا۔



بے رحم ڈاکٹر کو اپنے بیٹے سے ہاتھ دھونے پڑے

92 یونس مغل صاحب نے بتایا تقریباً پندرہ سال پہلے کی بات ہے سول اسپتال میں ڈسکہ کا ایم ایس بھٹی نام کا ایک ڈاکٹر تھا۔ بہت مغرور اور بڑا بے حس آدمی تھا۔ کوئی مریض کتنا زخمی اور تکلیف میں مبتلا کیوں نہ ہوتا، ڈاکٹر بھٹی چنداں پروانہ کرتا۔

مریض کے لواحقین اسے توجہ دلاتے لجاجت سے درخواست کرتے کہ مریض کی حالت نازک ہے ذرا جلدی تشریف لائیں، مگر ڈاکٹر بھٹی ٹس سے مس نہ ہوتا۔ کمال بے نیازی سے کہتا: پھر کیا ہو گیا ہے کوئی آسمان تو نہیں گر رہا، قیامت تو نہیں آ رہی، بس تھوڑی دیر میں آ رہا ہوں، ذرا صبر کرو حوصلے سے کام لو۔

کچھ عرصے کے بعد کرنا خدا کا یہ ہوا کہ ماڈل ٹاؤن ڈسکہ میں ایک اسکول کی چھت گر گئی تین چار لڑکے ہلاک ہو گئے۔ بہت سے زخمی ہوئے زخمی لڑکوں کو سول اسپتال لایا گیا۔

اب ایک قیامت کا سماں تھا، پندرہ بیس لڑکے زخموں سے چور چار پائیوں پر تڑپ رہے تھے لوگ شور مچا مچا کر بڑی عاجزی کے ساتھ ڈاکٹر بھٹی سے اپیل کر رہے تھے کہ وہ دفتر سے باہر نکلیں اور زخمیوں کو دیکھیں لیکن وہ اپنی روایتی بے حسی کا مظاہرہ کرتا رہا، حتیٰ کہ بیس منٹ کے بعد وہ اطمینان کے ساتھ دفتر سے برآمد ہوا اور زخمی لڑکوں کے پاس آیا تو اس کا کلیجہ یہ دیکھ دھک سے رہ گیا کہ زخمیوں میں اس کا اپنا بیٹا بھی شامل ہے۔

اب اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ وہ اچانک بہت متحرک ہوگیا۔ شور مچا مچا کر اپنے عملے کو بلاتا رہا لیکن وقت ہاتھ سے نکل گیا تھا اور قدرت خداوندی کا کوڑا حرکت میں آ گیا تھا چنانچہ ڈاکٹر بھٹی کی نظروں کے سامنے اس کا بیٹا تڑپ تڑپ کر مر گیا اور وہ اپنی بے حسی پر ماتم کرتا رہ گیا۔

مائیکل جیکسن کی عبرتناک موت

93 ''دنیائے موسیقی کا دیوتا، ارب پتی موسیقار 1978ء میں جبکہ اس کی عمر 19 سال تھی اس کا پہلا سولو البم ''آف دی وال'' لانچ ہوا تو اس کی ایک کروڑ کاپیاں فوراً ہی فروخت ہوگئیں اور مائیکل جیکسن کو بے پناہ شہرت اور دولت حاصل ہوئی۔



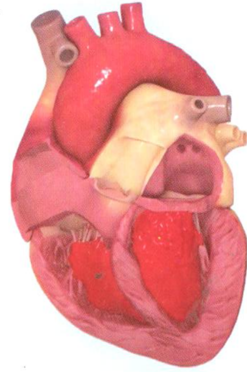
اس زمانے میں ایک نجومی نے اسے بتایا کہ وہ ستر سال تک زندہ رہے گا تو وہ بڑا برہم ہوا اور کہنے لگا ''میں تمہیں ڈیڑھ سو سال تک زندہ رہ کر دکھاؤں گا۔'' اور پھر اس نے راک، فنک اور سول میوزک میں کمال حاصل کر لیا۔ اسے شہنشاہ موسیقی کنگ آف میوزک کہا جانے لگا اور 1982 میں اس کا دوسرا البم ''تھرلر'' ریلیز ہوا تو اس نے مقبولیت کے سارے ریکارڈ توڑ دیئے اور ایک ماہ میں اس کی ساڑھے چھ کروڑ کاپیاں فروخت ہوگئیں تو مائیکل جیکسن میں غرور اور دیر تک زندہ رہنے کی ہوس پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی۔

وہ نسلاً سیاہ فام تھا، مگر اس نے ''گورا'' بننے کیلئے پلاسٹک سرجری اور سکن بیلچنگ شروع کرادی۔ امریکہ اور یورپ کے 55 چوٹی کے پلاسٹک سرجنز کی خدمات حاصل کیں حتیٰ کہ 1987ء تک اس کی ساری شکل و صورت جلد، نقوش اور حرکات و سکنات مکمل طور پر تبدیل ہوگئیں۔ 1987 میں اس کی تیسری البم کی بھی تین کروڑ کاپیاں بک گئیں اور وہ دنیا کا مقبول ترین اور امیر ترین موسیقار بن گیا۔

اب اس کے احساس برتری اور غرور نے مزید پیش قدمی کی۔ اس نے اپنے خاندان اور پرانے دوستوں سے قطع تعلق کر لیا اور مکمل طور پر مصنوعی زندگی کے گرداب میں پھنس گیا۔ اب اس کی انتہائی خواہش تھی کہ اسے ہر صورت میں طویل عمر حاصل ہو اور وہ کم از کم ڈیڑھ سو سال تک ضرور زندہ رہے۔ اس کیلئے اس نے عجیب و غریب حرکتیں کیں۔ مثلاً وہ رات کو آکسیجن ٹینٹ میں سوتا تھا۔

وہ جراثیم، وائرس اور بیماریوں سے بچنے کے لیے دستانے پہن کر لوگوں سے ہاتھ ملاتا تھا اور ملاقاتوں سے پہلے منہ پر ماسک چڑھا لیتا تھا۔





خوراک کے سلسلے میں وہ غیر معمولی احتیاط سے کام لیتا تھا، اس کی خوراک کا روزانہ لیبارٹری ٹیسٹ ہوتا تھا اور بارہ ڈاکٹر ہمہ وقت اس کے قریب رہتے تھے اور روزانہ اس کے جسم کے ایک ایک حصے کا معائنہ کرتے تھے۔ اس کا اسٹاف اسے روزانہ مخصوص ورزشیں بھی کراتا تھا۔

مائیکل جیکسن نے اپنے لئے فالتو پھیپھڑوں، گردوں، آنکھوں، دل اور جگر کا بندوبست بھی کر رکھا تھا۔ اس سلسلے میں اس نے متعدد ڈونرز کا انتظام کر لیا تھا اوران کے تمام اخراجات وہ اٹھا رہا تھا اور جونہی کسی عضو کی ضرورت پڑتی ان ڈونرز نے اعضا اسے فراہم کر دینے تھے۔

چنانچہ اسے یقین تھا کہ وہ ڈیڑھ سو سال تک زندہ رہے گا لیکن 25 جون 2009ء کو حیرت انگیز واقعہ ہوا، رات کو اسے سانس لینے میں دشواری پیش آئی، اس کے ملازم ڈاکٹر فوراً حاضر ہو گئے انہوں نے فوری طور پر ملک کے بہترین ڈاکٹروں کو بلا لیا اور یہ سب اسے موت سے بچانے کیلئے اپنی اپنی کوشش کرتے رہے اسے اسپتال لے گئے مگر اسے کوئی بھی نہ بچا سکا اور تیس منٹ کی کشمکش کے بعد وہ دم توڑ گیا۔ موت نے اسے پچھاڑ دیا اور وہ صرف پچاس سال کی عمر میں ہی زندگی کی بازی ہار گیا۔ ڈیڑھ سو سال تک زندہ رہنے کا خواب دھرے کا دھرا رہ گیا۔



(یہ تحریر مشہور کالم نگار جاوید چوہدری کے ایک کالم مطبوعہ روزنامہ ایکسپریس کی مدد سے مرتب کی گئی ہے)

مال کی محبت میں بیٹے کی جان لینے والا باپ

94 ”نوائے وقت“ کے سنڈے میگزین (19 جولائی 2009) میں فلوریڈا، امریکہ میں مقیم ڈاکٹر شبیر احمد ایم ڈی نے اپنے کالم میں لکھا کہ لیاقت میڈیکل کالج جامشورو حیدرآباد سے ایم بی بی ایس کرنے کے بعد انہیں 1968 میں جناح اسپتال کراچی میں ڈاکٹر جمعہ کے ساتھ کام کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ ڈاکٹر جمعہ اس زمانے میں کراچی ہی میں نہیں بلکہ پاکستان بھر میں واحد نیوروسرجن تھے۔

وہ دماغی امراض اور حادثات کے بے حد ماہر اور لائق سرجن تھے اور بقول ڈاکٹر شبیر احمد وقت لینے کیلئے لوگ ان کے پاؤں پڑا کرتے تھے (چنانچہ) ان کی مہارت، تجربے اور اہمیت نے انہیں سخت مزاج بنا دیا تھا۔ (لیکن) پھر ایک روز خدا کا کرنا یہ ہوا کہ ان کا اپنا فرزند موٹر سائیکل کے حادثے میں سخت زخمی ہو گیا۔ اس کے سر پر گہری چوٹ آئی تھی اور وہ بے ہوش تھا۔ سخت دماغ باپ نے بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ اپنے بیٹے کی سرجری شروع کی، لیکن وہ اس کی جان نہ بچا سکا۔“





ڈاکٹر شبیر احمد ایم ڈی چونکہ ڈاکٹر جمعہ کے ایک نومشق معاون یا شاگرد تھے اس لئے انہوں نے موصوف کے بارے میں خاصا نرم اور رعایتی انداز اختیار کیا ورنہ زبان زد خاص وعام جو بات ہے وہ یہ ہے کہ ڈاکٹر جمعہ انتہائی سفاک، بداخلاق اور بے رحم سرجن تھا۔ وہ پیسے کا پجاری تھا اور انسانی اخلاقیات سے قطعی عاری تھا۔

سنا یہ ہے کہ وہ آپریشن کیلئے مریض کی کھوپڑی کھول کر پھر مریض کے لواحقین سے سودے بازی کرتا تھا اور زیادہ سے زیادہ رقم کا مطالبہ کرتا تھا جو اس نازک موقع پر متعلقہ لوگوں کو دینی پڑتی تھی۔

کہا جاتا ہے کہ ایک رات ایک خداترس آدمی نے سڑک پر ایک نوجوان کو بے ہوش پڑے ہوئے دیکھا۔ اس کی موٹر سائیکل پاس گری ہوئی تھی۔ اس شخص نے اس نوجوان کو اپنی گاڑی میں ڈالا اور ڈاکٹر جمعہ کے کلینک پر لے گیا اور ڈاکٹر صاحب سے مل کر اس نے بتایا کہ میں نے ایک خوبصورت نوجوان کو سڑک پر بے ہوش پڑے ہوئے دیکھا کوئی گاڑی والا اس کی موٹر سائیکل کو ٹکر مار کر چلا گیا تھا۔ میں اسے اٹھا کر آپ کے پاس لے آیا ہوں براہ کرم اسے جلد دیکھئے ہوسکتا ہے آپ کی کوشش سے اس کی جان بچ جائے۔



لیکن ڈاکٹر جمعہ نے حسبِ عادت انتہائی بے نیازی سے کہا: صاحب میرے پاس اتنا وقت نہیں کہ میں ایسے ہی مریضوں کو بے مقصد دیکھتا رہوں...... میں پچاس ہزار روپے فیس لوں گا، نہیں ہے تو جائیے اسے کسی دوسرے اسپتال میں لے جائیے۔

اس شخص نے بڑی آزردگی سے کہا کہ ڈاکٹر صاحب اتنی بڑی رقم تو میں نہیں دے سکتا یہ لڑکا میرا عزیز نہیں ہے میں تو محض انسانی ہمدردی کے تحت اسے آپکے پاس لایا ہوں، آپ اسے دیکھ تو لیں۔

لیکن ڈاکٹر جمعہ نے انکار کر دیا کہ میں مریض کو نہیں دیکھ سکتا پہلے رقم طے کیجئے اور ادائیگی کیجئے پھر میں مریض کو دیکھوں گا۔

اس خداترس آدمی نے بالآخر ڈاکٹر جمعہ سے وعدہ کر لیا کہ وہ چالیس ہزار روپے (1968-69 میں) ادا کر دے گا، تب ڈاکٹر اپنے دفتر سے باہر نکلا اور لاؤنج میں اسٹریچر پر خون میں لت پت بے ہوش نوجوان کو دیکھا تو اس کی چیخیں نکل گئیں اس نے بری طرح سر پیٹ لیا۔

یہ نوجوان اسکا اپنا ہی لختِ جگر، اکلوتا بیٹا، تھا بہر حال اپنے نوجوان بیٹے کا ڈاکٹر نے بہتے آنسوؤں اور لرزتی انگلیوں کے ساتھ آپریشن کیا لیکن وہ جانبر نہ ہوسکا اور اس کی نظروں کے سامنے اس کے ہاتھوں میں دم توڑ گیا۔

اس طرح اللہ کی بے نیازی نے ایک سفاک بے رحم اور زر پرست ڈاکٹر کو اس کی زندگی ہی میں نقد اور کڑی سزا دے دی۔

اللہ دیکھ رہا ہے! پراسرار زہریلا سانپ

یہ عجیب وغریب عبرت ناک واقعہ مشہور صحافی اور کالم نگار رفیق ڈوگر نے نوائے وقت کے شمارہ 27 دسمبر 1997ء میں لکھا تھا۔ افسوس میں وہ کالم تو محفوظ نہ کر سکا لیکن اس کے سارے ضروری نکات میں نے اپنی ڈائری میں لکھ لئے تھے جو قارئین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

رفیق ڈوگر صاحب لکھتے ہیں کہ وہ بہاولپور کے لال سوہانڑا پارک کے ریسٹ ہاؤس میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہاں پارک کے انچارج ڈاکٹر جہانگیر غوری بھی موجود تھے اور چولستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے افسر آبادکاری شارق منصور انصاری بھی، ڈاکٹر جہانگیر غوری نے بتایا:

ایک مسافر بس پارک کے اندر سے گزرنے والی سڑک پر دوڑتی جارہی تھی اور اس کے اندر ایک عورت انتہائی خوفزدہ آواز میں بار بار چلا رہی تھی کہ میرے کپڑوں میں ایک سانپ ہے۔ میرے کپڑوں میں ایک سانپ ہے۔ سارے مسافر اس آواز پر دم بخود اور ہراساں تھے اور ڈرائیور کو توجہ دلا رہے تھے کہ وہ بس روکے لیکن ڈرائیور بس دوڑائے جا رہا تھا حتیٰ کہ بس لال سوہانڑا کے اسٹاپ پر جا رکی۔



لوگ جلدی سے باہر نکلے سب سے پہلے وہ عورت باہر آئی ایک آدمی نے اسے اپنی چادر دی۔ اسے اوڑھ کر عورت نے جونہی شلوار اتاری اس میں سے ڈیڑھ دو فٹ لمبا گہرے سیاہ رنگ کا سانپ نکلا اور نہایت تیزی سے دوڑتا ہوا سڑک کے دوسرے کنارے پر ایک آدمی کی ٹانگ سے لپٹ گیا اور اسے کاٹ لیا وہ شخص فوراً ہی نیچے گر گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے آناً فاناً مر گیا۔

یہ سب کچھ اس قدر اچانک ہوا کہ بس اسٹاپ پر کھڑے ہوئے خصوصاً بس سے اترنے والے لوگ ورطۂ حیرت میں ڈوب گئے اور کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس قدر زہریلا سانپ اتنی دیر تک ایک عورت کی شلوار میں موجود رہا لیکن اس نے اسے کوئی گزند نہیں پہنچایا جبکہ اس نے آزاد ہوتے ہی ایک شخص کو کاٹ لیا اور موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اب سب لوگوں کو جستجو ہوئی کہ مرنے والا بدنصیب کون ہے؟ اس کے کپڑوں کی تلاشی لی گئی لیکن کوئی کارڈ یا تحریر نہ ملی۔ پاس ہی ایک موٹر سائیکل کھڑی تھی اور اس کے ساتھ ایک

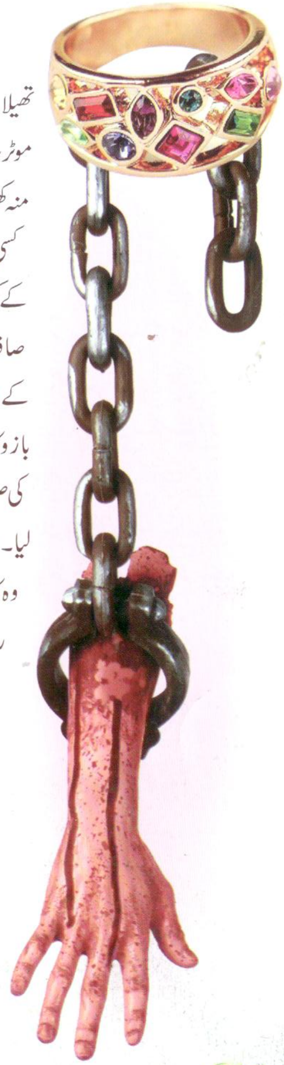


تھیلا لٹکا ہوا تھا۔ سب لوگوں کا دھیان اسی طرف گیا کہ یہ موٹر سائیکل مرنے والے آدمی کی ہے چنانچہ جب تھیلے کا منہ کھولا گیا تو دیکھنے والے دہشت زدہ ہو گئے کہ اس میں کسی عورت کے کٹے ہوئے بازو تھے جن کے ساتھ سونے کے کڑے نظر آرہے تھے۔

صاف اندازہ ہو رہا تھا کہ اس بدبخت شخص نے سونے کے لالچ میں پہلے ایک عورت کو قتل کیا اور پھر اس کے بازو کاٹ کر تھیلے میں بند کر لئے اور ایک پراسرار سانپ کی صورت میں اللہ کے قہر نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا۔ چنانچہ جس نے بھی مکافات عمل کا یہ زندہ منظر دیکھا وہ کانوں کو ہاتھ لگانے لگا اور استغفار پڑھنے لگا۔

رفیق ڈوگر صاحب نے لکھا کہ شارق منصور انصاری نے بتایا کہ میں اس زمانے میں اس علاقے کا مجسٹریٹ تھا۔ میرے ہی حکم سے مرنے والے کا پوسٹ مارٹم ہوا تھا اور لاش ورثا کے حوالے کی گئی تھی لیکن کوشش کے باوجود یہ پتہ نہ چل سکا کہ جس بدنصیب عورت کے یہ بازو کاٹ کر لایا تھا وہ کہاں کی رہنے والی تھی اور اس کے ساتھ یہ حادثہ کیوں پیش آیا تھا۔

(حوالہ: مکافات عمل مصنف ڈاکٹر عبدالغنی فاروقی صاحب)



قاتل کیسے پکڑا گیا! عجیب وغریب واقعہ

95 موصل عراق کا مشہور شہر ہے وہاں سے ایک تاجر اپنے مویشیوں کے ساتھ حلب کی طرف روانہ ہوا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب ابھی شام اور عراق کے حدود علیحدہ نہ ہوئے تھے۔

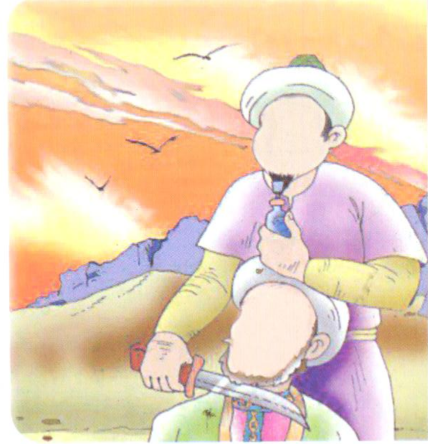
حلب مورخین کے مطابق دنیا کے قدیم ترین شہروں میں ہے اور آج کل سوریہ (شام) کا شہر ہے۔ تاجر نے اپنا قیام ایک مناسب درجے کے ہوٹل میں کیا۔ یہاں ان دنوں مویشیوں کا میلہ لگا ہوا تھا۔ اس نے اپنے مویشی جلد ہی فروخت کر دیئے اور موصل کی راہ لی۔

ایک ڈاکو مسلسل اس تاجر کے ساتھ لگا ہوا تھا اور اس کی مسلسل نظر اس پر تھی۔ اسے معلوم تھا کہ اس کے پاس ایک خطیر رقم موجود ہے۔ تاجر راستے میں ایک ویران جگہ پر ایک درخت کے نیچے ستانے کیلئے رکا تو اس ڈاکو نے اس پر حملہ کر دیا۔ اس کی گردن پر اپنا خنجر رکھا اور کہا کہ

سَلِّمْ اِلَیَّ کُلَّ مَالَدَیْكَ مِنَ الْمَالِ

''جو کچھ تمہارے پاس ہے نکال کر میرے حوالے کر دو''

تاجر نے ادھر ادھر دیکھا اور شور مچایا کہ کوئی اس کو بچائے مگر اس ویران جگہ پر اس کی کون سنتا؟ اس نے خاموشی سے اپنا تمام مال ڈاکو کے حوالے کر دیا۔ اب ڈاکو اسے قتل کرنے کے درپے ہوا۔ تاجر نے کہا کہ تم نے میرا تمام مال لے لیا ہے۔



اب تمہیں میری جان سے کیا غرض ہے۔ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں میرے اوپر رحم کھاؤ، مجھے قتل نہ کرو، مگر ڈاکو پر خون سوار تھا۔ اس نے اس کی منت سماجت کی قطعاً کوئی پروانہ کی اور اس کو قتل کرنے لگا۔ تاجر بالکل نہتا تھا۔ اس نے دائیں بائیں دیکھا کہ کوئی اس کی مدد کرے۔ اچانک اس کی نظر اوپر درخت پر پڑی۔ اس کو دو کبوتر درخت پر بیٹھے نظر آئے۔ اس کی جان نکل رہی تھی۔ ڈاکو خنجر سے اس پر پے در پے حملے کر رہا تھا کہ اچانک اس نے ان کبوتروں کو مخاطب کیا اور کہا:

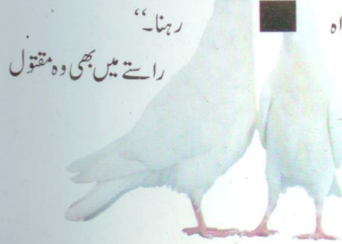
أَيَّتُهَا الْحَمَامَتَانِ اشْهَدَا

''اے کبوترو! گواہ رہنا''

ڈاکو نے اسے قتل کر دیا اور اس کے آخری الفاظ نہایت مزاحیہ انداز میں دہرانے لگا:

أَيَّتُهَا الْحَمَامَتَانِ اشْهَدَا

''اے کبوترو! گواہ رہنا...... گواہ رہنا''



اب ڈاکو نے اپنا راستہ لیا۔ راستے میں بھی وہ مقتول کے الفاظ دہراتا رہا۔ اس کے لئے یہ گویا ایک لطیفہ تھا جو مرتے وقت تاجر نے بیان کیا تھا۔



ادھر اس تاجر کے اہل وعیال اس کی آمد کے منتظر تھے۔ دن گزرتے گئے مگر اس کی کوئی خبر نہ ملی چنانچہ اس کا بڑا بیٹا اپنے والد کی تلاش میں حلب گیا۔ وہاں اس کو بتایا گیا کہ وہ فلاں تاریخ کو حلب آیا تھا فلاں جگہ قیام کیا۔ فلاں کے ہاتھ اپنے مویشی فروخت کیئے اتنی رقم وصول ہوئی اور چند دنوں کے بعد حلب سے کچھ فاصلے پر ویرانے میں کسی نامعلوم شخص نے اسے خنجر کے وار سے قتل کر دیا اور ساری رقم چھین کر بھاگ گیا۔ تمہارے والد کو فلاں قبرستان میں دفنا دیا گیا۔

تاجر کا بیٹا حاکم شہر کے پاس گیا وہاں دہائی دی پھر قاضی کے پاس گیا اور اپنے والد کے دوستوں سے ملا کہ کسی طرح قاتل کا پتا چل سکے۔ اس کی تمام تر کوششوں کے باوجود نتیجہ صفر رہا، کیونکہ نہ کوئی موقع کا گواہ تھا اور نہ قاتل نے کوئی نشان چھوڑا تھا۔ وہ مایوس ہو کر واپس موصل آ گیا۔ وہاں کے والی سے ملا اور اس سے مدد کی درخواست کی۔ اس نے فوری طور پر حلب کے حاکم کو خط لکھا۔ ایک مرتبہ پھر قاتل کی تلاش شروع ہوئی۔ مگر ساری تحقیق کا نتیجہ یہ تھا کہ قاتل کا کوئی اتہ پتہ نہیں ہے۔ تھک ہار کر لواحقین صبر کر کے بیٹھ گئے اور اس مقدمے کی فائلیں بند کر دی گئیں۔

وقت گزرتے دیر نہیں لگتی۔ کتنے ہی سال بیت گئے۔ نجانے کتنے حاکم اور والی تبدیل ہوئے۔ اولاد بھی صبر کر کے بیٹھ گئی۔ مگر اس قصے کو ایک شخص نہیں بھولا اور یہ وہ شخص تھا جس نے اس تاجر کو قتل کیا تھا۔ جب بھی وہ کسی کبوتروں کے جوڑے کو دیکھتا تو اسے مقتول کے الفاظ یاد آ جاتے کہ اے کبوترو! گواہ رہنا......

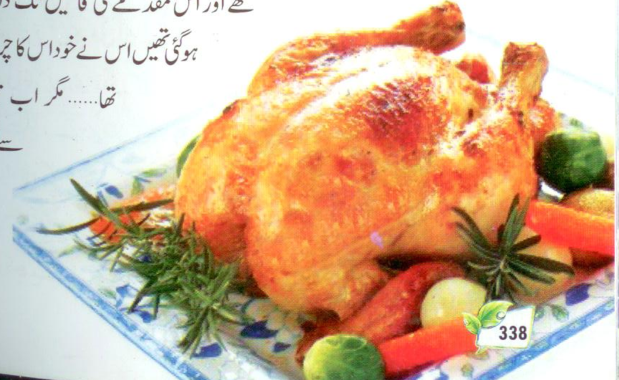
ایک دفعہ اس کے کسی قریبی رشتے دار کے ہاں تقریب تھی۔ یہ خاصا امیر کبیر شخص تھا لہٰذا کھانے میں بہت زیادہ لوگ تھے جن میں شہر کے اعلیٰ حکام بھی شامل تھے۔ کھانا چنا گیا تو انواع و اقسام کے کھانے سامنے تھے۔ قاتل نے ایک بڑے طبق سے ڈھکن اٹھایا تو سامنے دو بڑے کبوتر بھنے ہوئے پڑے تھے۔

اس آدمی نے ایک لمبی سانس لی اور اس کی آنکھوں کے سامنے ایک درخت اس کے اوپر بیٹھے ہوئے کبوتر اور ایک مظلوم مقتول کی لاش گھوم گئی۔ اس کے کانوں میں مقتول کے الفاظ گونج رہے تھے:

أَيَّتُهَا الْحَمَامَتَانِ اشْهَدَا ''اے کبوترو! گواہ رہنا۔''

اور پھر اس نے غیر ارادی طور پر ایک زوردار قہقہہ لگایا لوگوں نے بے اختیار اس کی طرف دیکھا کہ کیا ہوا ہے۔ اب اس نے کبوتروں کی طرف اشارہ کیا اور پھر قہقہہ لگایا اور ایک غیر مرئی طاقت نے اس کی زبان کھلوا دی۔ وہ دعوت کو بھول کر لوگوں کو قتل کا واقعہ سنانے لگا۔ اسکا ایک ایک جز بمکمل تفصیل سے سنایا، اس کی زبان نے کوئی چیز نہ چھوڑی۔

لوگ مبہوت ہو کر اس کی داستان سن رہے تھے۔ جیسے ہی اس نے اپنے راز کو افشا کیا تو اسے احساس ہوا کہ میں نے یہ کیا غلطی کر دی۔ برسوں سے جس واقعے کو لوگ بھول چکے تھے اور اس مقدمے کی فائلیں تک داخل دفتر ہو گئی تھیں اس نے خود اس کا چرچا کر دیا تھا...... مگر اب تیر کمان سے نکل چکا تھا۔





چند گھنٹوں میں پورے حلب میں یہ واقعہ ہر شخص کی زبان پر تھا اور حلب کے حاکم کو بھی اطلاع مل گئی۔ اس نے فوراً اس شخص کو گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ پولیس کے سربراہ نے باقاعدہ مقدمہ درج کروایا۔ اس دعوت میں شریک لوگوں کو گواہی کے لئے طلب کیا گیا۔ انہوں نے اپنے اپنے بیان دیئے۔ مجرم کو بلوا کر گواہوں کے بیانات سامنے رکھے گئے۔ اس کے پاس اعتراف کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ قاضی نے مجرم کو پھانسی کی سزا سنا دی۔

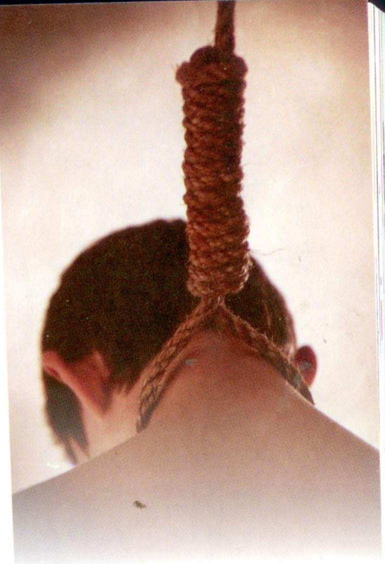


حلب کے حاکم نے کہا: لَقَدْ شَهِدْنَا ہم نے گواہی دی۔
حلب کے قاضی نے کہا: لَقَدْ شَهِدْنَا ہم نے بھی گواہی دی
پولیس کے چیف نے کہا: لَقَدْ شَهِدْنَا ہم نے بھی گواہی دی
لوگوں نے کہا: لَقَدْ شَهِدْنَا ہم نے بھی گواہی دی

پھانسی سے ایک دن پہلے مجرم سے اس کی بیوی نے الوداعی ملاقات کی اور اس سے پوچھا کہ جب اتنے سالوں سے تمہارے اس جرم پر پردہ پڑا ہوا تھا تو پھر کیسے تم نے اس راز کو فاش کر دیا۔ اس نے جواب دیا:

إِنَّ إِرَادَةً قَاهِرَةً شَلَّتْ إِرَادَتِي وَأَجْبَرَتْنِي عَلَى الْكَلَامِ

''ایک زبردست صاحب ارادہ نے میرے ارادے کو (جس کے تحت میں نے یہ واقعہ بیان نہ کرنے کی قسم کھا رکھی تھی) سلب کر لیا اور مجھے بات کرنے پر مجبور کر دیا۔''



اگلے روز صبح سویرے اس کی پھانسی کے منظر کو دیکھنے کیلئے بے شمار لوگ جمع تھے جب اس کی گردن میں رسی ڈال دی گئی تو اس نے کہا:

لَمْ أَتَكَلَّمْ بِلِسَانِي بَلْ بِلِسَانِ الْحَمَا مَتَيْنِ اللَّتَيْنِ كَانَتَا فِي الطَّبْقِ الْمُسْتَقَرِّ أَمَامِي فِي دَعْوَةِ الْعَشَاءِ

''میری زبان سے الفاظ نہیں نکلے تھے بلکہ وہ کبوتروں کی زبان سے نکلے تھے جو دعوت کے روز میرے سامنے طبق میں پڑے تھے۔''

اب جلاد نے رسی کھینچ دی۔ لوگوں نے ایک مجرم کو کیفر کردار تک پہنچتے ہوئے دیکھ لیا تھا اور سکھ کا سانس لیا۔ اور پھر اچانک ہی تمام لوگ بے اختیار اللہ اکبر، الحمد اللہ لا الہ الا اللہ کے کلمات بلند کرنے لگے۔ اس وقت لوگوں نے دو کبوتروں کو دیکھا جو قاتل کے سر پر بغیر کسی حرکت کے بیٹھے تھے۔ تمام لوگوں نے بیک آواز کہا: لَقَدْ شَهِدْنَا ان دونوں کبوتروں نے بھی گواہی دے دی''

اس مقدمے میں دنیا کی عدالت بلاشبہ قاتل کا سراغ نہ لگا سکی۔ قاتل ایک مدت تک آزاد دندناتا رہا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی عدالت قاتل کی گھات میں تھی۔ اس کا راز آخر ظاہر ہو گیا اور مجرم کو بالآخر قانون کی عدالت کے سپرد ہونا پڑا۔ اسے کچھ دیر تو مہلت مل گئی مگر آخر کب تک اور پھر کبوتروں نے گواہی دے دی۔ ایک مظلوم کی پکار کا جواب اسے مل گیا۔

حوالہ: (سنہرے فیصلہ)

مہمان بن کر آنے والے لٹیرے کا عبرتناک انجام

96 اس کی کل پونجی ایک گائے تھی اسی پر اس کی زندگی کا انحصار تھا۔ لیکن مجبوری بری بلا ہے، اپنا ردعمل ضرور ظاہر کرتی ہے اور اپنا رنگ دکھلائے بغیر نہیں رہتی۔ اس نے مجبور ہو کر بالآخر اپنی گائے بیچ ڈالی۔ گائے کی قیمت 3500 درہم لگی۔ اس نے یہ رقم لے کر بڑی احتیاط سے ایک تھیلے میں چھپائی اور اپنے گھر روانہ ہو گیا۔ واپسی کے سفر میں اس کے چہرے پر حسرت و غم کے آثار پھیل گئے۔ وہ رہ رہ کر سوچ رہا تھا کہ قلاشی ہمارے گلے کا ہار ہو گئی ہے۔

فقر و فاقہ کے دن گزر رہے ہیں کہیں سے آمدنی کا کوئی امکان نہیں ایسے کڑے وقت میں جب بیوی کو معلوم ہوگا کہ گائے بھی بک گئی ہے تو اس پر کیا بیتے گی؟ اور میں اس کے حسرتناک سوالوں کا کیا جواب دوں گا؟ اسی فکر و وحشت میں اس کے ڈولتے ڈگمگاتے قدم بڑھتے رہے۔ بالآخر وہ گھر پہنچ گیا۔ دروازے پر دستک دی بیوی لپک کر آئی دروازہ کھولا اور وہ مرجھائے ہوئے دل اور جھکے ہوئے سر کے ساتھ اندر داخل ہوا۔

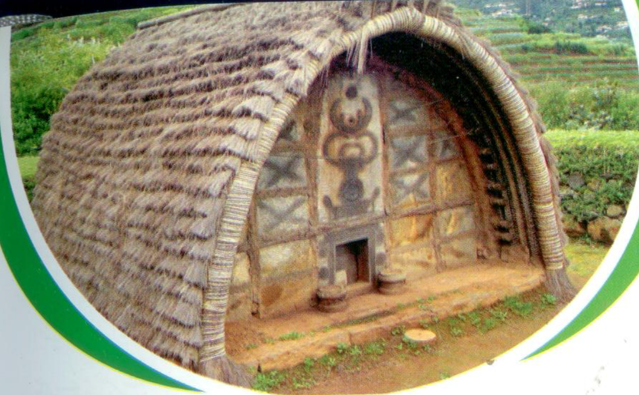
یہ حالت دیکھتے ہی بیوی نے تشویش ناک انداز میں پوچھا: ارے آپ خالی ہاتھ آئے ہیں''اف!......کیا......؟

هَلْ بِعْتَ الْبَقَرَةَ وَكَانَتْ آخِرُ مَتَاعِنَا!

''کیا آپ نے گائے بیچ ڈالی؟''

صرف یہی ایک گائے تو ہماری آخری پونجی تھی۔





''گھبراؤ مت بیگم اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا اچھا بدلہ عنایت کرے گا، قادر مطلق کیلئے کوئی بات مشکل نہیں۔ شوہر نے بیوی کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

فضا میں شام چھا جانے کو تھی سورج اپنی شعاعیں سمیٹ رہا تھا۔ شفق کے سرخ مناظر اس دن کو آخری سلامی دے رہے تھے اور پھر کچھ دیر بعد دیکھتے ہی دیکھتے دن کی روشنی چھپ گئی اور رات اترنے لگی۔ سردی کی لہر اپنے شباب پر تھی۔

ابوحسن اور اس کی بیوی اپنے معمولی سے کمرے میں مغموم بیٹھے تھے۔ گائے بک جانے کے بعد اب وہ اپنی گزر بسر کا کوئی اور ذریعہ ڈھونڈنے کی فکر میں تھے۔ وہ اپنی چھوٹی سی کٹیا آباد رکھنا چاہتے تھے اس دوران ام حسن اپنے لخت جگر کو شیشی کے دودھ کے ذریعے بہلا پھسلا رہی تھی تا کہ بچے کا دودھ چھڑانے میں کامیاب ہو جائے۔ اتنے میں دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔

ابوحسن نے دروازہ کھولا سامنے ایک آدمی کھڑا تھا۔ وہ بارش اور سردی کی شدت سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اس نے نہایت عاجزی سے کہا: میں اجنبی ہوں۔ سردی اور شدید طوفان میں تمہاری بستی میں پناہ لینے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ یہاں میری کسی سے جان پہچان نہیں۔ مجھے حمص جانا ہے لیکن راستے میں مجھے رکنا پڑا۔

ابوحسن نے کہا: ہم آپ کے لئے بھلا کیا سہولت مہیا کر سکتے ہیں ہمارا گھر تو اس قدر تنگ ہے کہ مہمانوں کے استقبال کی اجازت نہیں دیتا۔

اجنبی بولا: صرف سردی سے بچنے کا بندوبست کر دو، میرے لئے اتنا ہی کافی ہے بس رات گزارنے کی اجازت دے دو، مجھے اور کسی چیز کی حاجت نہیں، میں تم پر کسی خرچ کا بوجھ نہیں ڈالوں گا۔

ابوحسن نے اسے بتایا: ہمارے پاس صرف یہی ایک ننھا سا کمرہ ہے اس میں میرے ساتھ میری بیوی اور ہمارا چھوٹا سا بچہ سو رہا ہے اس لئے ہم آپ سے معذرت خواہ ہیں افسوس! ہم آپ کی خدمت نہیں کر سکتے۔

اجنبی نے کہا: میں کمرے کے ایک کنارے سو رہوں گا، تم دوسری جانب سو جانا، تم میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال لو، اللہ تعالیٰ تمہیں اجر دے گا۔

یہ عاجزانہ باتیں سن کر اُمّ حسن کا دل پسیج گیا۔ اس نے شوہر سے کہا:

يَا أَبَا الْحَسَنِ سَيَنْصُرُنَا اللّٰهُ فَالْاِحْسَانُ إِلٰى هٰذَا الضَّيْفِ يَكْشِفُ عَنَّا الضَّرَّاءَ



''اے ابوحسن! اللہ تعالیٰ ہماری مدد کرے گا۔ ممکن ہے اس اجنبی مہمان کے ساتھ حسن سلوک کے صلے میں اللہ تعالیٰ ہماری مصیبتوں کا پہاڑ ٹال دے۔''

پھر دونوں میاں بیوی نے اجنبی مہمان کا پرتپاک استقبال کیا۔ جو کچھ اوڑھنا بچھونا میسر تھا، مہمان کو فراہم کر دیا۔ خود بستر پر لیٹ رہے چند ہی لمحے گزرے تھے کہ ابوحسن اور اس کی بیوی دونوں ایسی غفلت کی نیند سوئے کہ خراٹے لینے لگے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ دونوں میاں بیوی دن بھر کے زبردست محنت ومشقت کے باعث بہت تھکے ہوئے تھے۔

ادھر اجنبی گھر والوں کو بغور تاڑ رہا تھا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ دونوں میاں بیوی دنیا ومافیہا سے بے خبر ہو کر گہری نیند میں غرق ہو چکے ہیں اور ان کے پہلو میں ان کا دودھ پیتا بچہ بھی مزے سے سو رہا ہے تو وہ نہایت آہستگی سے اٹھا اور دبے پاؤں چلتا ہوا بچے کی جگہ تلاش کرنے لگا، پھر جلدی سے بچے کو اٹھایا اور کمرے سے باہر آنگن میں ڈال آیا پھر جلدی سے اپنے بستر پر آ کر اس طرح لیٹ گیا جیسے گہری نیند سو رہا ہو۔ باہر کھلی فضا میں بچے کو سخت سردی لگی تو وہ رونے اور چلانے لگا۔

بچے کے رونے کی آواز سن کر ماں فوراً جاگ اٹھی بچے کو ڈھونڈا لیکن بچہ بستر پر موجود نہ تھا اس نے شوہر کو جگایا اور کہا شاید ہمارا بیٹا کھسکتے کھسکتے آنگن میں چلا گیا ہے آیئے جلدی اٹھیئے اسے اٹھا کر بستر پر لے آئیں ورنہ اسے ٹھنڈ لگ جائے گی۔

دونوں میاں بیوی لپک کر بستر سے اٹھے اور بچے کو لینے آنگن میں گئے۔ ماں نے بیٹے کو دیکھتے ہی چھاتی سے چمٹا لیا اور کہنے لگی:





''میرے پیارے میرے لخت جگر! میرے بچے! اس کڑاکے کی سردی میں تو بستر سے یہاں کیوں آ نکلا؟''

......ابھی دونوں میاں بیوی اپنے لخت جگر کو لے کر کمرے کی طرف بڑھ ہی رہے تھے کہ یکا یک اس کی چھت دھڑام سے گر پڑی اور پھر پورا گھر منہدم ہو گیا۔ میاں بیوی سکتے کے عالم میں جہاں تھے وہیں کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔

پڑوسیوں نے چھت گرنے کا شور سنا تو فوراً مدد کے لئے آ پہنچے ابوحسن نے بلند آہنگی سے کہا:

لوگو! ہمارے گھر میں ایک مہمان ہے اسے بچانا ہمارا فرض ہے، پھر ابوحسن اور چند پڑوسی مکان کا ملبہ اٹھا اٹھا کر مہمان کی چارپائی تک پہنچے۔ وہاں مہمان کی لاش ملبے تلے دبی پڑی تھی۔ اس کے ہاتھ میں نقدی کی وہ تھیلی موجود تھی جس میں ابوحسن نے گائے کے عوض ملنے والی رقم چھپا رکھی تھی۔ اجنبی ابوحسن کے تکیے کے نیچے سے یہ تھیلی اٹھا کر رفو چکر ہونے والا تھا کہ ملبے تلے دب گیا۔

دراصل اس چور نے ابوحسن کو بازار میں گائے بیچ کر اس کی قیمت تھیلے میں رکھتے ہوئے دیکھ لیا تھا اور طے کرلیا تھا کہ کسی نہ کسی طرح وہ یہ تھیلا ہتھیا کر رہے گا۔ چنانچہ اس نے یہ مال اچکنے کی منصوبہ بندی کی اور ابوحسن کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ جب اس نے ابوحسن کو گھر میں داخل ہوتے دیکھا تو کچھ دیر بعد وہ دوازے پر آیا۔ دستک دی اور حیلہ سازی کی۔

اسے گھر والوں کی جانب سے رات گزارنے کی اجازت مل گئی، پھر اس نے ابوحسن اور اس کی بیوی کے سو جانے پر ان کی توجہ بچے کی طرف مبذول کرانے کیلئے بچے کو بستر سے اٹھا کر باہر صحن میں ڈال دیا اور اسے روتا ہوا چھوڑ دیا تا کہ میاں بیوی بے قرار ہو کر بچے کو لینے کیلئے کمرے سے نکل جائیں اور اسی دوران وہ تھیلے پر ہاتھ صاف کر لے۔



اس چور نے ابوحسن کو تھیلا تکتے کے نیچے رکھتے ہوئے دیکھ لیا تھا وہ اس غریب کی رقم اچکنے کی فکر میں تھا جبکہ اللہ تعالیٰ اس کی گھات میں تھا اور اس احسان فراموش اٹھائی گرے کی تدبیر کے پیچھے پیچھے اللہ تعالیٰ کی تدبیر بھی رہی تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس مجرم کو جلد ہی

اس کے عبرتناک انجام تک پہنچا دیا اور وہ ملبے کے ڈھیر میں دب کر ہمیشہ کی نیند سو گیا جبکہ بچے کے ساتھ ساتھ اس کے غریب والدین کو اللہ نے اس برے انجام سے بچا لیا۔

کسی نے سچ ہی کہا ہے

يَغْفُلُ الإنْسَانُ وَلٰكِنْ لَنْ يَغْفُلُ اللّٰهُ طَرْفَةَ عَيْنٍ

''انسان یقیناً غافل ہوسکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ ہرگز غافل نہیں ہوسکتا جو ہمیں ہر دم دیکھ رہا ہے۔''

لوگوں پر جب اصل بھید کھلا اور وہ اس احسان فراموش مجرم کے کرتوت سے آگاہ ہوئے تو کہنے لگے گناہ اپنا تاوان لے بغیر نہیں رہتا۔ جب یہ چور چوری کر کے بھاگنے والا تھا تو اس سمیع وبصیر پروردگار کی نگراں نگاہ اسے دیکھ رہی تھی جسے نیند آتی ہے نہ اونگھ! اس نے ذرا بھی دیر نہیں لگائی اور اس بدمعاش کو فوراً کیفر کردار تک پہنچا دیا۔



(قصص هادفة من واقع الحياة مصنف لمحمود درويش)

تکبر نے ایمان چھین لیا! عبرت انگیز واقعہ

97 اس کا نام جبلہ بن ایہم تھا۔ وہ غسان کا بادشاہ تھا...... اس کے دل میں ایمان کی شمع جگمگا اٹھی۔ اس نے اسلام کے بارے میں سنا اس پر غور و فکر کیا، پھر اسلام قبول کر لیا۔

یہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور کی بات ہے۔ مسلمانوں کو اس کے اسلام لانے کی خبر ملی تو بہت خوش ہوئے۔ جبلہ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ وہ مدینہ طیبہ آنے کی اجازت چاہتا ہے۔ اسے اجازت دے دی گئی کہ تم مدینہ طیبہ آسکتے ہو۔

وَلَكَ مَالَنَا وَعَلَيْكَ مَا عَلَيْنَا

”تمہارے لئے وہی کچھ ہے جو ہمارے لئے ہے اور تم پر وہی کچھ واجب ہے جو ہم پر واجب ہے۔“



جبلہ غسان سے روانہ ہوا اس کے جلوہ میں پانچ سو گھڑ سوار تھے۔ وہ مدینہ کے قریب پہنچا تو اس نے شاہی لباس پہنا جس کے دامن میں سونے کی دھاریاں تھیں پھر اس نے ہیروں اور جواہرات سے مرصع تاج سر پر رکھا اس کے گھڑ سواروں نے بھی بہترین لباس پہنے۔

جب وہ مدینہ میں داخل ہوا تو اہل مدینہ یہ خوبصورت منظر دیکھنے کیلئے باہر نکل آئے۔ ان میں عورتیں اور بچے سبھی شامل تھے۔

جب وہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے اس کی عزت افزائی کی، اس کا پرتپاک استقبال کیا اپنی مجلس میں جگہ دی اور اپنے پاس ٹھہرایا۔

اسی دوران حج کے دن آ گئے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حج کے لئے روانہ ہوئے جبلہ بھی ان کے ساتھ تھا۔ جبلہ نے بیت اللہ شریف کا طواف شروع کیا۔ بنو فزارہ کا ایک مسکین شخص طواف کر رہا تھا۔ اتفاق سے اس کا پاؤں جبلہ کی چادر پر آ گیا۔

فَعَضِبَ جِبِلَّةُ غَضَباً شَدِيْدًا وَ لَطَمَهُ حَتّٰى كَسَرَ خُرْطُوْمَهُ

جبلہ کو بڑا غصہ آیا۔ اس نے اسے ایسا زوردار تھپڑ مارا کہ اس کی ناک کی ہڈی ٹوٹ گئی۔

فزاری کو بھی سخت غصہ آیا مگر وہ کوئی جوابی کارروائی نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے فوراً اپنا مقدمہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عدالت میں پیش کر دیا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جبلہ کو بلوایا اور جواب طلبی کی کہ تم نے دوران طواف اپنے مسلمان بھائی کو تھپڑ کیوں مارا؟ تم نے تو تھپڑ رسید کر کے اس کی ناک ہی توڑ ڈالی۔ آخر تم نے ایسا کیوں کیا؟

جبلہ نے بڑے غرور سے کہا کہ اس نے میری چادر کو اپنے پاؤں سے مسل دیا، اس کی یہ مجال! اگر مجھے اس مقدس گھر کی حرمت اور عزت کی پروانہ ہوتی تو میں اس کی گردن اڑا دیتا۔



جبلہ کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا تھا کہ اس سے بھی بدلہ لیا جا سکتا ہے۔

اس نے فوراً پوچھا: ورنہ کیا ہوگا؟

ارشاد ہوا کہ اس فزاری سے کہا جائے گا کہ وہ آگے بڑھے اور تمہارے منہ پر ویسا ہی تھپڑ مار کر اپنا بدلہ لے!

جبلہ کہنے لگا: اچھا تو کیا وہ مجھ سے بدلہ لے گا؟ میں ایک بادشاہ ہوں اور وہ ایک ادنیٰ سا بے حیثیت آدمی!

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا

إِنَّ فِي الْإِسْلَامِ مَسَاوَاةٌ فِي الْحُقُوقِ فَأَنْتَ وَ الْفَزَارِيُّ سَوَاءٌ وَ خَيْرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ

''اسلام نے سب کو برابر کے حقوق دیئے ہیں۔ تم اور فزاری دونوں برابر ہو۔ اسلام کی نظر میں صرف وہی شخص افضل و اعلیٰ ہے جو تقویٰ کے لحاظ سے بہتر ہے۔''

جبلہ کو اس قسم کے مساوی سلوک کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ اس نے کہا کہ میں اس صورت میں دوبارہ عیسائی بن جاتا ہوں۔

ارشاد ہوا جو شخص اپنے دین یعنی اسلام سے پھر جائے، اسلام کی رو سے اس کی سزا موت ہے۔ اگر تم نے عیسائیت اختیار کی تو میں تمہیں قتل کر دوں گا!

جبلہ کہنے لگا: امیر المومنین رضی اللہ عنہ اس صورت حال پر غور کرنے کیلئے مجھے کل تک کی مہلت عطا فرمائیں۔



فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مہلت دے دی۔

رات کا کچھ حصہ گزرا تو جبلہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مکہ مکرمہ سے نکل بھاگا۔ وہ قسطنطنیہ پہنچا جہاں اس نے دوبارہ عیسائیت قبول کر لی۔

زمانہ بیت گیا اس کی جوانی کا رنگ اڑ گیا...... نقوش ماند پڑ گئے، شان و شوکت دھندلا گئی۔ اسے اسلام کے ایام یاد آ گئے۔ نماز اور روزے کی لذت بیدار ہونے لگی۔...... اسے اسلام چھوڑنے پر ندامت ہوئی زیادہ ندامت اس بات پر ہوئی کہ میں اسلام میں داخل ہونے کے بعد دوبارہ مشرک ہو گیا۔ اس احساس کے باوجود وہ آخری عمر تک عیسائیت پر قائم رہا۔ اس نے آخری عمر میں کچھ اشعار کہے جن کا مفہوم یہ ہے:

''شریف خاندان کے ایک چشم و چراغ نے ایک تھپڑ کے بدلے تھپڑ کھانے میں سبکی محسوس کی جس کی وجہ سے اسلام سے برگشتہ ہو کر عیسائی بن گیا، حالانکہ تھوڑا سا صبر کر لینے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ کاش! میری ماں نے مجھے جنا ہی نہ ہوتا، کاش! میں عمرؓ کی بات مان لیتا۔ کاش! شام میں میری معیشت کا ادنی اسا سامان بھی ہوتا تو میں اپنی قوم کے افراد کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا۔ اب تو میری سماعت بھی ختم ہو رہی ہے اور بصارت بھی۔''



مگر اس احساس کے باوجود اس نے توبہ کر کے دوبارہ اسلام قبول نہیں کیا۔ اسے شرک اور کفر ہی کی حالت میں موت آئی۔

(الاستقصاء الاخبار دول المغرب الاقصی لا حمد بن خالد الناصری 83/1)

دعاؤں کے ذریعہ پریشانیوں سے نکلنے والی خاتون

98 ایک شخص حالت غربت میں بھی خوش رہتا تھا۔ اس کا گھرانہ ایک بیوی، پانچ بچوں، دو بہنوں اور بوڑھی والدہ پر مشتمل تھا۔ اس شخص کی ایک غریب علاقے میں سبزی کی دکان تھی۔ نہ تو اس کے پاس مال تھا کہ کسی اچھی جگہ دکان لے سکتا، نہ اتنے وسائل تھے کہ اس سے بہتر سامان رکھتا۔

اس کا گھر بھی بوسیدہ اور ٹوٹا پھوٹا تھا۔ مجازی طور پر ہی اسے گھر کہا جارہا ہے ورنہ صرف ایک کمرہ اور چھوٹا سا صحن تھا۔ سارا گھرانہ اسی ایک کمرے میں سوتا، بلکہ کچن نہ ہونے کے باعث وہ کھانا بھی اسی کمرے میں پکاتے تھے جب وہ شخص شام کو گھر لوٹتا اس کے ہاتھ میں سبزی، گوشت اور روٹیاں ہوتیں۔ اس کے گھر والے خوشدلی اور خندہ پیشانی سے اس کا استقبال کرتے۔

اس کے ہاتھ سے سامان پکڑتے اور کھانا تیار کرنے میں لگ جاتے۔ ہر روز انہیں گوشت میسر نہیں آتا تھا۔ جب سیل اچھی ہوتی تو وہ گوشت خریدتے، ورنہ سبزیوں پر ہی گزارا کرتے۔ ان کے پڑوس میں اعلی عدلیہ کے ایک قاضی صاحب رہائش پذیر تھے۔ وہ اس خاندان سے بہت متاثر تھے کہ یہ لوگ غریب اور تنگی کے باوجود انتہائی صابروشاکر تھے۔

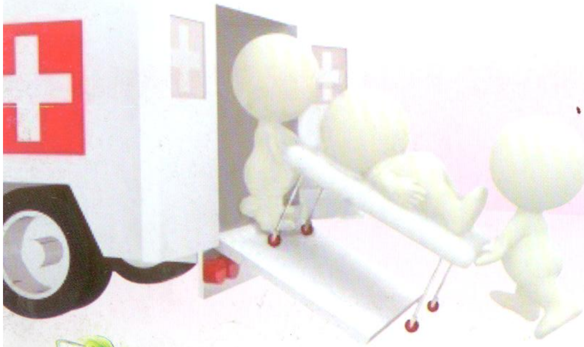


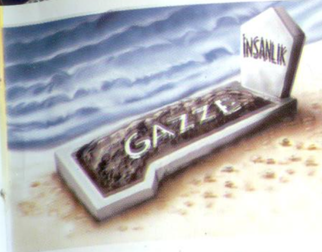
قاضی صاحب اکثر ان لوگوں کی مثال دیتے کہ میں نے زندگی میں ان سے زیادہ سعادت مند گھرانہ نہیں دیکھا جب شام کو صاحب خانہ دکان سے لوٹتے تو سب گھر والے پرجوش انداز میں ان کا استقبال کرتے ہیں۔ اس موقع پر اکثر ان کے گھر سے حمد وثنا کے کلمات کی آوازیں آتی۔ ہیں۔ میری یہ خواہش ہوتی ہے کہ میں اس خوشنما منظر سے محظوظ ہوسکوں۔

پھر یہ لوگ کھانا تیار کرتے ہیں اور بڑے برتن میں ڈال کر سب مل کر کھاتے ہیں۔ ان کے کھانے کا اختتام بھی اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور مسنون دعاؤں پر ہوتا ہے۔ آخر میں یہ اپنے بوسیدہ لیکن صاف ستھرے بستروں پر بڑی خوشی اور قناعت کے ساتھ آرام کرتے ہیں۔ یہ کسی بڑے دنیاوی مال ومتاع کی تمنا نہیں رکھتے تھے۔ ان کی صرف یہی خواہش تھی کہ صحت وعافیت کے ساتھ ان کی زندگی گزرتی رہے اور انہیں کسی انسان کا محتاج نہ ہونا پڑے۔

موسم خزاں کی ایک شام تھی۔ یہ لوگ حسب معمول اپنے سربراہ خانہ کے منتظر تھے۔ دروازے پر دستک ہوئی۔ ان لوگوں نے دروازہ کھولا تو سامنے تین چار پولیس والے کھڑے تھے۔ ان کے ساتھ ایک ایمبولینس بھی تھی۔





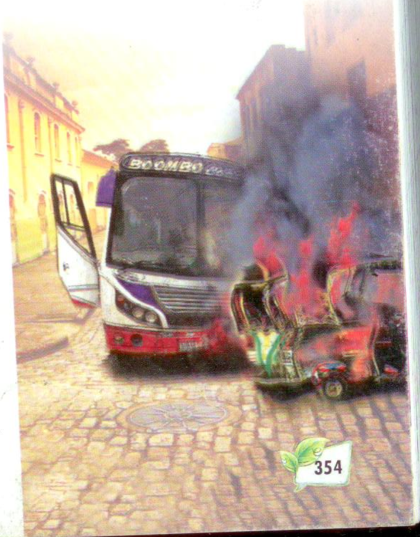


پولیس والوں نے انہیں یہ افسوناک خبر دی کہ صاحب خانہ ایک ٹریفک حادثے میں جاں بحق ہو گئے ہیں۔ ہوا کچھ یوں کہ اس شخص نے شام کے وقت اپنی دکان بند کی اور گھر کی طرف چل پڑا۔

كَانَ يَعْبُرُ الطَّرِيْقَ فَدَهَشَتْهُ سَيَّارَةٌ مُسْرِعَةٌ فَمَاتَ عَلَى الْفَوْرِ

''سڑک عبور کرتے ہوئے تیز رفتار گاڑی نے اسے کچل دیا اور یہ بیچارا موقع پر ہی جاں بحق ہو گیا۔''

اس دلخراش سانحہ کی وجہ سے قرب و جوار کے لوگ بھی جمع ہو گئے۔ انہوں نے متوفی کی تجہیز و تکفین کا بندوبست کیا۔ اگلے دن صبح کے وقت اس کی نماز جنازہ ادا کر کے اسے دفن کر دیا گیا۔ سارے گھر کی کفالت کا انحصار اس اکیلے شخص کی آمدنی پر تھا۔ اب سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ گھر کیسے چلایا جائے؟ اس شخص کے سب سے بڑے بیٹے کی عمر پندرہ سال تھی۔



یہ ہائی اسکول میں زیر تعلیم تھا۔ اس نے تعلیم کو خیر باد کہا اور اپنے باپ کی دکان کھول لی۔ زندگی پھر اسی روٹین سے گزرنے لگی۔ لیکن اب ان کی مسکراہٹیں غائب ہو چکی تھیں۔ سب لوگ افسردہ رہتے کھانا کھاتے وقت بھی اکثر ان کی آنکھیں بھیگی رہتیں۔ اس گھر کی سعادت اس گھر کے محبوب کے ساتھ ہی دفن ہو گئی۔ تھی۔



یہ انتہائی مشکل دن سست روی سے گزرتے رہے یہاں تک کہ تین سال گزر گئے اور بڑے بیٹے کی عمر 18 برس ہو گئی۔ ایک دن اچانک اسے حکومت کی طرف سے خدمات کے لئے طلب کر لیا گیا۔ والد کے بعد گھر کا سارا انحصار اسی لڑکے پر تھا۔

گھر والے پھر بہت پریشان ہوئے کہ اب کیا کرنا چاہئے؟ وہ سب سوچ بچار کرنے لگے: کیا دوسرے بیٹے کو اسکول چھڑوا کر دکان پر بیٹھا دیا جائے؟ ایسی صورت میں اس کی تعلیم کا کیا بنے گا۔ اگر وہ اپنی تعلیم جاری رکھتا تو گھر والوں کا گزارا کیسے چلے گا۔ بہت زیادہ سوچ بچار کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ انہیں یہ گھر فروخت کر دینا چاہئے تا کہ اپنے بڑے بیٹے کی جبری فوجی خدمت کے عوض میں پیسے جمع کروائے جا سکیں۔

قارئین کرام یہ لوگ عراق میں رہائش پذیر تھے وہاں یہ قانون تھا کہ ہر گھر سے ایک نوجوان کو حکومت زبردستی فوج میں بھرتی کر لیتی اور اس پر معاوضہ بھی کچھ نہ دیتی تھی۔ ہاں اگر کوئی اس جبری مشقت سے بچنا چاہتا تو اس کے لئے لازم تھا کہ وہ سرکاری خزانے میں چار ہزار دینار جمع کروائے چنانچہ اس رقم کی فراہمی کیلئے گھر والوں نے مکان فروخت کرنے کا فیصلہ کر لیا۔



اگرچہ اس فیصلے میں بھی ان کی کیفیت اس بکری کی سی تھی جس کے بارے میں سوچا جارہا ہو کہ اسے ذبح کرکے اس کی کھال اتاری جائے یا ویسے یہ کھینچ لی جائے۔

فوجی خدمات کیلئے دھر لئے جانے والے بیٹے کو ایک قریبی شہر میں تربیت کیلئے ایک عسکری ادارے میں بھیج دیا گیا۔ وہ بادل نخواستہ ادھر آیا تھا۔ اسلحہ کی تربیت میں اس کا دل بالکل نہیں لگتا تھا۔ انسٹرکٹر بولتے رہتے مگر یہ اپنے خیالوں میں گم رہتا۔ اس کے ذہن میں اپنے گھریلو حالات گھومتے رہتے۔ اساتذہ نے کئی مرتبہ اس کی توجہ دلائی، وارننگز دیں لیکن اسکا جسم تو یہاں تھا ذہن کہیں اور اٹکا ہوا تھا۔

ایک دن استاذ نے اسے بٹھا کر اس کا اصل مسئلہ پوچھا: اس نے جواب میں اپنی ساری بپتا کہہ سنائی۔ اب استاذ نے اصرار کرنا چھوڑ دیا اور اس کا مسئلہ اپنے آفیسر کے سامنے پیش کیا۔ آفیسر نے اس کے مسئلے کا کوئی حل نکالنے کی بجائے اسکی ڈیوٹی کچن میں لگادی۔ اب وہ یہاں برتن دھوتا، گوشت کاٹتا، آگ جلاتا اور کھانا تقسیم کرتا۔ شب و روز اس کی یہی مصروفیات تھیں۔



ادھر اس کی ماں کی بھی یہی کیفیت تھی وہ بظاہر تو چلتی پھرتی کھاتی پیتی اور سوتی جاگتی تھی لیکن اس کا ذہن کسی اور ہی دنیا میں گم رہتا تھا۔ اس نے اپنے گھر کی رجسٹری گروی رکھ کر ایک پراپرٹی ڈیلر سے کچھ رقم گھریلو اخراجات کیلئے ادھار لی اور اپنا مکان فروخت ہونے کیلئے لگادیا۔

مختلف خریداران کا مکان دیکھنے کیلئے آتے رہے آخر بیس دن کے بعد ان کا مکان چار ہزار دینار میں فروخت ہوگیا۔ پھر مزید نو دن کاغذی کارروائی میں لگ گئے۔ صرف ایک دن باقی بچا تھا۔ ان کے ہاں یہ ضابطہ تھا کہ تیس دن کے اندر اندر اس جبری فوجی خدمت کے عوض میں چار ہزار دینا جمع کروائے جاسکتے تھے تیس دن گزرنے کے بعد یہ معاوضہ بھی قبول نہیں کیا جاتا تھا۔

اس خاتون نے یہ معاوضہ جمع کروانے کیلئے اس شہر جانا تھا جس میں اس کا بیٹا تھا۔ یہ شہر 240 کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔ جب وہ بس اسٹاپ پر پہنچی تو شہر جانے کے لئے اس کے علاوہ کوئی اور مسافر نہیں تھا۔ اس نے کافی دیر تک سواریوں کا انتظار کیا لیکن کسی کو آنا تھا نہ آیا۔ وہ ہر پل انگاروں پر لوٹ رہی تھی۔ اس کے سارے خاندان کی زندگی اور ناموس داؤ پر لگی ہوئی تھی۔ اس نے بس والے سے کہا: تم گاڑی لے کر چلو میں ساری بس کا کرایہ ادا کروں گی۔

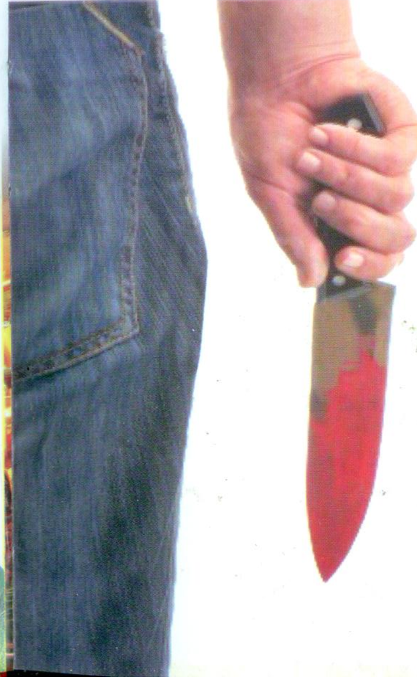


ڈرائیوراس اکیلی خاتون کو لے کر چل پڑا راستے میں باتوں باتوں میں اس نے سادہ لوح خاتون سے یہ معلوم کرلیا کہ اس کے پاس چار ہزار درہم ہیں۔ ڈرائیور کی نیت بدل گئی راستے میں ایک ویران جگہ پر جاکر ڈرائیور نے گاڑی کھڑی کرلی اور خنجر کی نوک پر اس خاتون سے نیچے اترنے کیلئے کہا۔

فَلَمَّا نَزَلَتْ فَعَنَزَ بِهَا مِرَارا بِالْخَنْجَرِو تَرَ كَهَا صَيْتَةً

''جب وہ خاتون نیچے اتری تو ڈرائیور نے خاتون پر پے در پے وار کئے اور اسے مردہ حالت میں چھوڑ کر چلا گیا۔''

اس نے خاتون کا بیگ اپنے قبضے میں لے لیا۔ پھر وہ واپس آنے کی بجائے اسی شہر کی طرف روانہ ہوگیا جدھر جارہا تھا تاکہ شک کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ وہ گاڑی لے کر بس اسٹینڈ پر پہنچ گیا۔ اس کے ساتھیوں نے سمجھا شاید اس بس میں آنے والی سواریاں راستے میں اتر گئی ہیں۔ ایسا ہوتا تھا اس لئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں تھی۔ واپسی پر ڈرائیور اسی راستے سے گزرا جب وہ اس جگہ کے قریب پہنچا جہاں اس نے جرم کا ارتکاب کیا تھا اس کے دل میں خیال آیا کہ ایک مرتبہ اس عورت کی لاش پر نظر ڈال لوں۔



اس نے مسافروں سے بہانہ لگایا: میں قضائے حاجت کیلئے جانا چاہتا ہوں چند منٹ بعد واپس آتا ہوں وہ اس وادی کی طرف گیا اسے کراہنے کی ایک نحیف سی آواز سنائی دی۔ یہ دیکھ کر وہ غصے سے کہنے لگا:

يَا لَعِيْنَةُ أَنْتِ حَيَّةٌ إِلٰى الْاٰن؟

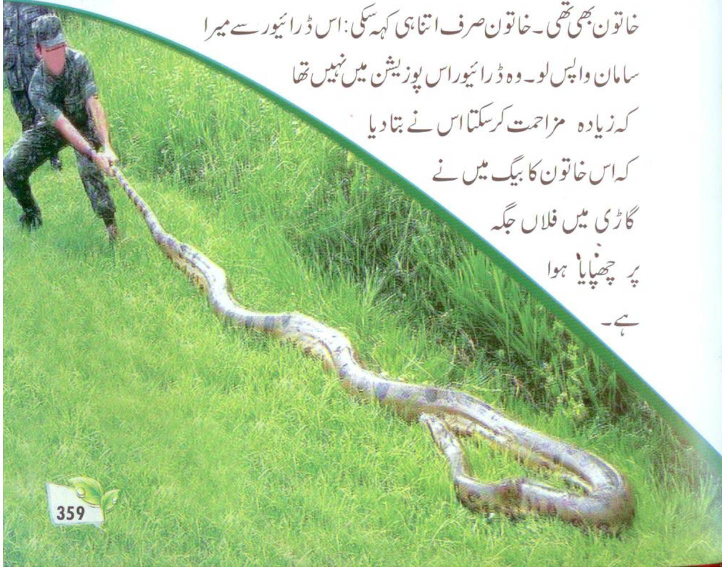
''اے ملعون عورت! تم ابھی تک زندہ ہو۔''

پھر وہ ایک بڑے پتھر کی طرف جھکا تاکہ اس کے ذریعہ اس خاتون کا سر کچل دے۔

فَلَمَّا رَفَعَ الْحَجَرَ لَدَغَتْهُ حَيَّةٌ سَامَّةٌ

''جب اس نے پتھر اٹھایا تو پتھر کے نیچے سے ایک زہریلے سانپ نے اسے ڈس لیا۔''

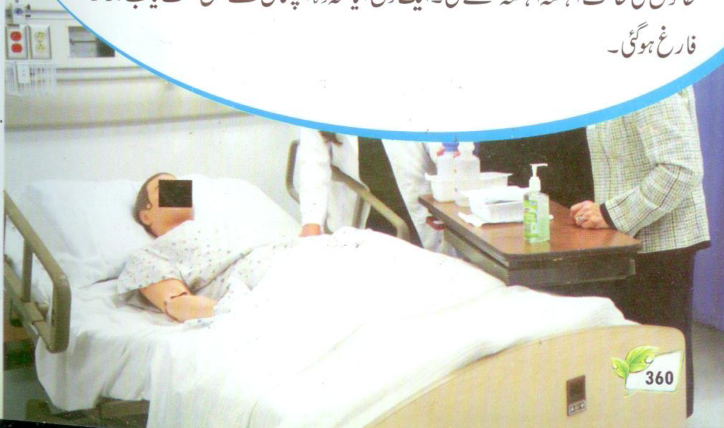
اس کے منہ سے ایک دلخراش چیخ نکلی اور اس نے تڑپنا شروع کر دیا۔ مسافر اس کی آواز سن کر بھاگے بھاگے وہاں آئے۔ انہیں دیکھ کر بڑا تعجب ہوا کہ وہاں ایک جاں بلب خاتون بھی تھی۔ خاتون صرف اتنا ہی کہہ سکی: اس ڈرائیور سے میرا سامان واپس لو۔ وہ ڈرائیور اس پوزیشن میں نہیں تھا کہ زیادہ مزاحمت کرسکتا اس نے بتا دیا کہ اس خاتون کا بیگ میں نے گاڑی میں فلاں جگہ پر چھپایا ہوا ہے۔



وہ بیگ وصول کر کے خاتون کے حوالے کر دیا گیا۔ پھر مسافروں نے دوسری طرف سے آنے والی ایک بس کو روکا جو اسی شہر کو جا رہی تھی جہاں خاتون جانا چاہتی تھی۔ انہوں نے اس گاڑی کے ڈرائیور سے درخواست کی کہ اس خاتون اور ڈرائیور کو اسپتال پہنچا دے۔ ڈرائیور خوشدلی سے اس کام کیلئے آمادہ ہو گیا۔ وہ مجرم ڈرائیور تو جسم میں زہر پھیلنے کی وجہ سے راستے ہی میں دم توڑ گیا۔

البتہ اس خاتون کو اسپتال پہنچا دیا گیا۔ خبر ملنے پر پولیس والے بھی پہنچ گئے۔ عورت مسلسل بے ہوش تھی۔ اس کے سامان میں پولیس والوں کو اس کے بیٹے کا ایڈریس مل گیا پولیس نے بیٹے کو خبر دی وہ بھی فوراً اسپتال پہنچ گیا۔ ڈاکٹر اس خاتون کو ہوش میں لانے کی سر توڑ کوشش کر رہے تھے کیونکہ زیادہ دیر بے ہوش رہنا اس کیلئے جان لیوا ہو سکتا تھا۔ اگلے دن اسے ہوش آیا اس نے ہلکی سی آنکھیں کھولیں۔

بیٹے پر نظر پڑی تو ماں کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ اس نے اپنے بیٹے سے صرف اتنا کہا: بیٹا میں رقم لے آئی ہوں جبری فوجی خدمات کا معاوضہ ادا کر کے فوری رخصت حاصل کر لو، پھر اس غنودگی سی طاری ہو گئی۔ لڑکے نے وہ رقم جمع کرا دی اور اسے اجازت مل گئی۔ اس خاتون کی حالت آہستہ آہستہ سنبھلنے لگی۔ ایک دن آیا کہ وہ اسپتال سے مکمل صحت یاب ہو کر فارغ ہو گئی۔



اس واقعہ کی شہرت ہر طرف پھیل گئی۔ اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کئی مظاہر تھے۔ ڈرائیور پہلی مرتبہ اسے نیم مردہ حالت میں چھوڑ گیا۔ واپسی پر اگر ڈرائیور وہاں نہ رکتا تو شاید کسی کو اس خاتون کے بارے میں بالکل پتا نہ چلتا کیونکہ اس وادی کی طرف کوئی جاتا ہی نہ تھا۔ زہریلے اور موذی جانوروں کی وجہ سے چرواہے بھی ادھر کا رخ نہیں کرتے تھے۔ اس عورت کی آواز اتنی نحیف تھی کہ کسی کو سنائی نہ دیتی۔

وَلَوْلَمْ يَصِحِ السَّائِقُ صَيْحَةً شَدِيْدَةً لَنْ يَصِلَ إِلَى الْمَرْأَةِ أَحَدٌ

''اگر ڈرائیور سانپ کے ڈسنے سے اتنی زور سے نہ چیختا تو کوئی اس عورت تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔''

اگر اس عورت کو اسی شہر میں جو اس کی منزل تھی نہ پہنچایا جاتا تو وہ اپنے بیٹے تک نہ پہنچ پاتی۔ اگر اسے چند لمحوں کیلئے ہوش نہ آتا تو وہ اپنے بیٹے کو یہ نہ بتا پاتی کہ رقم کا انتظام ہو گیا ہے۔ نتیجتاً اس کے بیٹے کو جبری فوجی خدمات سے رہائی نہ ملتی۔ یہ سب اس علیم و قدیر ذات کی تدبیریں تھیں کہ ہر گتھی سلجھتی چلی گئی۔

جب اس قصے کا چرچا ہوا تو یہ بات ان کے طابقہ پڑوسی جج صاحب تک بھی پہنچ گئی۔ انہوں نے اپنے دوست واحباب اور محلّہ داروں سے کہا کہ ضرورت اور آزمائش کی اس

گھڑی میں ان لوگوں کی مدد کرنی چاہئے۔ ان لوگوں نے پیسے اکٹھے کر کے ان کا مکان خریدنے والے شخص سے رابطہ کیا۔ اس تک بھی یہ واقعہ پہنچ چکا تھا وہ بھی خوشی خوشی یہ مکان واپس کرنے پر تیار ہوگیا۔ رقم اتنی جمع ہو چکی تھی کہ چار ہزار دینار جمع کروانے کے باوجود تین ہزار دینار بچ گئے۔ اس رقم کے ذریعے مکان کی حالت کو بہتر بنایا گیا۔

لڑکے نے دوبارہ والد کی دکان سنبھال لی۔ اب صورت حال بدل چکی تھی۔ اس کے پاس دور دراز سے گاہک آنے لگے تھے۔ ہر وقت خریداروں کا تانتا بندھا رہتا کچھ عرصے بعد اس نے اپنی دکان نسبتاً بہتر جگہ پر منتقل کر لی۔ اس کا کاروبار خوب چل نکلا۔ اب زندگی بڑی آسودگی سے گزر رہی تھی۔

عسرت و تنگی میں بھی وہ لوگ اللہ کے ذکر اور شکر کو نہیں بھولے تھے۔ اب آہستہ آہستہ فراخی آرہی تھی تو اب بھی وہ سپاس گزاری کے جذبے سے سرشار رہتے تھے۔ کئی سال گزر گئے۔ ان کے بچے یکے بعد دیگرے تعلیم سے فارغ ہونے لگے۔



ایک بیٹا انجینئر بن گیا دوسرا ڈاکٹر اور تیسرا آرمی آفیسر بن گیا۔ اب ان کا کھانا صرف چائے روٹی یا روٹی اور سبزی نہیں ہوتی۔ حالات اب ایسے نہیں رہے کہ انہیں کبھی کبھار گوشت میسر آتا ہو۔ ان کے دسترخوان پر انواع واقسام کے کھانے ہوتے ہیں۔ یہ خاندان لوگوں کے لئے بہترین مثال ہے کہ یہ لوگ تنگی اور فراخی کسی حال میں بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں بھولے۔

1385 ہجری میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ یہ خاندان دجلہ کے کنارے بغداد کے بڑے پل کے قریب ایک بہت بڑے محل نما گھر میں منتقل ہوگیا۔ اب یہ خاندان چار خاندان بن چکے ہیں، تینوں بڑے بیٹوں کی شادیاں ہو چکی ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں اولاد کی نعمت سے بھی نواز رکھا ہے۔ اب بھی اس گھر کے سب افراد محبت اور احترام کے اٹوٹ رشتے میں جڑے ہوئے ہیں۔

کبھی انہیں ایک دوسرے سے شکایت پیدا نہیں ہوئی۔ والد کی وفات سے لے کر ان کی والدہ ہی گھر کی سربراہ ہیں۔ گھر کا ہر فرد ان کی رائے کا بے حد احترام کرتا ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم اس واقعہ کو ختم کریں اس کے سب سے اہم نقطے کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ اس خاتون سے پوچھا گیا جب ڈرائیور نے خنجر کے پے در پے وار کر کے آپ کو ایک ویران بیابان میں پھینک دیا تھا۔ اس وقت آپ کی کیفیت کیا تھی۔



اتنا زیادہ خون بہہ جانے اور اتنے گہرے گھاؤ لگنے کے باوجود آپ کس طرح زندہ رہیں۔ خاتون نے بتایا: اس ساری مدت کے دوران میری زبان پر بس یہی الفاظ تھے:

يَا رَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ عَلِيْمٌ بِحَالِيْ أَدِّ عِوَضَ خِدْمَةَ الْعَسْكَرِيَةِ الْقَسَرِيَّةِ لِابْنِيْ كَيْ يَرْجِعَ إِلٰى أَهْلِهٖ وَ يُكَفِّلَهُمْ

''اے آسمان وزمین کے مالک! تو میری حالت کو جانتا ہے۔ اپنی قدرت سے میرے لئے بیٹے کی جبری فوجی خدمت کا معاوضہ صحیح وقت پر پہنچانے کے اسباب مہیا فرمادے تاکہ وہ گھر واپس آسکے اور اپنے گھر والوں کی کفالت کی ذمہ داری نبھا سکے''

اللہ تعالیٰ نے اس خاتون کی دعا قبول فرمالی۔ اس کا مال واولاد دونوں اسے دوبارہ مل گئے مالک حقیقی نے اس کے دشمن سے انتقام بھی لے لیا اور ان کی تنگی وعسرت بھی فارغ البالی اور آسودگی میں بدل گئی۔ سچ فرمایا اللہ کے رسول ﷺ نے:

اتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهٗ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ

''مظلوم کی بددعا سے بچ کر رہو کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔'' (عدالة السماء اللواء الركن محمود شيت خطاب

قصص واقعية موثرة، ص :64-74)



دنیا سے حد سے زیادہ لگاؤ کا انجام

99 عراق میں ایک شخص کو مرتے وقت کلمے کی تلقین کی گئی تو وہ کلمہ پڑھنے کے بجائے یہی کہتا رہا ''گیارہ، بارہ، تیرہ'' یہ شخص حساب داں تھا اور پوری زندگی اس کی حساب وکتاب میں گذری تھی، دین سے کچھ رغبت نہ تھی اس لئے مرتے وقت کلمہ پڑھنے کے بجائے حساب ہی لگاتا رہا۔

اسی طرح ایک شخص کو نزع کے وقت کلمہ پڑھنے کو کہا گیا تو وہ کہنے لگا کہ میرے فلاں گھر کے اندر فلاں چیز ٹھیک کردو اور میرے فلاں باغ کے اندر اس طرح اصلاح کردو یعنی مرتے وقت بھی اس کا دل مکان اور باغ میں اٹکا رہا۔

ایک شخص نے زرد گائے پال رکھی تھی اور وہ اس سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا جب مرتے وقت اسے کلمہ کی تلقین کی گئی تو اس کی زبان پر زرد گائے، زرد گائے کی گردان ہی رہی۔
(التذكرة :41،40)

ان واقعات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دنیاداری میں حد سے زیادہ مشغولیت اور دن رات کاروبار اور پیسہ کمانے کی دھن ایسی لعنت ہے جو انسان کو حسن خاتمہ کی دولت سے محروم کرسکتی ہے۔ اللهم احفظنا منهم آمين

حضرت سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ایک شخص جہنم سے ایک ہزار سال بعد نکالا جائے گا۔ (پھر فرمایا) ''کاش! وہ شخص میں ہوتا۔'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات جہنم میں ہمیشہ رہنے اور برے خاتمے کے خوف سے فرمائی۔ (احياء العلوم: 33)



حضرت سیدنا یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ کے گھر میں ایک مرتبہ چراغ بجھ گیا تو آپ رضی اللہ عنہ محض اس خوف سے روتے رہے کہ کہیں ایمان کی شمع بھی غفلت کے جھونکوں سے نہ بجھ جائے۔
(تذكرة الاولياء: ج 1، ص 267)

ایمان کی سلامتی کا ذریعہ

جس بدنصیب کی زبان قینچی کی طرح ہر کسی کی بات کاٹتی چلی جاتی ہوگی، وہ دوسرے کی بات اچھی طرح سمجھنے سے محروم رہے گا بلکہ باتونی شخص کے لئے یہ بھی خطرہ رہتا ہے کہ بک بک کرتے ہوئے زبان سے مَعَاذَ اللّٰہ کفریات نکل جائیں۔



چنانچہ حُجَّةُ الْاِسْلَام حضرت سیدنا امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللہ ''احیاء العلوم'' میں بعض بزرگوں کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: خاموش رہنے والے شخص میں دو خوبیاں جمع ہو جاتی ہیں

(1) اس کا دین سلامت رہتا ہے اور (2) دوسرے کی بات اچھی طرح سمجھ لیتا ہے۔

(احیاء العلوم: ج 3، ص 137)

1000 میں سے 2 کا خاتمہ ایمان پر ہوا

100 امام غزالی رحمۃ اللہ نے منہاج میں یہ حکایت لکھی ہے کہ ایک نبّاش یعنی کفن چور ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ کے ہاتھ پر اپنی شرارتوں اور گناہوں سے تائب ہوا۔

ابو یزید رحمۃ اللہ نے اس کفن چور سے کفن چوری کا حال اور اس کی تفصیل دریافت کی تو اس نے کہا

عَنْ اَلْفِ قَبْرٍ فَلَمْ اَرُوْجُوْهَهُمْ اِلَی الْقِبْلَةِ اِلَّا رَجُلَیْنِ

میں نے ایک ہزار قبروں کے مردوں سے کفن اتارا لیکن میں نے دو آدمیوں کے علاوہ کسی کا منہ قبلہ کی طرف نہیں دیکھا۔

ابو یزید رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ یہ مساکین (قابل رحم) لوگ ہیں۔ رزق کی تہمت (یعنی اللہ تعالیٰ کی صفتِ رزّاقیت میں شک) نے ان کے چہروں کو قبلہ کی طرف سے پھیر دیا ہے۔

حوالہ (منہاج العابدین:48)



51 بیت اللہ کا تصویری البم (250 تصاویر کے ساتھ) INDONESIA PAPER
52 تاریخ کے سنہری واقعات
53 تبلیغ کی محنت پر انعامات کی بارشیں
54 تذکرہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
55 جوانی ضائع کرنے کے نقصانات
56 حضور ﷺ کے بیان کردہ دلچسپ واقعات
57 حضور ﷺ کا مثالی بچپن
58 حفاظت نظر کے 50 انعامات
59 خوف خدا کے سچے واقعات
60 خواتین کے مثالی واقعات
61 دلچسپ انوکھے واقعات (سیریز نمبر 1) امپورٹڈ پیپر
62 دلچسپ عبرت انگیز واقعات (سیریز نمبر 2) امپورٹڈ پیپر
63 دلچسپ اثر انگیز واقعات (سیریز نمبر 3) امپورٹڈ پیپر
64 دلچسپ حیرت افروز واقعات (سیریز نمبر 4) امپورٹڈ پیپر
65 دلچسپ سبق آموز واقعات (سیریز نمبر 5) امپورٹڈ پیپر
66 دلچسپ ایمان آموز واقعات (دلچسپ سیریز نمبر 6)
67 دلچسپ اصلاحی واقعات
68 رب کریم کا گنہگاروں سے پیار
69 رزق حلال کی برکتیں
70 روٹھے رب کو منالو (بڑے سائز میں)
71 سچی حیران کن کارگزاریاں
72 سچی توبہ کی برکات (خطبات جمیل)
73 سیرت النبی ﷺ کے انمول واقعات
74 سکون دل کے نبوی ﷺ راستے
75 علامات محبت (اللہ کی بندوں سے محبت کی 50 نشانیاں) INDONESIA PAPER

76 عبرت انگیز بیانات (مولانا طارق جمیل کے 20 اثر انگیز بیانا
77 گناہوں کا سمندر اور رحمت الٰہی کی وسعت
78 گناہوں کا خوفناک انجام (بڑے سائز میں
79 گناہوں سے بچیے اور اللہ کا محبوب بنئے DONESIA PAPER
80 گناہوں سے بچنے کے انعامات
81 گناہوں کی نشانیاں اور ان کا علاج
82 گمراہی سے ہدایت تک (خطبات جمیل)
83 گستاخ رسول ﷺ کا عبرتناک انجام
84 قرآن کے حیرت انگیز واقعات
85 لذت ترک گناہ (گناہ چھوڑنے والوں کے واقعات
86 مسجد نبوی ﷺ کا تصویری البم (250 تصاویر کے ساتھ) DONESIA PAPER
87 موت کے پراسرار واقعات
88 محبت الٰہی کے راستے
89 مالی پریشانیوں کا نبوی ﷺ حل
90 مواعظ مولانا طارق جمیل صاحب
91 نامور علماء کے مثالی واقعات
92 نامور بچوں کے مثالی واقعات
93 ناقابل فراموش سچے واقعات
94 نماز میں خشوع وخضوع پیدا کرنے کے طریقے
95 نظر بد کی عبرتناک واقعات
96 واقعات کی دنیا (4 کلر انڈونیشن پیپر)
97 واقعات کا خزانہ (4 کلر انڈونیشن پیپر)
98 ہنستے ہنساتے واقعات (اکابر کے مزاحیہ واقعات)
99 یہود ونصاریٰ کی اسلام کے خلاف سازشیں
100 مسلمانوں کی تڑپتی لاشیں